DARUSSALAM
دارالسلام کی تحقیق کا آئینہ دار
چیف ایڈیٹر
عبدالمالک مجاہد

علمی • ادبی • تحقیقی • اصلاحی مجلہ

ماہنامہ

ضیائے حدیث لاہور

شمارہ 04 | جلد 23 | اپریل 2014ء / جمادی الثانیہ 1435ھ

میڈیا

مغربی تہذیب کا تباہ کن ہتھیار

ممتاز کالم نگار اور دانشور اوریا مقبول جان کا انٹرویو

امریکہ کے ایک عیسائی پرہیزگار سے ملاقات

کاغذ کی کہانی قلم کی زبانی

پولیو مہم

شکوک وشبہات، لائحہ عمل اور حکومت کی ذمہ داری

ماں ہو تو ایسی!

گداگری ایک بدترین پیشہ

اسلام سے برگشتہ کرنے کے لیے عیسائی مشنریوں کی سرگرمیاں

علمی | ادبی | تحقیقی | اصلاحی مجلہ

ماہنامہ

ضیائے حدیث لاہور

شمارہ 04 | جلد 23 | اپریل 2014ء/ جمادی الثانیہ 1435ھ

چیف ایڈیٹر عبدالمالک مجاہد • بیاد مولانا حکیم عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ • بانی مولانا حکیم محمد ادریس فاروقی رحمہ اللہ

ایگزیکٹو ایڈیٹر حافظ عبدالوحید سوہدروی ایڈیٹر محمد نعمان فاروقی

noumanfarooqi47@gmail.com

مجلس ادارت

مولانا ارشاد الحق اثری | پروفیسر محمد یحییٰ | حافظ عبدالستار حماد

حافظ صلاح الدین یوسف | حافظ شبیر صدیق | حافظ محمد حق نواز

مجلس مشاورت

چوہدری محمد یٰسین ظفر | ڈاکٹر محمد حماد لکھوی | مولانا محمد عبدالجبار

عکاشہ مجاہد | حبیب کبریا

مجلس نظامت

حافظ عبدالعظیم اسد | قمر الحمید فیصل | عبدالغفار مجاہد

شیخ ارشد علی | محمد اعظم یٰسین | حافظ محمد ندیم

آرٹ اینڈ ڈیزائن

طارق جاوید عارفی | حافظ عثمان یوسف

ہارون الرشید (گرافک ڈیزائنر) جاوید اقبال (گرافک ڈیزائنر) حافظ عبدالماجد (کمپوزنگ)

قانونی مشیر چوہدری محمد اکرم گوندل (ایڈووکیٹ سپریم کورٹ) ملک نور محمد سرفراز اعوان

ضیائے حدیث جاری کروانے کے لیے

منی آرڈر، آن لائن یا ایزی پیسہ کے ذریعے سالانہ زرتعاون دفتر ارسال کریں اور حسب ذیل نمبرز میں سے کسی ایک پر اطلاع دیں اور اپنا مکمل ایڈریس لکھوائیں۔ رسالہ آپ کے نام جاری ہوجائے گا۔

- منی آرڈر اور خط وکتابت کے لیے:

دفتر ماہنامہ ''ضیائے حدیث'' 36 لوئر مال، لاہور (پاکستان)

- برائے ایزی پیسہ:

موسیٰ علی

0313 75 79 034

شناختی نمبر

34101-4002586-9

- آن لائن کروانے کے لیے:

A/C Title: Monthly Zia-e-hadith
A/C No: 0038805201002063
M.C.B Bank Ltd. Session Court
Branch Lahore. Br Code: 1317

سرکولیشن منیجر: محمد یوسف سلفی +92 300 70 71 823

اسسٹنٹ سرکولیشن منیجر: موسیٰ کلیم بلتستانی +92 313 75 79 034

Tel:+92 42 372 32 400 | Fax:+92 42 373 54 072

ziaehadith1@yahoo.com

اطلاعِ عام: ماہنامہ ''ضیائے حدیث'' میں شائع ہونے والے مضامین سے ادارہ یا چیف ایڈیٹر کا متفق ہونا ضروری نہ ہے۔ نفسِ مضمون کی ذمہ داری صاحبِ مضمون پر ہے لہٰذا ادارہ یا چیف ایڈیٹر اس بابت قانونی طور پر بری الذمہ ہوگا۔

(چیف ایڈیٹر ماہنامہ ''ضیائے حدیث'' لاہور)

ناشر محمد ادریس فاروقی | مقام اشاعت 399/E اندرون موچی دروازہ، لاہور

پرنٹر انٹرنیشنل دارالسلام پرنٹنگ پریس، 36۔لوئر مال، لاہور

وُسعتِ داماں

5 اداریہ — امن مذاکرات چندبنیادی باتیں

9 تجلیات قرآن — فرعونوں کی ہلاکت کے بعد......! — محمد نعمان فاروقی

67 عالمی منظر نامہ — صہیونیوں کے مکروہ عزائم — ابوولید ملک

71 عالم اسلام — جمہوریہ ترکی — محسن فارانی

اداریہ	امن مذاکرات......چندبنیادی باتیں		5
تجلیات قرآن	فرعونوں کی ہلاکت کے بعد......!	محمد نعمان فاروقی	8
اتباع رسول ﷺ	مشکل ترین حالات میں بھی سنت نہ چھوٹی	مولانا عبداللہ ناصر رحمانی	15
افتاء و ارشاد	آپ کے سوالات اوران کا حل	ابوالحسن عبدالخالق	20
دفاعِ حدیث	محدثین کے کارنامے	مولانا محمد ادریس فاروقی رحمہ اللہ	24
اشاعت حدیث	تجارت اور کسب معاش	محمد زبیر حسین	25
تحقیق وتجسس	پولیومہم......شکوک وشبہات	حافظ شبیر صدیق	26
مکتوب الریاض	شام......خون آشام	عبدالمالک مجاہد	32
رپورٹ	دارالسلام ماہ رفتہ	حافظ محمد ندیم	38
انٹرویو	میڈیا: مغربی تہذیب کا تباہ کن ہتھیار	اوریا مقبول جان	39
مکتوب امریکہ	امریکی عیسائی پرہیزگار سے ایک ملاقات	حافظ عبدالوحید سوہدروی	47
تعاقب	عیسائی مشنریوں کی سرگرمیاں	عبدالوارث گل	50
معاشیات	گداگری......ایک بدترین پیشہ	حافظ عبدالسمیع	55
سائنس	کاغذ کی کہانی......قلم کی زبانی	ڈاکٹر طارق ریاض	59
گوشۂ خواتین	ماں ہوتو ایسی......!	طارق جاوید عارفی	61
بچوں کا صفحہ	ہر چیز اللہ نے پیدا فرمائی ہے	عمران صارم	64
آراء وتبصرہ	آپ کے تاثرات	ایڈیٹر	66
عالمی منظر نامہ	صہیونیوں کے مکروہ عزائم	ابوولید ملک	67
عالم اسلام	جمہوریہ ترکی	محسن فارانی	71

سالانہ رعائتی زرتعاون: عام ڈاک صرف 460 روپے | رجسٹری ڈاک 800 روپے

دیگر ممالک میں سالانہ زرتعاون: سعودی عرب 100 ریال | یورپی ممالک 30 یورو

قیمت فی شمارہ 40 روپے

امن مذاکرات

چند بنیادی باتیں

پاکستان کے کسی بھی بڑے شہر جانا ہو یا بڑی سڑک سے گزر ہو، جگہ جگہ بیریئر، سیکورٹی اداروں کے مورچے، موٹی موٹی کنکریٹ کی دیواریں اور ان پر خاردار تار، مختلف جگہوں پر لکھا ہوا کہ کیمرے کی آنکھ آپ کو دیکھ رہی ہے، چیک پوسٹیں اور مسافروں کی تصاویر لینا، یہ سب کچھ پاکستان کی سنگین داخلی صورتحال کی چغلی کھا رہا ہے۔ ہر کہیں خوف کے سائے ہیں اور امن روٹھا ہوا جسے مناتے ہوئے بھی خاصا وقت لگ رہا ہے۔ وطن عزیز سے محبت رکھنے والا ہر فرد اور ادارہ قیام امن کا آرزومند ہے۔ وزیراعظم بھی بڑی دانشمندی سے حقیقی امن کے قیام کے لیے مذاکرات کا آپشن استعمال کر رہے ہیں۔ اللہ کرے یہ مذاکرات کامیاب ہوں۔ اور اللہ یہی چاہتا ہے کہ صلح ہو، اسی لیے اس نے دو واضح لفظوں میں فرمادیا ہے: ﴿وَالصُّلۡحُ خَيۡرٌ﴾ ''اور صلح ہی بہتر ہے۔'' (النسآء 128:4) یعنی بگڑے ہوئے باہمی معاملات میں صلح صفائی اور مذاکرات سے بہتر کوئی حل نہیں۔ آیت کا سیاق اگرچہ میاں بیوی کے معاملات سے تعلق رکھتا ہے مگر قرآن پاک کی جامعیت اسے گھر کی چاردیواری سے لے کر ملک کی سرحدوں تک اور ملک کی سرحدوں سے لے کر پورے عالم کو راہ نمائی فراہم کرتی ہے۔

ماضی قریب پر نظر دوڑائیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ جتنی بھی باغیانہ تحریکیں اٹھیں، بالآخر وہ مذاکرات ہی پر ختم ہوئیں۔ انڈونیشیا میں مشرقی تیمور کا قیام بھی مذاکرات ہی کا نتیجہ تھا، جنوبی سوڈان میں کس قدر خونریزی ہوئی، بالآخر مذاکرات ہی ہوئے۔ اندرا گاندھی نے تامل باغیوں کو بھارت میں ٹریننگ دے کر سری لنکا کی حکومت کے خلاف اکسایا جس کے نتیجے میں بہت خون خرابہ ہوا حتی کہ راجیو گاندھی بھی ایک تامل خاتون کے خودکش حملے میں مارا گیا لیکن آخر مذاکرات ہی ہوئے۔ اور یہ تو ہماری تاریخ ہے کہ 1971ء میں بھٹو اور جنرل یحیٰی نے بنگالیوں کے جائز مطالبات ماننے سے انکار کیا اور تین چار ماہ کی تاخیر سے قومی اسمبلی کا طلب کردہ اجلاس بھی غیر معینہ مدت کے لیے ملتوی کر دیا گیا، حالانکہ اس منتخب ایوان میں آئین سازی کے لیے مذاکرات ہونے تھے۔ پھر مذاکرات کا راستہ بند کر کے مشرقی پاکستان میں آرمی ایکشن کیا گیا جس کا نتیجہ سقوطِ ڈھاکہ، ملک کے دو ٹکڑے ہونے اور 90 ہزار پاکستانی جنگی قیدیوں کی صورت میں نکلا۔

شمالی آئرلینڈ کے کیتھولک عیسائیوں نے برطانیہ کے خلاف بغاوت کی اور کم و بیش 30 سال تک گوریلا جنگ چلتی رہی لیکن آخرکار مذاکرات ہی ہوئے کیونکہ ان کے علاوہ حل کوئی نہیں ہوتا۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ کئی مقامات پر خون خرابہ ہونے سے پہلے مذاکرات ہوجاتے ہیں اور کسی جگہ تھوڑے بہت خون خرابے کے بعد مذاکرات کی نوبت آتی ہے اور کسی جگہ بہت زیادہ خون خرابہ ہوتا ہے لیکن آخرکار مذاکرات ہی ہوتے ہیں۔ یہی بات قرآن مجید نے بڑے مختصر الفاظ میں سمجھا دی ہے۔

قرآن مجید میں مذاکرات اور مسلمانوں کی باہمی صلح کے لیے یہ حکم بھی ہے کہ: ﴿وَاِنۡ طَآئِفَتَانِ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اقۡتَتَلُوۡا فَاَصۡلِحُوۡا بَيۡنَهُمَا فَاِنۡ بَغَتۡ اِحۡدٰهُمَا عَلَى الۡاُخۡرٰى...... ﴾ ''اور اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان دونوں کے درمیان صلح کرادو۔ بعدازاں اگر ان میں سے

ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو تم اس سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے حتی کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے، پھر اگر وہ لوٹ آئے تو تم ان دونوں کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کرادو اور تم عدل کرو۔ بلاشبہ اللہ عدل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔'' (الحجرات 9:49)

مذکورہ آیت میں صلح کرانے کا طریقہ بتایا گیا ہے کہ صلح کے بعد اگر دونوں گروہوں میں سے کوئی زیادتی کرے تو اس کے خلاف کارروائی کی جائے اور اسے اللہ کے حکم کو تسلیم کرنے پر مجبور کیا جائے۔ اور اس سارے معاملے میں عدل کا بھرپور خیال رکھا جائے۔ یہ ہے مذاکرات کا مرکزی نکتہ۔ اسی کے مطابق مذاکرات کامیاب ہو سکتے ہیں۔

طالبان اور حکومت یا فوج کے مابین مذاکرات میں بھی ہمیں بحیثیت مسلمان قوم اسی اصول کو پیش نظر رکھنا چاہیے کہ جو بھی گروہ زیادتی کر رہا ہے اس کے مطالبات ماننے کے بجائے اسے اپنے ظلم سے باز رہنے پر مجبور کیا جائے اور اس ساری کارروائی کا مقصد یہ ہو کہ اسے اللہ کے حکم کو ماننے کی طرف لایا جائے۔ مثلاً طالبان کے اگر یہ مطالبات ہیں کہ ڈرون حملے بند ہوں، پاکستان امریکہ اور دیگر اسلام دشمنوں کا اتحادی نہ بنے اور ان کے ہاں موجود مسلمان قیدی چھڑائے جائیں تو یہ مطالبات تقریباً وہی ہیں جو قرآن مجید میں مختلف اسالیب سے بیان کیے گئے ہیں۔ اور اگر وہ بغاوت کریں اور حکومت کے خلاف کارروائی کریں تو یہ ان کا ظلم ہے۔ مذاکرات سے پہلے انھیں اس ظلم سے روکنا ہوگا اور انھیں یہ غلطی تسلیم کرنی ہوگی۔ علاوہ ازیں ایسی کارروائیاں زمین پر فساد کے زمرے میں بھی آتی ہیں۔ اور اگر حکومت یا فوج غیروں کی خوشنودی کے لیے اپنے ہی مسلمان بھائیوں کے خلاف کارروائی کرے تو اسے بھی اس ظلم سے روکنا چاہیے۔ غرضیکہ جس گروہ کی طرف سے بھی زیادتی ہو یا جو زیادتی کا سبب بن رہا ہو اس سبب کو ختم کرنا چاہیے اور زیادتی کی تمام صورتوں کو جڑ سے اکھیڑنا چاہیے۔ باقی مذاکرات کا یہ طریقہ جو ہمارے ہاں رائج ہے کہ کچھ مان لیا جائے کچھ منوالیا جائے اس سے مذاکرات تو ہو جاتے ہیں مگر دیرپا نہیں ہوتے۔ اسباب جوں کے توں رہتے ہیں اور وقت ملنے پر وہی چنگاری پھر شعلہ بن جاتی ہے۔

مذاکرات اور صلح کو دشمن کبھی بھی پسند نہیں کرتا۔ تادم تحریر طالبان کے ساتھ براہِ راست مذاکرات ابھی نہیں ہوئے۔ ہمیشہ کی طرح اب کے بھی سازشی عناصر کی طرف سے کسی ایسی کارروائی کا خدشہ ہے جس سے مذاکرات کا عمل متاثر ہو۔ قدیم تاریخ اور پاکستان میں اب تک ہونے والے مذاکرات تقریباً انھی وجوہات کی بنا پر ناکام ہوتے رہے ہیں۔ اس وجہ سے مذاکرات کی اب تک کی تمام کوششوں سے یہ ایک سنجیدہ ترین کوشش ہے۔ اس لیے فریقین کو دشمن سے ضرور متنبہ رہنا چاہیے۔ وہ کوئی بھی کارروائی کر کے مذاکرات کو ناکام کرنے کی کوشش کر سکتا ہے۔

جیسا کہ امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان ہونے والے معرکۂ جمل سے پہلے دونوں فریق صلح پر متفق ہو چکے تھے مگر دشمنوں اور خصوصاً قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ سوچا کہ اگر ان کی باہمی صلح کامیاب ہو جاتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ صلح ہمارے خون پر منتج ہوگی، لہٰذا سازشی ٹولے نے بھرپور فائدہ اٹھایا اور رات کے اندھیرے میں دونوں فریقوں میں اپنے عناصر شامل کر کے انھیں ایک دوسرے سے نبرد آزما کر دیا۔ اب بھی پاکستان کے دشمن سمجھتے ہیں کہ مذاکرات کامیاب ہونے کی صورت میں ہم اپنے اہداف حاصل نہیں کر پائیں گے، لہٰذا مسلمانوں کا آپس میں محاذ آرا رہنا ہی بہتر ہے۔

بہر حال جب کوئی عہد ہو جائے اور مذاکرات طے ہو جائیں تو ان پر قائم رہنا بھی بہت ضروری ہے۔ یہ تو اپنے مسلمان بھائی ہیں۔ اگر اغیار سے بھی کوئی معاہدہ ہو تو اس کی پاسداری بھی ضروری ہے الا یہ کہ وہ معاہدہ مسلمانوں کے خون کا معاہدہ ہو یا مسلمانوں کے خلاف یا ان کی ریاست کے خلاف ہو۔

امیر المومنین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے روم سے ایک وقت تک جنگ بندی کا معاہدہ کر رکھا تھا۔ اس معاہدے کے ہوتے ہوئے انھوں نے دشمن کی جانب پیش قدمی شروع کر دی کہ ادھر معاہدے کا وقت پورا ہو، ادھر دشمن پر حملہ کر دیں۔ اسی دوران میں ایک گھڑسوار یہ صدا لگاتے ہوئے آیا: «اللّٰهُ اكبر، اللّٰهُ اكبر، وَفَاءٌ لَا غَدَرٌ» ''ایفائے عہد کرو۔ عہد شکنی اور دھوکا دہی نہ کرو۔'' مسلمان فوج نے اس شخص پر غور کیا تو وہ صحابی رسول سیدنا عمرو بن

عبسہ ﷛ تھے۔سیدنا معاویہ ﷛ نے انھیں بلوایا اور ان سے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ اس موقع پر انھوں نے حدیث سنائی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے: «مَنْ كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ قَوْمٍ عَهْدٌ فَلَايَشُدُّ عُقْدَةً وَلَا يَحُلَّهَا حَتّٰى يَنْقَضِيَ أَمَدُهَا أَوْيَنْبِذَ إِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَاءٍ» ''جن کا کسی قوم سے کوئی عہد معاہدہ ہو تو وہ اس وقت تک کوئی نیا معاہدہ نہ کرے اور نہ اسے ختم کرے جب تک پہلے معاہدے کی مدت باقی ہو یا برابری کی سطح پر اسے توڑنے کا اعلان کردے۔''(سنن أبي داود: 2759) یہ سن کر سیدنا معاویہ ﷛ لوٹ آئے۔

یہ حدیث بتاتی ہے کہ زیر معاہدہ افراد کے بارے میں کوئی خفیہ کارروائی بھی ناجائز ہے اور جب اغیار (اسلام دشمن عناصر) کے بارے میں اسلام کی یہ تعلیمات ہیں تو خود مسلمانوں کو مسلمانوں کے خلاف ایسی اجازت کیونکر ہوسکتی ہے۔غرضیکہ مذاکرات کرلینا بھی بڑی بات ہے مگر پھر مذاکرات پر قائم رہنا اور انھیں دل و جان سے قبول کرلینا اس سے بھی بڑی بات ہے۔

ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ کرے مذاکرات کامیاب ہوں اور ملک میں امن و امان کا بسیرا ہو، معیشت مستحکم ہو، اور ملک کے باسیوں میں خوشی کی لہر دوڑ جائے۔

تھرپارکر میں قحط سے اموات......لمحہ فکریہ!

عہد نبوی میں دیہاتی علاقوں میں قحط پڑا۔ رسول اللہ ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔اس دوران ایک دیہاتی شخص کھڑا ہوا اور عرض کرنے لگا: اللہ کے رسول! مال مویشی ہلاک ہوگئے، آمدورفت کا سلسلہ رک گیا اور بچے بھوک سے بلک رہے ہیں، لہٰذا ہمارے لیے اللہ سے دعا کیجیے! اس وقت آسمان پر بادلوں کا نام ونشان تک نہ تھا۔آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی۔سیدنا انس ﷛، جو اس حدیث کے راوی ہیں، کہتے ہیں: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! آپ ﷺ نے ابھی اپنے مبارک ہاتھ نیچے نہیں کیے تھے کہ پہاڑوں کی طرح بادل امڈ آئے۔آپ ابھی منبر سے نہیں اترے تھے کہ بارش برسنا شروع ہوئی اور آپ ﷺ کی داڑھی مبارک سے بارش کے قطرے ٹپکنے لگے اور پھر اگلے جمعے تک بارش برستی رہی......(صحيح البخاري، حديث: 933,932)

قارئین کرام! آپ نے دیکھا کہ قحط کی اطلاع آپ ﷺ تک پہنچی تو آپ نے لمحہ بھر بھی انتظار نہیں کیا اور ہاتھ اٹھا دیے حتی کہ خطبہ جمعہ کے اختتام کا بھی انتظار نہیں فرمایا۔ اور اس دیہاتی شخص کی طرف بھی غور کریں کہ جس نے نہایت ہی اختصار کے ساتھ نپے تلے الفاظ میں اس آفت کی عکاسی کی۔ اس دیہاتی کے کردار سے ایسے مسائل کو میڈیا پر لانے اور حکومت تک اپنی آواز پہنچانے کا سبق ملتا ہے اور آپ ﷺ کے فوراً ہاتھ اٹھانے سے بلا تاخیر ہر ممکن تعاون کا درس ملتا ہے۔ اور اس بات کا اظہار بھی ہوتا ہے کہ اللہ سے دعا ضرور مانگنی چاہیے۔ وہی ہر قسم کی مشکلات رفع کرنے پر قادر ہے۔

ایک مسلمان کو اپنے مسلمان بھائیوں کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھنی چاہیے۔ اس میں حکومت کے ساتھ ساتھ ہر فرد اور ادارے کو تعاون کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ مسئلہ حکومت یا اپوزیشن کا نہیں بلکہ انسانیت کا ہے۔ اس بارے میں اپنی اپنی سیاست کی دکان چمکانے کے بجائے مدد اور تعاون کی ضرورت ہے۔ اس مسئلے میں جس محکمے کی بھی غفلت ہوئی اس کا سختی سے نوٹس لینا چاہیے۔ اور ان کا کڑا محاسبہ ہونا چاہیے تاکہ اس حوالے سے آئندہ کوئی غفلت نہ ہو۔ آج کے دور میں یہ کوئی پوشیدہ رہنے والی بات نہیں۔ بارشیں نہ ہونا اور اس وجہ سے قحط سالی کوئی لمحوں یا گھنٹوں کی بات نہیں تھی یہ مہینوں پر مشتمل ایک معاملہ تھا مگر وسائل کے اس دور میں بھی بچے بھوک سے مرتے رہے یقیناً یہ حکمرانوں کے لیے بہت بڑا چیلنج ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ ایسی آفتوں اور مشکلات کا بروقت انتظام کرے اور ایسا کوئی محکمہ بنائے جو مناسب انتظامات کرے۔

محمد نعمان فاروقی

قسط نمبر: 3

فرعونوں کی ہلاکت کے بعد

فرعونیت کیا ہے؟ پرانے اور نئے فرعونوں میں مماثلت کس قدر ہے؟ فرعونوں کا مقابلہ کیسے کیا جائے؟ ان تین سوالوں کے جواب تفصیل سے آپ پڑھ آئے ہیں۔ اب ایک اہم سوال یہ ہے کہ فرعونوں کی ہلاکت یا شکست کے بعد اہل ایمان کو کیا کرنا چاہیے۔ امت کے سامنے دو راستے ہیں۔ ایک راستہ تو بنی اسرائیل کا ہے کہ انھوں نے نعمت آزادی کی ناقدری کی، عملی اور فکری تنزلی کا شکار ہوئے، نعمتوں کی ناشکری کی اور طرح طرح کے عذابوں سے دوچار ہوئے اور غضب الٰہی کے مستحق ٹھہرے۔ یہ ایک مکمل تاریخ ہے۔ قرآن مجید نے اپنے اسلوب میں بڑی وضاحت سے بنی اسرائیل کی خامیوں کا ذکر کیا ہے اور پیغمبر ﷺ نے بھی ان کی بہت سی خامیوں سے آگاہ کرکے امت کو ان سے دور رہنے کی تاکید فرمائی ہے۔

دوسرا راستہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہے۔ انھوں نے اپنے عہد کے فرعونوں سے کیسے مقابلہ کیا اور فرعونوں کی ہلاکت کے بعد انھوں نے کیا انداز اختیار کیا۔ اور نبوی مشن کی تکمیل کی خاطر کس قدر کاوشیں کیں اور کامیابی نے کیسے ان کے قدم چومے اور کیسے وہ اللہ کی رضا کے مستحق ٹھہرے۔

آیئے! فرعون سے نجات پانے کے باوجود اللہ کے غضب میں گرفتار ہونے والے بنی اسرائیل کی خامیوں کا جائزہ لیں۔ فرعون کے عذاب سے تو اللہ نے انھیں بچالیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِیْ اِسْرَآئِيلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِيْنِo مِنْ فِرْعَوْنَ﴾ ''اور البتہ تحقیق ہم نے بنی اسرائیل کو رُسوا کن عذاب سے نجات دی، یعنی فرعون سے۔'' (الدخان 31,30:44) مگر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے انھیں کون بچائے گا۔ اللہ نے ان پر جو انعامات کیے تھے ان کا ''صلہ'' انھوں نے یہ دیا کہ اپنے کرتوتوں کے باعث اللہ کے دوہرے غضب کے مستحق ٹھہرے، لعنت کے حق دار بنے اور مارے مارے پھرتے رہے اور اب بھی رسوائی اور ذلت کی زندگی گزار رہے ہیں۔ اور آخرت میں سخت ترین عذاب بھی ان کا منتظر ہے۔ ﴿وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ﴾ ''اور وہ (یہود) جو کچھ آگے بھیج چکے ہیں اس کے باعث کبھی بھی وہ موت کی تمنا نہیں کریں گے۔'' (الجمعة 7:62)

قارئین کرام سے گزارش ہے کہ وہ اس بات کا جائزہ ضرور لیں کہ ہمارا مجموعی طرز عمل بنی اسرائیل سے ملتا ہے یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے۔

فرعون کی ہلاکت کے بعد بنی اسرائیل کا طرز عمل

① **انتہائی نامناسب مطالبے:** بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کی قیادت میں فرعون سے نجات حاصل کی اور سمندر کے اُس پار پہنچے ہی تھے کہ ایک انتہائی نامناسب مطالبہ کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس طرح عکاسی کی ہے: ﴿وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓی اَصْنَامٍ لَّهُمْ قَالُوْا يٰمُوْسَی اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَo اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَo قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا وَّ هُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَی الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر پار کروادیا تو وہ ایسی قوم کے پاس آئے جو اپنے بتوں کی عبادت میں مگن تھی۔ بنی اسرائیل کہنے لگے: جیسے اس قوم کے معبود ہیں اسی طرح ہمارے لیے بھی ایک معبود مقرر کردیں۔

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: یقیناً تم تو جہالت کا مظاہرہ کررہے ہو۔ بلاشبہ ان کا وہ طریقہ (مذہب) تباہ ہونے والا ہے جس میں وہ مشغول ہیں اور جو کچھ کررہے ہیں وہ باطل ہے۔ (اور) موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے: کیا اللہ کے سوا تمھارا کوئی اور معبود تلاش کروں جبکہ اس نے تمھیں تمام جہانوں پر فضیلت دی ہے۔'' (الأعراف 7:138-140) چاہیے تو یہ تھا کہ اپنی فتح اور دشمن کی شکست پر اللہ کے حضور جھکتے، اگر پہلے کوئی کمی تھی اسے بھی دور کرتے مگر انھوں نے مشرکین کی دیکھا دیکھی نئے معبود ہی کا مطالبہ کردیا۔ بھلا معبود بھی مطالبے پر ملتے ہیں۔ معبود تو وہ ہے جس کی نشانیاں ہر سو پھیلی ہیں۔ ایک ایک نشانی معبود اور خالق کا پتہ دیتی ہے۔ لیکن اکثریت کا خیال یہی ہوتا ہے کہ دوسرے جو کررہے ہیں ہمیں بھی کچھ ایسا کرنا چاہیے، خواہ جائز ہے یا ناجائز۔

اگر مسلمانوں کا جائزہ لیا جائے تو اکثر کام دوسری اقوام کی دیکھا دیکھی کیے جاتے ہیں۔ شادی بیاہ اور وفات سے متعلقہ اکثر رسومات ہندوؤں سے، جشن میلاد عیسائیوں سے اور حق کو تاویلوں کی بھینٹ چڑھانا یہود سے لیا گیا ہے۔ دوسروں کے طریقوں کو وہی اختیار کرتا ہے جسے یہ پتہ نہیں ہوتا کہ خود اس کے مذہب میں اس چیز کا حکم کیا ہے، جو وہ کرنے جارہا ہے۔ اسی لیے موسیٰ علیہ السلام نے ان کے اس مطالبے کو جہالت پر مبنی قرار دیا۔ اہل تصوف اور محکمہ اوقاف انھی نظریات کو پروان چڑھا رہے ہیں۔ انھوں نے بھی ہر علاقے میں ایسے مراکز فراہم کردیے ہیں جہاں لوگ ادب واحترام، عجز وانکسار اور عبادات کے وہ سارے امور بجالاتے ہیں جو محض اللہ تعالیٰ کے لیے ہی روا ہیں۔ اب تو PHA لاہور نے بھی ''صوفی رنگ'' پروگرام شروع کروا دیے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے بھی ایک موقع پر مذکورہ آیت کا حوالہ دیا تھا، اس وقت جب آپ مکہ سے حنین جارہے تھے، راستے میں مشرکین کا ایک بیر کا درخت آیا۔ اس کا نام ''ذات انواط'' لیا جاتا تھا۔ کفار اس کے آس پاس بیٹھا کرتے تھے اور اس پر اسلحہ بھی لٹکاتے تھے۔ ابوواقد لیثی رضی اللہ عنہ، جو اس حدیث کے راوی ہیں، کہتے ہیں کہ اس کے بعد ہم بیر کے ایک اور بڑے سرسبز وشاداب درخت کے پاس سے گزرے۔ ہم نے عرض کی: اللہ کے رسول! ہمارے لیے بھی ذات انواط مقرر کردیں جیسے ان کا ایک ذات انواط ہے۔ فرمایا: «قُلْتُمْ وَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِهِ كَمَا قَالَ قَوْمُ مُوسٰی ﴿اِجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ﴾ إِنَّهَا لَسُنَنٌ لَتَرْكَبُنَّ سُنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ سُنَّةً سُنَّةً» ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم نے وہی بات کہہ دی جو موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہی تھی کہ ہمارا بھی ایک معبود مقرر کردیں جیسے ان کا معبود ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: تم جاہلانہ روش اختیار کررہے ہو۔ یقیناً یہ (گزرے لوگوں کے) طریقے ہیں۔ تم ایک ایک طریقہ کرکے اپنے سے پہلے لوگوں کی روش ضرور اختیار کروگے۔'' (مسند أحمد: 218/5، وجامع الترمذي، حديث: 2180) یہود ونصاریٰ کے طریقوں کو اپنانا باعث ثواب یا اعزاز نہیں۔ ایسا کرنے والے تو دراصل ایسے بدنصیب ہیں جو مذکورہ حدیث کے مصداق بن رہے ہیں۔ جبکہ نبی ﷺ نے ان کی روش اپنانے سے بڑی سختی سے منع فرمایا ہے۔

بنی اسراءیل کے انوکھے مطالبوں میں سے یہ بھی تھا: ﴿لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً﴾ ''ہم ہرگز آپ کی بات نہیں مانیں گے جب تک ہم اللہ کو ظاہری طور پر نہ دیکھ لیں۔'' (البقرة 2:55) اسی طرح من وسلویٰ کے نزول پر شکر کے بجائے انھوں نے یہ مطالبہ کردیا کہ ﴿لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ﴾ ''ہم ایک ہی کھانے پر ہرگز صبر نہیں کریں گے۔'' (البقرة 2:61)

میری دانست کے مطابق بنی اسراءیل جب تک فرعون کے تسلط میں رہے اور محکوم رہے اس وقت تک ان کے عقائد واعمال میں ایسا انحطاط نہیں تھا مگر جب اللہ نے ان کو فتح نصیب کی، مصر کا وارث بنایا اور انعامات کی برکھا برسائی تو وہ مسلسل ایمانی کمزوری اور اخلاقی تنزلی کا شکار ہوتے چلے گئے۔ بنی اسراءیل پر انعامات اور ان کی سرکشی اور اس امت کی ان سے مماثلت کو اگر تفصیل سے بیان کیا جائے جیسا کہ ''انتہائی نامناسب مطالبے'' کے عنوان کے تحت کیا گیا ہے تو خاصے صفحات درکار ہیں، اس لیے ذیل میں ایک ٹیبل دیا جاتا ہے جس کی مدد سے آپ جان سکیں گے کہ ان پر اللہ نے کیا کیا انعامات کیے اور بنی اسراءیل ان انعامات کا شکر ادا کرنے کے بجائے ناشکری کے مرض میں مبتلا اور بہت سی خرابیوں میں پھنس گئے۔ بالآخر دنیا میں ذلت ورسوائی سے دوچار ہوئے اور آخرت میں شدید عذاب بھی ان کا مقدر ٹھہرا۔

بنیٓ اسرآئیل پر انعاماتِ الٰهیه

شمار	انعامات کی نوعیت	آیات مع ترجمہ	حوالہ
1	انعامات کی برکھا	﴿یٰبَنِیٓ اِسۡرَآءِیۡلَ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَتِیَ الَّتِیۡٓ اَنۡعَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ﴾ ''اے بنی اسراءیل! میری نعمت یاد کرو جو میں نے تم پر کی۔''	(البقرة 47:2)
2	بنی اسراءیل کو اپنے عہد کے تمام لوگوں پر فضیلت	﴿وَاَنِّیۡ فَضَّلۡتُکُمۡ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ﴾ ''اور میں نے تمھیں جہانوں پر فضیلت دی۔'' ﴿قَالَ اَغَیۡرَ اللّٰهِ اَبۡغِیۡکُمۡ اِلٰهًا وَّ هُوَ فَضَّلَکُمۡ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ﴾ ''موسیٰ علیہ السلام نے کہا: کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور معبود تمھیں تلاش کردوں حالانکہ اس نے تمھیں جہانوں پر فضیلت دی ہے۔''	(البقرة 47:2) (الأعراف 140:7)
3	بنی اسراءیل پر احسان	﴿وَنُرِیۡدُ اَنۡ نَّمُنَّ عَلَی الَّذِیۡنَ اسۡتُضۡعِفُوۡا فِی الۡاَرۡضِ﴾ ''اور ہم نے ارادہ کیا کہ جنھیں سرزمین (مصر) میں کمزور سمجھا گیا ہے، ان پر احسان کریں۔''	(القصص 5:28)
4	قائدین کا وجود	﴿وَنَجۡعَلَهُمۡ اَئِمَّةً﴾ ''اور ہم انھیں امام (قائد) بنائیں۔''	(القصص 5:28)
5	نصرتِ الٰہی	﴿وَنَصَرۡنَاهُمۡ فَکَانُوۡا هُمُ الۡغَالِبِیۡنَ﴾ ''اور ہم نے ان کی مدد کی، چنانچہ وہی غالب رہے۔''	(الصّٰٓفّٰت 116:37)
6	فرعون سے نجات	﴿وَلَقَدۡ نَجَّیۡنَا بَنِیۡٓ اِسۡرَآئِیۡلَ مِنَ الۡعَذَابِ الۡمُهِیۡنِ ٥ مِنۡ فِرۡعَوۡنَ﴾ ''اور البتہ تحقیق ہم نے بنی اسراءیل کو رسوا کن عذاب سے نجات دی، یعنی فرعون سے۔''	(الدخان 31,30:44)
7	فرعون اور اس کے کارندوں کی غرقابی (دشمن کا خطرہ ہمیشہ کے لیے ٹل گیا)	﴿وَاَغۡرَقۡنَآ اٰلَ فِرۡعَوۡنَ﴾ ''اور ہم نے آل فرعون کو غرق کردیا۔'' ﴿فَأَغۡرَقۡنٰهُمۡ أَجۡمَعِیۡنَ﴾ ''چنانچہ ہم نے ان سب کو غرق کردیا۔''	(البقرة 50:2) (الزخرف 55:43)
8	بنی اسرائیل کو وہ کچھ عطا ہوا جو ان سے پہلے کسی کو نہ ملا	﴿وَّاٰتٰکُمۡ مَّا لَمۡ یُؤۡتِ اَحَدًا مِّنَ الۡعٰلَمِیۡنَ﴾ ''اور اس نے تمھیں وہ کچھ دیا کہ جہانوں میں سے کسی کو بھی اتنا نہیں دیا۔''	(المآئدہ 20:5)
9	دشمن کو ہلاک کرکے بنی اسراءیل کی آنکھیں ٹھنڈی کی گئیں	﴿وَنُرِیَ فِرۡعَوۡنَ وَ هَامٰنَ وَ جُنُوۡدَهُمَا مِنۡهُمۡ مَّا کَانُوۡا یَحۡذَرُوۡنَ﴾ ''اور ہم نے فرعون، ہامان اور ان کے لشکروں کو ان (بنی اسراءیل) کی طرف سے وہ چیزیں دکھائیں جن سے وہ خطرہ محسوس کرتے تھے۔''	(القصص 6:28)
10	مصر کی حکومت	﴿وَّنَجۡعَلَهُمُ الۡوٰرِثِیۡنَ﴾ ''اور ہم انھیں (بنی اسراءیل کو) زمین (مصر) کا وارث بنائیں۔''	(القصص 5:28)
11	حکومت با اختیار و اقتدار	﴿وَنُمَکِّنَ لَهُمۡ فِی الۡاَرۡضِ﴾ ''اور ہم انھیں زمین (مصر) میں اقتدار دیں۔''	(القصص 6:28)

12	امن وسکون	﴿وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ﴾ ’’اور ہم نے اس کے (فرعون اور اس کے کارندوں کو غرق کرنے کے) بعد بنی اسراءیل سے کہا: زمین (مصر) میں سکون سے رہو۔‘‘	بنی اسراءیل 104:17
13	آسمانی کتاب سے نوازے گئے	﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ﴾ ’’اور البتہ تحقیق ہم نے بنی اسراءیل کو کتاب دی۔‘‘ کتاب تو موسیٰ علیہ السلام کو دی تھی مگر چونکہ بنی اسراءیل کی ہدایت، بہتری اور فائدے کے لیے دی تھی، گویا بنی اسراءیل ہی کو دی۔	(الجاثية 16:45)
14	بنی اسراءیل میں سے انبیاء بھی بنائے گئے	﴿اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ﴾ ’’جب اس نے تم میں انبیاء بھی مبعوث فرمائے۔‘‘ ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ﴾ ’’اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب، حکم اور نبوت سے نوازا۔‘‘	(المآئدة 20:5) (الجاثية 16:45)
15	آسمانی کتاب کے وارث بھی بنائے گئے	﴿وَاَوْرَثْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ﴾ ’’اور ہم نے بنی اسراءیل کو کتاب کا وارث بنایا۔‘‘	(المؤمن 53:40)
16	بادشاہت سے بھی نوازا گیا	﴿وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا﴾ ’’اور تمھیں بادشاہ بھی بنایا۔‘‘	(المآئدة 20:5)
17	بچھڑے کی عبادت کے باوجود معافی	﴿ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ ’’پھر ہم نے اس (بچھڑے کو معبود بنانے) کے بعد تمھیں معاف کیا تا کہ تم شکر کرو۔‘‘	(البقرة 52:2)
18	دلائل ومعجزات سے نوازے گئے	﴿وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ﴾ ’’اور ہم نے انھیں (دین کے) معاملے کے متعلق روشن اور واضح دلیلیں دیں۔‘‘ ﴿سَلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ كَمْ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ اٰيَةٍۢ بَيِّنَةٍ﴾ ’’بنی اسراءیل سے سوال کریں کہ ہم نے انھیں کتنی ہی واضح نشانیاں دیں۔‘‘	(الجاثية 17:45) (البقرة 211:2)
19	عمدہ ٹھکانا	﴿وَلَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ﴾ ’’اور البتہ تحقیق ہم نے بنی اسراءیل کو بڑا اچھا ٹھکانا دیا۔‘‘	(یونس 93:10)
20	پاکیزہ اور عمدہ رزق	﴿وَّرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ﴾ ’’اور ہم نے انھیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا۔‘‘	(یونس 93:10)
21	قبائل کی تعداد کے مطابق چشمے جاری ہوگئے	﴿فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا﴾ ’’تو پھوٹ پڑے اس میں سے بارہ چشمے۔‘‘	(الأعراف 160:7)
22	من وسلویٰ کا نزول	﴿وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى﴾ ’’اور ہم نے تم پر من وسلویٰ نازل کیا۔‘‘	(البقرة 57:2)
23	بادلوں کا سایہ	﴿وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ﴾ ’’اور ہم نے تم پر بادلوں کا سایہ کیا۔‘‘	(البقرة 57:2)

بنی اسرائیل پر اس قدر انعامات الٰہیہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ’’لاڈلے‘‘ لوگ تھے مگر ’’لاڈ‘‘ میں وہ بگڑتے چلے گئے اور شکر اور فرمانبرداری کا راستہ اپنانے کے بجائے جرائم میں ملوث ہوئے اور اخلاقی انحطاط کا شکار ہوگئے۔ آیئے ان کی خامیوں کا جائزہ لیتے ہیں۔

بنیٓ اسرآئیل کی خامیاں اور موجودہ مسلمانوں سے ان کا موازنہ

شمار	بنی اسراءیل کی خامیاں	آیات مع ترجمہ	حوالے	بنی اسراءیل کی خامیوں کا امت محمدیہ میں وجود
1	بچھڑا بطور معبود	﴿ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهٖ وَ اَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ﴾ ”پھر تم نے اس کے بعد بچھڑے کو (معبود) بنالیا اور تم ظلم کرنے والے تھے۔“	(البقرة 51:2)	درختوں، قبروں، مزاروں، نظاموں اور شخصیات کی پوجا ہوتی ہے۔ ان کے بارے میں کچھ کہنا یا سننا برداشت نہیں کیا جاتا۔ بالکل ایسے ہی جیسے بنی اسرائیل کو بچھڑے کی محبت پلادی گئی تھی۔
2	عہد شکنی	﴿فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ﴾ ”لہٰذا اپنے عہد کو توڑنے کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت کی۔“ ﴿اَوَ كُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ﴾ ”کیا جب بھی عہد لیا ان سے تو ان میں سے ایک فریق نے اسے پھینک دیا۔“	(المآئدة 13:5) (البقرة 100:2)	کلمہ شہادت ایک عہد اور اقرار ہے۔ امت کی اکثریت اسی کی لاج نہیں رکھتی باقی عہد معاہدے تو اس کے بعد آتے ہیں۔ فرمان نبوی ہے: ”جو قوم اللہ اور اس کے رسول کے عہد کو پورا نہیں کرتی اللہ اس پر دشمن کو مسلط کر دیتا ہے۔“ (سنن ابن ماجه: 4019) دشمن کا تسلط بتا رہا ہے کہ ہم عہد شکنی کر رہے ہیں۔
3	انبیائے کرام علیہم السلام کی قبور کو مساجد کا درجہ	فرمان نبوی ہے: «لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَاءِ هِمْ مَّسَاجِدَ» ”اللہ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے کہ انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا تھا۔“ (صحيح البخاري، حديث:1330)		گجرات سے آگے بھڑیلہ ایک جگہ ہے۔ وہاں ایک بہت لمبی قبر ہے۔ مجاوروں نے مشہور کر رکھا ہے کہ یہ حضرت آدم کے بیٹے حضرت قنبیط علیہ السلام کی قبر ہے۔ اور اس پر سجدے ہوتے ہیں۔ غیر نبی کو نبی بنا کر سجدے کرنا یہ اس امت کی مزید گمراہی ہے۔ یہاں تو خود ساختہ اولیاء کی قبروں کو سجدے کیے جاتے ہیں۔ اور تقریباً ہر مسجد کے ساتھ ایک مزار ہے۔
4	اللہ کے بارے میں غلط نظریات	﴿وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ﴾ ”اور یہود نے کہا کہ اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔“	(المآئدة 64:5)	اللہ ہر ایک میں موجود ہے (نعوذ باللہ) اور اس قسم کے بہت سے نظریات امت میں پائے جاتے ہیں۔ اللہ مسلمانوں کی مدد کیوں نہیں کرتا؟ وغیرہ وغیرہ
5	کتاب میں تحریف	﴿وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ﴾ ”اور ان (یہود) میں سے ایک ایسا گروہ بھی ہے جو اللہ کا کلام سنتا ہے پھر اسے سمجھنے کے بعد اس میں تحریف کر دیتا ہے۔“	(البقرة 75:2)	ظاہری تحریف تو نہیں کر سکے کیونکہ حفاظت کا ذمہ اللہ نے لیا ہے مگر معنوی طور پر ہر ایک گروہ نے خوب خوب تحریفیں اور تبدیلیاں کی ہیں حتیٰ کہ قرآن سے متصادم نظریات بھی قرآن سے ثابت کیے ہیں۔ علاوہ ازیں ایک گروہ ظاہری تحریف کا اعتقاد بھی رکھتا ہے۔

6	تورات کے ناخلف وارث	﴿فَخَلَفَ مِنۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ وَّرِثُوا الۡكِتٰبَ يَاۡخُذُوۡنَ عَرَضَ هٰذَا الۡاَدۡنٰى﴾ ''پھر ان کے بعد ناخلف لوگ کتاب (تورات) کے وارث بنے جو اس گھٹیا ترین (دنیا) کا سامان لے لیتے ہیں۔''	(الأعراف 169:7)	ہم بھی تمام آسمانی کتابوں سے اعلیٰ ترین کتاب کے وارث بنے اور ایسے وارث بنے کہ اسے نافذ کرنا تو دور کی بات اسے سمجھ کر پڑھنا تو بعد کی بات ہے بہت سے مسلمانوں کو قرآن مجید پڑھنا بھی نہیں آتا۔اور جو لوگ اس سے وابستہ ہیں ان میں سے کئی ایک کا مقصد محض دنیا کا حصول ہے۔
7	انبیائے کرام علیہم السلام کا قتل	﴿وَيَقۡتُلُوۡنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيۡرِ الۡحَـقِّ﴾ ''اور وہ (یہود) انبیائے کرام علیہم السلام کو ناحق قتل کرتے تھے۔''	(البقرة 61:2)	نبی ﷺ پر سلسلہ انبیاء و رسل کا اختتام ہوا، لہٰذا اب انبیائے کرام کی بجائے ان کے سچے وارثوں یعنی علمائے حق کو قتل کیا جاتا ہے۔
8	نافرمانیاں	﴿ذٰلِكَ بِمَا عَصَوۡا﴾ ''یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ نافرمانیاں کرتے تھے۔''	(البقرة 61:2)	امت محمدیہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانیاں جہالت، جسارت اور بغاوت، تینوں نوعیت کی بکثرت پائی جاتی ہیں۔
9	حد سے تجاوز	﴿وَّكَانُوۡا يَعۡتَدُوۡنَ﴾ ''اور تھے وہ حد سے بڑھے ہوئے۔''	(البقرة 61:2)	خود بھی حدود سے تجاوز اور اپنے پیشواؤں اور مقتداؤں کے بارے میں بھی حد سے تجاوز، یعنی ان کا مقام حد سے بڑھانے کی بہت سی صورتیں موجود ہیں۔
10	حرام کے رسیا	﴿اَكّٰلُوۡنَ لِلسُّحۡتِ﴾ ''بہت زیادہ حرام کھانے والے۔''	(المآئدة 42:5)	اس امت میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو حرام کے رسیا ہیں۔حلال انھیں بھاتا ہی نہیں۔
11	نافرمانیوں میں حد سے بڑھنے اور حرام کھانے میں ایک دوسرے سے جلدی کرنا	﴿وَتَرٰى كَثِيۡرًا مِّنۡهُمۡ يُسَارِعُوۡنَ فِى الۡاِثۡمِ وَالۡعُدۡوَانِ وَاَكۡلِهِمُ السُّحۡتَ﴾ ''اور آپ ان میں سے بہت سے لوگوں کو دیکھیں گے کہ وہ گناہ، زیادتی اور حرام کھانے میں ایک دوسرے سے جلدی کررہے ہیں۔''	(المآئدة 62:5)	نیکی جلدی سے جلدی کرنی چاہیے اور گناہ کو بہت سوچ سمجھ کر، اس کے انجام اور اثرات کو سامنے رکھ کر۔مگر ہم نیکی بہت سوچ سوچ کر کرتے ہیں۔ اور گناہ نہایت جلدی کرتے ہیں۔حرام کھانے میں، زیادتی کرنے میں اور نافرمانیاں کرنے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی ایک دوڑ سی لگی ہوئی ہے۔
12	سودخوری	﴿وَّاَخۡذِهِمُ الرِّبٰوا﴾ ''اور سود لینے کی وجہ سے۔''	(النسآء 160:4)	سود اور سودی کاروبار اس امت میں اس قدر عام ہو چکے ہیں کہ بڑے بڑے ماہر معاشیات یہی کہتے ہیں کہ اس کے بغیر چارہ نہیں۔ اور اب تو دین کی آڑ میں اسلامی بینکنگ کے نام پر راہیں آسان کردی گئی ہیں۔

13	لوگوں کا مال ہڑپ کرنا	﴿وَاَكْلِهِمُ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ﴾ ''اور لوگوں کا مال باطل (طریقوں) سے ہڑپ کرنے کی وجہ سے۔''	(النسآء 160:4)	دھوکا دہی، ملاوٹ، ناپ تول میں کمی، اندر کچھ اور باہر کچھ، پٹواری سسٹم، وکالت کا غلط دھندہ، عدالتی نظام اور جھوٹی گواہیاں وغیرہ یہ سب کچھ امت میں بری طرح سرایت کر چکا ہے۔
14	مذہبی راہ نماؤں نے بھی مال ہڑپ کرنے میں کمی نہیں کی	﴿اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ﴾ ''بے شک بہت سے یہودی علما اور نصرانی درویش لوگوں کا مال غلط طریقے سے کھاتے ہیں۔''	(التوبة 34:9)	مذہب کے روپ میں لوگوں کا مال ہتھیانا اور لوگوں کو دین کے نام پر لوٹنا علمائے سو کا شیوہ ہے۔
15	علمائے سو مال بھی لوٹتے اور دین سے دور بھی رکھتے ہیں	﴿وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ''اور اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔''	(التوبة 34:9)	اس امت کے علمائے سو بھی مال بٹورتے ہیں اور عوام کو صحیح دین سے بھی دور رکھتے ہیں۔ صحیح راستے کی طرف آنے نہیں دیتے۔
16	ان کے علماء منکرات سے نہیں روکتے تھے	﴿لَوْلَا يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ﴾ ''انھیں رب والے اور علماء گناہ کا پرچار کرنے اور حرام کھانے سے کیوں نہیں روکتے؟''	(المآئدة 63:5)	امت میں نیکی کی دعوت، یعنی امر بالمعروف کا کام کچھ نہ کچھ ہوتا ہے مگر برائی سے روکنے کا کام نہ ہونے کے برابر ہے۔ نہ علماء روکتے ہیں نہ عوام کیونکہ کسی کو برائی سے روکنے سے تعلقات خراب ہوتے ہیں۔ تبلیغی جماعت دیکھ لیں کہ امر بالمعروف تو ہے مگر نہی عن المنکر نہیں ہے۔
17	یہود عوام بھی عوام کو برائی سے نہیں روکتے تھے	﴿كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ﴾ ''برائی جس کا ارتکاب انھوں نے کیا ہوتا اس سے ایک دوسرے کو نہیں روکتے تھے۔''	(المآئدة 79:5)	ایک دوسرے کو برائی سے اس لیے نہیں روکتے کہ اکثریت خود بھی اس میں ملوث ہوتی ہے۔ کوئی نہ بھی ملوث ہو تو اپنے آپ کو ماڈریٹ اور روشن خیال اور آزاد خیال باور کرانے کے لیے دوسروں کو برائی سے نہیں روکتے کہ کہیں ہم پر شدت پسندی یا قدامت پسندی کا ٹھپا ہی نہ لگ جائے۔

(جاری ہے)

مشکل ترین حالات میں بھی سنت نہ چھوٹی!!

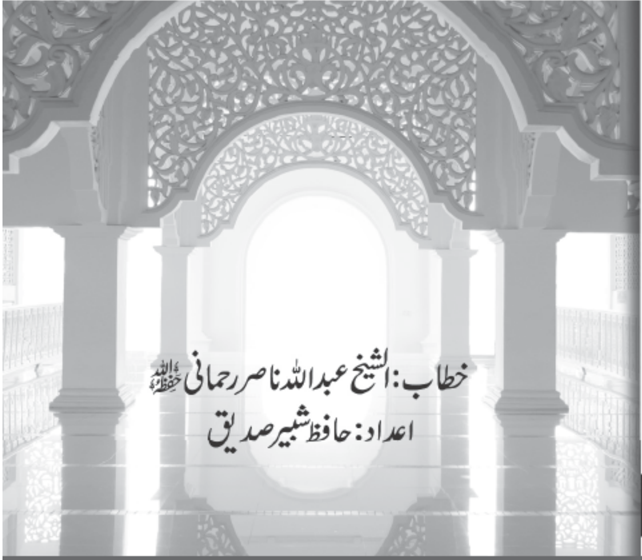

خطاب: الشیخ عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ
اعداد: حافظ شبیر صدیق

قسط: 2

امام مزی تہذیب الکمال میں لکھتے ہیں: ابوزرعہ الرازی عبیداللہ بن عبدالکریم عالم نزع میں ہیں اور کچھ محدثین ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے جن میں ان کا رفیق خاص محمد بن ادریس ابوحاکم الرازی بھی تھا۔ یہ دونوں مقام رَے کے عظیم محدث تھے۔ عالم نزع طاری ہے اور ہم کوشش کر رہے ہیں کہ ان کو کلمے کی تلقین کریں لیکن زبان نہیں چل رہی۔ زبان رک گئی۔ بے ہوشی کے دورے پڑ رہے ہیں۔ ہمیں بڑی فکر کہ اللہ رب العزت انھیں کلمہ پڑھنے کی توفیق دے دے۔ لیکن زبان نہیں چل رہی۔ ہم نے سوچا کہ وہ حدیث جس میں کلمے کا ذکر ہے وہ ہم پڑھتے ہیں۔ شاید پوری زندگی جو درس حدیث کا سلسلہ رہا زبان پر وہ حدیث آجائے اور کلمہ بھی ساتھ آجائے۔ حدیث بھی پڑھ لے اور کلمہ بھی پڑھ لے۔ چنانچہ وہ حدیث ہم نے پڑھنی شروع کردی۔ سند کا اعلیٰ حصہ پڑھا اور رک گئے۔ ابوزرعہ الرازی نے اپنی آنکھیں کھولیں اور وہ حدیث خود پڑھنی شروع کردی: «حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ قَالَ: حَدَّثَنَا طُفَيْلٌ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالْحَمِيدِبْنُ جَعْفَرٍ عَنْ صَالِحِ بنِ أَبِي عَرِيبٍ عَنْ كَثِيرِ بنِ مُرَّةَ الْحَضْرَمِيِّ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ» پوری سند ذکر کردی اور فرمایا: «قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مَن كَانَ أٰخِرُ كَلَامِهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ» ثُمَّ تُوُفِّيَ یہ حدیث پوری کی اور وفات پاگئے۔ (تهذيب الكمال 14/13) یہ شغف بالسنہ، اشتغال بالحدیث کی برکت کہ اللہ نے حدیث پڑھنے کی برکت سے زبان کھول دی اور کلمہ نصیب ہوگیا۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''جس کو موت سے پہلے اللہ تعالیٰ کلمہ پڑھنے کی توفیق دے دے وہ جنتی ہے۔'' (سنن أبي داود: 3116) صحیح مسلم میں حدیث ہے: «مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ» ''جس شخص کو موت سے قبل علم ہو لاالہ الااللہ کا، وہ جنتی ہے۔'' (صحيح مسلم: 26) «إِنَّمَاالْأَعْمَالُ بِالْخَوَاتِيمِ» (صحيح البخاري: 6607)

جو حدیثیں ہم پڑھتے ہیں اور یہ نور اپنے سینے میں ہم اتارتے ہیں یہ عمل کرنے کے لیے ہیں۔ تو عمل کا کوئی موقع اپنے ہاتھ سے جانے نہ دیں اور جیسا مرضی موقف آجائے ہم سنت رسول کا اتباع، اسے ہر چیز پر فوقیت دیں اور ترجیح دیں۔ صحابہ کرام کی زندگی اسی چیز کی آئینہ دار ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے اپنی وفات سے قبل ایک لشکر ترتیب دیا شام کے بعض علاقوں کے لیے۔ جو جیش اسامہ کے نام سے معروف ہے۔ اور آپ ﷺ نے حکم دیا کہ «أَنفِذُوا جَيْشَ أُسَامَةَ» ''جیش اسامہ کو بھیج دو۔'' لشکر چل پڑا۔ مدینے سے کچھ فاصلے پر تھا کہ اللہ کے پیغمبر کا انتقال ہوگیا۔ لشکر کو بھی اطلاع مل گئی۔ واپس پلٹ آئے اللہ کے پیغمبر ﷺ کے چہرے پر آخری نگاہ ڈالنے کے لیے، اللہ کے پیغمبر کا جنازہ پڑھنے کے لیے۔ چنانچہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب خلیفہ بنے تو آپ نے خلیفہ بنتے ہی پہلا کام کیا کیا؟ جیش اسامہ کو روانہ کرنے کا حکم دیا۔ بڑے اَجلّہ صحابہ نے امیر عمر کے ذریعے عرض کی: جیش اسامہ بھیجنے کا یہ وقت مناسب نہیں ہے۔ بہت سے قبائل عرب ارتداد اختیار کر چکے ہیں۔ اور بنوتمیم کے بعض لوگ زکاۃ کا انکار کر چکے ہیں۔ ان سے جنگ ہوسکتی ہے۔ یہ ہم پر حملہ کرسکتے ہیں۔ یہود ونصاریٰ کی سازشیں اپنے عروج پر ہیں۔ اگر ایک طاقت باہر چلی گئی تو یہ لوگ مدینہ میں ہماری اینٹ سے اینٹ بجادیں گے۔ یہ وقت

مناسب نہیں ہے۔ لشکر کو روک لیجیے۔ فرمایا: «كَيْفَ اَحْبِسُ جَيْشًا أَنْفَذَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ؟» ''اس لشکر کو کیسے روکوں جس کو اللہ کے پیغمبر بھیجنے کا حکم دے چکے تھے۔'' مجھ میں یہ طاقت نہیں، حالانکہ وقت بڑا شدید ہے، بڑے مشکل حالات ہیں۔ سارے صحابہ ایک طرف ہیں لیکن نہیں۔ فرمایا کہ لشکر ضرور جائے گا۔ ابوبکر صدیق کی خلافت کا پہلا آرڈر اسی لشکر کا ارسال ہے۔ اور فرمایا کہ تم کیا بات کرتے ہو، اگر یہ قبائل ہم پر حملہ کردیں، ہم کو ذبح کردیں اور یہ فضاؤں میں اڑنے والے پرندے نوچ کر ہماری بوٹی بوٹی کردیں لشکر پھر بھی جائے گا۔ حتی کہ صحابہ کو خاموش ہونا پڑا۔(السيرة النبوية، شمس الدين بن عثمان الذهبی:3/182) اور بعد میں اس کا ثمرہ سب نے دیکھا۔ کچھ لوگ اس انتظار میں تھے کہ مسلمان ضعف اور کمزوری کا شکار ہوچکے ہیں، اللہ کے پیغمبر کے انتقال کے بعد ان کا شیرازہ بکھر چکا۔ اب ان کی وہ طاقت نہیں۔ لیکن جب وہ لشکر گیا اور ملک شام سے جہاد کرکے واپس لوٹا تو یہ سب توہمات ختم ہوگئے اور یہ زبانیں گنگ ہوگئیں۔ یہ تو بڑے طاقتور ہیں۔ اللہ کے پیغمبر کے انتقال کے بعد بھی جنگ و جہاد کا سلسلہ قائم و دائم ہے اور جہادی قافلے جارہے ہیں۔ ان کی طاقت ویسی ہی ہے۔ ابوبکر صدیق ؓ کی استقامت! کچھ لوگوں نے کہا کہ ٹھیک ہے لشکر بھیج دیجیے لیکن اسامہ ایک نوجوان شخص ہے۔ کسی صحابی کو جو عمر رسیدہ ہو، اسے امیر بنادیں۔ فرمایا کہ جس کو اللہ کے پیغمبر نے امیر بنایا ہے ابوبکر اس کو تبدیل کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ امیر وہی رہے گا جس کو اللہ کے پیغمبر نے منتخب کیا ہے۔ یہ سنت کا اتباع ہے، حالانکہ موقف بڑا شدید ہے، حالات سخت ہیں۔ لیکن عمل بالسنہ یہ صحابہ کا وتیرہ تھا۔ کچھ لوگوں نے زکاۃ کا انکار کیا، کچھ لوگ مرتد ہوئے۔ فرمایا کہ سب سے لڑوں گا۔ امیر عمر ؓ نے کہا کہ جو مرتد ہوئے ان سے قتال تو بجا ہے لیکن منکرین زکاۃ کلمہ گو ہیں ان سے قتال کیوں کروگے؟ اللہ کے پیغمبر کی حدیث پیش کی کہ «إِلَّا بِحَقِّهَا» اور زکاۃ، مال کا حق ہے۔ «وَاللّٰهِ لَوْمَنَعُوْنِیْ عِقَالًا كَانُوا يُؤَدُّوْنَهُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلٰى مَنْعِهِ» اللہ کے پیغمبر کے دور میں اگر وہ زکاۃ میں ایک رسی بھی دیتے تھے جو اونٹ کے گلے میں بندھی ہوتی ہے۔ آج اگر وہ اونٹ دے دیں گے، رسی روک لیں گے، اس رسی کے روک لینے پر بھی میں ان سے لڑوں گا اور قتال کروں گا۔(صحيح البخاري: 7284)

اللہ کے پیغمبر کے فرمان کے ساتھ تمسک۔

اللہ کے پیغمبر کے مال کی تقسیم کا اختلاف اٹھا۔ فاطمہ ؓ اللہ کے پیغمبر کی لخت جگر، اللہ کے پیغمبر کی پیاری بیٹی ابوبکر صدیق ؓ کے پاس آتی ہے اور اپنے ورثے کے حصے کا مطالبہ کرتی ہے۔ بڑا شدید موقف ہے۔ اللہ کے پیغمبر کی بیٹی سامنے بیٹھی ہے۔ اس کی ایک طلب ہے اور وہ ناراضی کا اظہار بھی کررہی ہے۔ لیکن میں کیا کروں؟ اللہ کے پیغمبر کی قرابت کو دیکھوں، اللہ کے پیغمبر کی بیٹی کو دیکھوں؟ یا اس کی ناراضی کو دیکھوں یا اللہ کے پیغمبر کی سنت کو دیکھوں؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:«نَحْنُ مَعَاشِرَ الْأَنْبِيَاءِ لَا نُوْرَثُ مَاتَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ» ہم انبیاء کی جماعت، ہمارے مال کا کوئی وارث نہیں ہوتا جو مال ہم چھوڑ کر جائیں گے بیت المال میں جائے گا اور وہ سب کا ہوگا مسلمانوں کے لیے۔(مسند الربيع بن حبيب: 261/1) یہ ورثہ کیسے ہو؟ فرماتے ہیں:«لَقَرَابَةُ رَسُولِ اللّٰهِ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَصِلَ مِنْ قَرَابَتِي» پیغمبر کی قرابت کو جوڑنا، اس کا اہتمام کرنا مجھے زیادہ عزیز ہے اپنی قرابت سے۔(صحيح البخاري: 3712) مگر اللہ کے پیغمبر کے اس فرمان کا کیا کروں؟ تو دیکھیے کتنے شدید حالات ہیں۔ پوری امت ایک طرف۔ بعض محدثین کو لکھنا پڑا کہ ابوبکر صدیق ؓ کا پوری امت پر یہ احسان ہے، پوری امت پر۔ کیونکہ وہ اکیلے تھے اور پوری امت ایک طرف تھی۔ وہ لکھتے ہیں کہ تین مشاہیر ایسے گزرے ہیں جن کا عمل، جن کی استقامت پوری امت پر احسان ہے۔ اور اس کا بڑا گہرا تعلق ہے اس موضوع سے۔ ایک ابوبکر صدیق ؓ جنھوں نے فتنۂ منع زکاۃ کے خلاف اعلانِ جہاد کیا، صحابہ ایک طرف ہیں آپ اکیلے ایک طرف ہیں۔ پوری امت پر احسان ہے۔ اگر ان کا یہ موقف نہ ہوتا تو آج امت کا نظریہ کیا ہوتا؟ واللہ اعلم۔

دوسری شخصیت امام مالک ؒ۔ وہ اکیلے ڈٹ گئے کہ طلاق مکرہ (زبردستی طلاق) جائز نہیں ہے۔ کوئی شخص کسی کے کندھے پر بندوق رکھے یا تلوار رکھے اور کہے کہ اپنی بیوی کو طلاق دو ورنہ وار کردوں گا اور ڈر کے مارے وہ طلاق دے دے تو طلاق نافذ ہوجائے گی۔ امام

مالک ڈٹ گئے کہ اللہ کے پیغمبر کا فرمان ہے: «لَا طَلَاقَ وَلَا عِتَاقَ فِي إِغْلَاقٍ» زبردستی کی طلاق نافذ نہیں ہوتی۔ (سنن أبي داود: 2193) اکیلے ڈٹے، پوری امت اس کے خلاف تھی۔ پوری امت پر احسان ہے۔

تیسری شخصیت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ، امام اہل السنہ، فتنہ خلق قرآن جب اٹھا پوری رعیت کا، بادشاہ وقت کا، اس کے تمام چمچے علماء کا یہی موقف تھا کہ قرآن پاک اللہ کی مخلوق ہے، نعوذ باللہ۔ اکیلے کی آواز کہ «الْقُرْآنُ كَلَامُ اللّٰهِ غَيْرُ مَخْلُوقٍ» قرآن کلام اللہ ہے مخلوق نہیں ہے۔(سنن کبریٰ للبیہقی 207/10) لوگوں نے مارا لیکن استقامت اختیار کی۔ اتنے کوڑے مارے جاتے کہ بے ہوش ہو جاتے۔ لیکن جب ہوش آتی تو فرماتے: «إِيْتُونِي بِشَيْءٍ بِكِتَابِ اللّٰهِ أَوْ سُنَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ» اس گردن کو جھکانا چاہتے ہو تو کتاب اللہ پیش کرو یا اللہ کے پیغمبر کی سنت پیش کرو۔ اکیلے ڈٹے رہے۔ حتی کہ بعض علماء نے تقیہ کی حدیث پیش کر کے سمجھانے کی کوشش کی کہ جان بچانے کے لیے تنازل کی راہ اختیار کر لینا، پسپائی کا راستہ اختیار کر لینا، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جان بچا لیجیے اور حکومت کی ہاں میں ہاں ملا دیجیے۔ فرمایا: کیسی بات کرتے ہو؟ علماء تقیہ کا راستہ پکڑ لیں اور جاہل حق کو جانتے نہ ہوں تو حق واضح کیسے ہوگا؟ اللہ اکبر۔ پوری امت پر امام احمد کا احسان ہے۔ ان اکیلے کی استقامت اس مسئلے کو زندہ کر گئی ورنہ نہ معلوم لوگوں کا موقف آج کیا ہوتا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، ان کی زندگی کے یہ شدید مواقع اور پھر تمسک بالسنہ، ہمیں چاہیے کہ اسے اپنا نصب العین بنائیں۔ اپنے لیے مثال بنائیں۔

قرآن پاک میں ایک جماعت کا ذکر ہے جنھوں نے ساعة العسرہ میں اللہ کے پیغمبر کی اتباع کی۔ کیا ان کی شان اور کیا ان کا مقام! ﴿لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ﴾ ''اللہ نے توبہ قبول کر لی، اللہ نے معاف کر دیا نبی کو، انصار کو، مہاجرین کو جنھوں نے اپنے پیغمبر کی اتباع کی مشکل گھڑی میں، ساعة العسرہ میں۔'' (التوبة 9:117) یہ ساعة العسرہ کیا ہے؟ یہ جنگ تبوک کا موقع ہے۔ بڑی مشکل گھڑی ہے۔ اللہ کے پیغمبر کا امر تھا کہ ہم نے نکلنا ہے۔ تبوک جانا ہے۔ ملک شام میں جا کر لڑنا ہے، جہاد کرنا ہے لیکن حالات بڑے تنگ تھے۔ ایک تو شدید گرمی۔ منافقین کہتے تھے: ﴿لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ﴾ ارے بڑی گرمی ہے مت جاؤ۔ (التوبة 9:81) اور دوسری طرف؟ دوسری طرف مدینے کے پھل پک چکے تھے۔ سائے لمبے ہو چکے تھے۔ ان کی کٹائی کا وقت ہے، پھل کھانے کا وقت ہے۔ ان کو چھوڑ کے چلے جائیں، سواریاں میسر نہیں ہیں۔ پیسے کی تنگی، پیسوں کے انبار لگا دیے۔ وسائل کے انبار لگا دیے۔ اللہ کے پیغمبر کی زبان سے ایک بار نکلا کہ یہ جیش عسرہ، اسے کون تیار کرے گا؟ صحابہ اٹھے، مال لے کر آ گئے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے سیکڑوں اونٹ اور پچاس گھوڑے پیش کر دیے کہ ان کی پشتوں پر بیٹھ کر صحابہ جہاد کے لیے جائیں۔ ایک ہزار سونے کے سکے اللہ کے پیغمبر کی جھولی میں ڈال دیے۔

عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ایک سو اوقیے سونا اللہ کے پیغمبر کو پیش کرتے ہیں۔ عمر بن خطاب گئے کہ ابوبکر ہر موقع پر مجھ سے بڑھ جاتے ہیں، آج کل میرے گھر میں بڑا مال آیا ہوا ہے۔ آج تو ان کو بڑھنے نہیں دوں گا۔ آپ اپنے گھر گئے، سارا سامان سمیٹا، اس کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ آدھا گھر کے لیے چھوڑا، آدھا اللہ کے پیغمبر کے پاس لے آئے۔ اللہ کے پیغمبر نے پوچھا: «مَا أَبْقَيتَ لِأَهْلِكَ» عمر! گھر میں کیا چھوڑا؟ فرمایا: «أَبْقَيْتُ مِثْلَهُ» آدھا آپ کو پیش کر دیا، آدھا گھر چھوڑ کر آیا ہوں۔ تھوڑی دیر میں ابوبکر بھی آ گئے۔ اپنا مال سر پر اٹھایا ہوا ہے۔ اللہ کے پیغمبر نے پوچھا: ابوبکر! «مَا أَبْقَيتَ لِأَهْلِكَ» گھر میں کیا چھوڑا؟ فرمایا: «أَبْقَيْتُ لَهُمُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ» ''گھر میں اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ کر آیا ہوں۔ سب کچھ لے آیا ہوں۔'' (سنن أبي داود: 1678)

ایک انصاری ابو عقیل بڑا پریشان کہ میرے پاس کچھ نہیں۔ باغ کے پھل ابھی پکے نہیں، پکنے والے ہیں۔ میں کیا پیش کروں؟ رات اپنے باغ میں گزارتے ہیں۔ ایک ایک کھجور کو ٹٹولتے ہیں کہ کوئی کھانے کے قابل ہو وہ توڑ لوں۔ اس طرح کوئی ڈیڑھ دو کلو کھجوریں وہ توڑنے میں کامیاب ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی خبر اپنے پیغمبر کو دے دی۔ پیغمبر علیہ السلام اس کا صدقہ قبول کرتے ہیں۔ تھوڑی سی کھجوریں ہیں۔ فرمایا کہ یہ چاندی کے ڈھیر، یہ سونے کے ڈھیر، ان ڈھیروں پر ابو عقیل انصاری کی

کھجوروں کو پھیلا کر رکھ دو، مجھے بڑی پسند آرہی ہیں۔ ساعۃ العسرہ میں اللہ کے پیغمبر کی اتباع کی۔ اللہ کے پیغمبر کے فرمان کی تکمیل ہورہی ہے۔ سبحان اللہ! تو یہ نصب العین ہونا چاہیے ہمارا۔ مشکل ترین سفر، کٹھن ترین سفر، کبھی پہاڑ، کبھی وادیاں، کبھی خاردار جھاڑیاں، گرمی، اتنی پیاس کہ بعض صحابہ نے اپنے اونٹ ذبح کردیے، پانی نہیں ملتا کہ اونٹوں کے پیٹوں میں جو پانی جمع ہے اسی کو پئیں۔ اونٹ ذبح کردیے۔ مگر اللہ کے پیغمبر کی نافرمانی نہیں کی۔ اللہ کے پیغمبر کی اتباع کی۔ ساعۃ العسرہ میں اللہ کے پیغمبر کی اطاعت کو فوقیت دی۔

کچھ صحابی پیچھے رہ گئے جن میں ابوخیثمہ بھی تھے۔ اپنے گھر گئے۔ اللہ کے پیغمبر روانہ ہوچکے ہیں۔ دو بیویاں دونوں نے استقبال کیا، ٹھنڈا پانی پیش کیا، کھجوریں پیش کیں۔ کھانے کے لیے بیٹھے۔ دل میں خیال آیا کہ اللہ کے پیغمبر تو تبوک کے سفر پر ہیں اور میں اپنی دو خوبصورت بیویوں کے بیچ میں بیٹھ کر پھل کھا رہا ہوں اور ٹھنڈا پانی پی رہا ہوں۔ ایسا ممکن نہیں۔ ان کو چھوڑا، اس پھل کو چھوڑا، پانی کو چھوڑا، سواری لی اور روانہ ہوگئے۔ یہ اتباع ہے۔

ایک صحابی کعب بن مالک پیچھے رہ گئے۔ نہیں جاسکے۔ اللہ کے پیغمبر واپس آئے، منافقین آرہے ہیں۔ عذر پیش کررہے ہیں۔ کوئی بیماری کا عذر کررہا ہے، کوئی اپنے اہل کی بیماری کا عذر پیش کررہا ہے۔ اللہ کے پیغمبر «غَفَرَاللّٰهُ لَكَ» ''اللہ تجھے معاف کردے۔'' دعا دے دے کر ان کا عذر قبول کررہے ہیں۔ کعب بن مالک بھی آئے۔ اور بڑا کٹھن یہ موقع تھا۔ اگر سچ بولوں تو رسوائی ہے، اس کا نقصان ہوسکتا ہے اور اگر جھوٹ بولوں تو ان منافقین کی طرح میں بچ سکتا ہوں، طعن و ملامت سے میرا دامن محفوظ رہے گا۔ یہ بھی مشکل ترین حالت ہے۔ اور کعب بن مالک فرماتے ہیں: میں اتنا بڑا قادر الکلام تھا، اتنا بڑا خطیب تھا کہ اپنی زبان سے ہر طرح کا بیان دے سکتا تھا۔ لیکن میں نے سوچا کہ یہاں اللہ کے پیغمبر کی اتباع کرنی ہے اور سچ بولنا ہے جھوٹ نہیں بولنا۔ ''مومن اور گناہ کرسکتا ہے جھوٹ نہیں بول سکتا۔'' (شعب الإيمان للبيهقي: 456/6، والموطأ للإمام مالك، حديث: 1795)

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: «إِنَّ الرَّجُلَ يَصْدُقُ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَاللّٰهِ صِدِّيقًا» ایک شخص سچ بولتا ہے، اتنا سچ بولتا ہے، پے درپے کہ اللہ فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ اس کو صدیق لکھ دیں۔ اور ایک شخص جھوٹ بولتا ہے۔ ایک ابھی بولا، پھر شام کو بولا، اگلے دن بولا۔ جھوٹ بولتا رہتا ہے۔ ایک اسٹیج ایسی آتی ہے کہ اللہ فرماتا ہے: لکھ دو کہ یہ کذاب ہے۔ (صحيح مسلم: 2606) بڑی بری بیماری ہے۔ «إِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ» صدق، سچائی نیکی کا راستہ دکھاتی ہے اور نیکی جنت کا راستہ دکھاتی ہے۔ «وَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُوْرِ وَإِنَّ الْفُجُوْرَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ» اور جھوٹ جو ہے وہ گناہوں کا راستہ دکھاتا ہے اور گناہ جہنم میں پہنچاتے ہیں۔ (صحيح البخاري: 6094) اب سچ بولیں یا جھوٹ بولیں۔ اللہ کے پیغمبر کی اتباع کا تقاضا ہے کہ سچ بول دیں کچھ بھی ہو، کوئی آفت ہو۔ سچ بتادیا کہ میرے پاس کوئی عذر نہیں۔ صحت بھی ہے، وسائل بھی ہیں، مال بھی ہے، کوئی بیماری نہیں، کوئی مرض نہیں ہے۔ تیاری بھی کررکھی تھی لیکن سستی کی بنا پر نہیں جاسکا۔ سچ کہہ دیا۔ پھر کتنی بڑی مصیبت آئی؟ پچاس دن پورے مدینہ میں ان کا بائیکاٹ ہوا، پورے مدینہ میں۔ حتی کہ بیوی تک کو الگ کرنے کا حکم دے دیا گیا۔ پچاس دن اکیلے پھرتے رہے۔ اور کوئی مسکرا کر نہیں دیکھ رہا، کوئی بات نہیں کررہا۔ اس تنگی کو، اس سختی کو برداشت کیا لیکن سچائی اور صدق اس کے دامن کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ اللہ کے پیغمبر کی غلامی اور اللہ کے پیغمبر کی اتباع ہر چیز پر مقدم۔ بالآخر پچاس دن کے بعد اللہ رب العزت نے توبہ قبول کی۔ اللہ کے پیغمبر نے بلا کر بشارت دی۔ پوچھتے ہیں: «أَمِنْ عِنْدِكَ يَارَسُولَ اللّٰه أَمْ مِنْ عِنْدِاللّٰهِ؟» ''یارسول اللہ ﷺ! یہ توبہ کی قبولیت کی خبر آپ کی طرف سے ہے یا اللہ کی طرف سے ہے؟'' فرمایا: نہیں، اللہ کی طرف سے ہے۔ کتنی بڑی فضیلت، کتنا اونچا مقام اور پھر ساتھ ہی فرماتے ہیں: «إِنَّ مِنْ تَوْبَتِي أَن أَنْخَلِعَ مِنْ مَالِي» اللہ نے میری توبہ قبول کی، میں اللہ کا شکر یہ ادا کرتا ہوں اس طرح کہ اپنے پورے مال سے دستبردار ہوجاتا ہوں، یہ صدقہ ہے اللہ اور اس کے رسول کے لیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «أَمْسِكْ عَلَيْكَ بَعْضَ مَالِكَ» کعب! کچھ مال روک لے اپنے پاس، یہ تمھارے لیے بہتر

ہے۔ فرمایا کہ ٹھیک ہے، پھر جنگ خیبر کا جوحصہ میرے پاس ہے وہ روک لیتا ہوں باقی سارا مال صدقہ ہے۔اور ساتھ ہی فرماتے ہیں: «اِنَّ اللّٰهَ اِنَّمَا نَجَّانِیْ بِالصِّدْقِ»یارسول اللہ! میرا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نجات دی، مجھے کامیابی دی، میری توبہ قبول کی صدق اور سچائی کی برکت سے۔فرماتے ہیں کہ میری توبہ کی ایک نشانی اور ایک تقاضا یہ ہے کہ آج کے بعد بھی میں کبھی جھوٹ نہیں بولوں گا بلکہ سچ ہی بولوں گا۔ (صحیح البخاري: 4418) تو دیکھیں جیسا بھی موقع ہوسچائی،صدق، اللہ کے پیغمبر کی اتباع، اللہ کے پیغمبر کی پیروی ہی نصب العین ہونا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ کے فرامین میں بڑی برکت ہے، بڑی طاقت ہے۔ اللہ کے پیغمبر کا ہرفرمان حرف بہ حرف درست ہے، پتھر پرلکیر ہے۔ جواس کے ثمرات ہیں، جواس کے نتائج ہیں سب کے سب حاصل ہوں گے۔ اللہ کے پیغمبر کے فرامین معمولی نہیں ہیں۔آپ کی دعائیں معمولی نہیں ہیں۔ جوآپ کی سنتیں ہیں وہ معمولی نہیں ہیں۔لوگ تنقیص کی کوشش کرتے ہیں مگر پیغمبر علیہ السلام کے فرامین دین ہیں۔ اللہ کے پیغمبر کا بولنا دین، اللہ کے پیغمبر کا عمل کرنا دین، اللہ کے پیغمبر کی خاموشی بھی دین، کیسی ذاتِ مبارکہ اللہ کے آخری پیغمبر۔ یہ آپ کے فرامین کی حیثیت اور اس کی عظمت ہے۔ ہرفرمان پتھر پرلکیراور ایک اٹل حقیقت ہے۔ دیکھیں ابوسلمہ فوت ہوگئے۔ان کی بیوی ام سلمہ بڑی پریشان ہیں۔ اور مصیبت کے پہنچتے وقت جو دعا اللہ کے پیغمبر سے سن رکھی تھی اس دعا کو پڑھ رہی ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ صبر دے دے:«إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ» اور ساتھ ہی پڑھا کہ «اللّٰهُمَّ أْجُرْنِي فِي مُصِيْبَتِي وَأَخْلِفْ لِي خَيْرًا مِّنْهَا» اے اللہ! مجھے اس مصیبت پر صبر کا اجر دے دے اور مجھے اس سے بہتر عطا فرمادے۔ اور جب یہ پڑھنے لگیں: «وَاخْلِفْ لِي خَيْرًا مِّنْهَا» کہ اس سے بہتر عطا فرمادے اس کو پڑھنے سے پہلے زبان رک گئی اور کہتی ہیں: «مَنْ يَكُوْنُ خَيْرًا مِنْ أَبِي سَلَمَةَ» ابوسلمہ سے اچھا کون ہوسکتا ہے؟ یہ الفاظ میں کیسے کہوں کہ مجھے اس سے اچھا عطا فرمادے۔اس سے بہتر عطا فرمادے۔ ابوسلمہ سے اچھا کون ہوسکتا ہے؟ لیکن پھر سوچا کہ اللہ کے پیغمبر کی سنت ہے۔ اور اللہ کے پیغمبر کا امر ہے، دعا کو پڑھ لینا چاہیے۔ دعا پڑھ لی اور جب عدت ختم ہوئی، آپ کس کے نکاح میں آگئیں؟ محمد رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں۔ (صحیح مسلم: 918) دعا پڑھنے کی برکت۔ رسول اللہ ﷺ گھر سے باہر نکلے۔ ابورفاعہ ہنڈیا میں گوشت پکارہے ہیں۔ فرمایا کہ ابورفاعہ! کیا پکارہے ہو؟ فرمایا: پورا بکرا ہے۔ آپ کو دستی پسند تھی۔ فرمایا کہ اس کی دستی نکال کر دو، ہم کھائیں گے۔ دستی نکال کر دی۔آپ نے تناول فرمائی۔ فرمایا: ابورفاعہ! ایک دستی اور دو۔ انھوں نے دوسری بھی نکال دی۔ وہ بھی تناول فرمائی۔ ابورفاعہ! ایک دستی اور دو۔ عرض کی کہ بکرے کی دو ہی دستیاں ہوتی ہیں۔ فرمایا کہ میرے کہنے پر تلاش کرتے تو تیسری بھی مل جاتی۔ اللہ کے پیغمبر کے فرامین!

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک جہاد کے موقع پر تنگی تھی، بھوک اور فاقہ تھا۔ سات سات کھجوریں دن بھر کے لیے حصے میں آئیں مجاہدین کے۔ مجھے بھی سات مل گئیں۔ وہ سات کھجوریں اس طرح تھیں کہ ان میں ایک حَشَفَه تھی۔ ایسی کھجور جو ردی ہوتی ہے اور نہ کھائی جانے کے قابل ہوتی ہے۔ میں نے سوچا: پہلے ہی بھوک ہے، سات کھجوریں، اوپر سے ایک حشوہ ہے۔ یہ فالتو کھجور جو پھینکے جانے کے قابل ہے۔ کیوں نہ اللہ کے پیغمبر کے پاس جاؤں اور یہ واپس کرالوں، پھر سوچا کہ نہیں، اللہ کے پیغمبر کے مبارک ہاتھ سے ملی ہے۔ یہ سوچ کر میں نے وہ کھجور کھالی۔ فرماتے ہیں کہ آج تک میرے دانت میں دردنہیں ہوا۔ اللہ نے میرے دانتوں کوایسا مضبوط کیا کہ آج تک نہ کوئی گرا، نہ کوئی ہلا، نہ کسی میں درد ہوا۔(صحیح البخاري: 5411، و مسند أحمد: 324/2) میں سمجھتا ہوں کہ یہ اس کھجور کی برکت ہے جو اللہ کے پیغمبر نے دی تھی۔ جو لوگ ردی سمجھ کر پھینک دیتے ہیں مگر میں نے اللہ کے پیغمبر کی برکت سمجھ کر کھائی۔ اس طرح کی مثالیں آپ کو بے شمار ملیں گی ذخیرہ حدیث میں سے۔ تو اللہ کے پیغمبر کے فرامین، ان پرعمل کرنا ہر حالت میں یہ موجب سعادت ہے۔ اللہ رب العزت کی رضا اور اس کی محبت کی اساس ہے۔ ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (آل عمران 31:3) ’’اللہ کے پیغمبر کہہ دیجیے کہ لوگو! اگر تم اللہ کی محبت چاہتے ہو تو اس کا ایک ہی طریق ہے بلکہ ایک ہی اساس ہے

وہ یہ ہے کہ میری اتباع کرو۔ یہ اللہ کی محبت، اس کی اساس میری اتباع ہے۔تم تو صرف اللہ کی محبت کے طالب تھے لیکن اس اتباع کا ثمرہ یہ ہے کہ ﴿يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾ تمھیں اللہ اپنا محبوب بنالے گا۔تم اللہ کے محبوب بن جاؤ گے۔کتنا بڑا ثمرہ ہے یہ۔اللہ کے پیغمبر کی اتباع سے اللہ کی محبت حاصل ہوجاتی ہے۔ «إِذَا أَحَبَّ اللّٰهُ عَبْدًا نَادٰى جِبْرِيلَ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبَّهُ» اللہ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل کو خبر دیتا ہے کہ میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں فَأَحِبَّه تو بھی محبت کر۔ جبریل اس سے محبت کرتا ہے۔ اور جبریل کی محبت ان فرشتوں تک پہنچتی ہے جو حاملین عرش ہیں۔ وہ محبت شروع کردیتے ہیں۔ حاملین عرش کی محبت ساتویں آسمان تک پہنچتی ہے۔ وہ بھی محبت کرتے ہیں۔ پھر چھٹا، پھر پانچواں، پھر چوتھا، پھر تیسرا، دوسرا، پہلا۔ الغرض ساتوں آسمانوں کے فرشتے اس سے محبت کرنا شروع کردیتے ہیں۔ اور حدیث کے آخری الفاظ ہیں: «ثُمَّ يُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِي أَهْلِ الْأَرْضِ» پھر اللہ تعالیٰ اس بندے کی قبولیت اور اس کی محبت کے جھنڈے زمین پر بھی قیامت تک کے لیے گاڑ دیتا ہے۔ (صحيح البخاري:6040) قیامت تک کے لیے بھی تمام زمین والے اس سے محبت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے پیغمبر کی اتباع کی توفیق دے دے۔ وَاَقُوْلُ قَوْلِي هٰذَا وَأَسْتَغْفِرُاللّٰهَ لِي وَلَكُمْ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ.

ابوالحسن حافظ عبدالخالق

آپ کے سوالات اور اُن کا حل

ضعیف وموضوع روایات پر مشتمل چند کتب

سوال غیر معروف مگر صحیح یا حسن احادیث اور موضوع یا ضعیف احادیث پر مشتمل اردو میں کوئی کتاب ہے؟ اگر ہے تو براہِ کرم نام بتائیں تا کہ معلومات میں اضافہ ہو۔ (ایک سائل)

جواب اول الذکر موضوع پر مشتمل کوئی کتاب معلوم نہیں، اصحاب العلم سے پوچھ لیں اور میرے علم میں بھی ضرور لائیے، لیکن موضوع اور ضعیف احادیث پر مشتمل اردو میں چند کتابیں میرے سامنے ہیں، ان کا مختصر تعارف آپ کے پیش خدمت ہے:

① ''موضوع اور منکر روایات'' مؤلف ڈاکٹر سید سعید احسن عابدی ہیں۔ مکتبہ بیت السلام (الریاض) کی مطبوعہ ہے۔ دو حصوں پر مشتمل ہے۔ حصہ اول 418 صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں 170 ضعیف و موضوع روایات تحقیق و تخریج کے ساتھ موجود ہیں۔ جبکہ حصہٗ ثانی میں 292 روایات ہیں اور 516 صفحات پر مشتمل ہے۔ اس موضوع پر اردو میں یہ عمدہ کاوش ہے۔

② کتاب کا نام ہے ''ضعیف اور موضوع روایات'' مؤلف مولانا محمد یحییٰ گوندلوی رحمہ اللہ ہیں۔ مکتبہ بیت السلام الریاض سے طبع شدہ ہے۔ 1562 احادیث اور 510 صفحات پر مشتمل ہے۔ حسب ضرورت اختصار سے تحقیق کی گئی ہے۔

③ کتاب کا نام ہے ''احادیث ضعیفہ کا مجموعہ'' یہ دو حصوں پر مشتمل ہے۔

محدث العصر علامہ البانی رحمہ اللہ کی کتاب «سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة» کی تین صد احادیث کا ترجمہ ہے۔ مترجم مولانا محمد صادق خلیل ہیں (رحمہ اللہ)۔ ''ادارہ ضیاء السنۃ'' (رحمت آباد، فیصل آباد) نے طبع کی ہے۔

④ ''مشہور واقعات کی حقیقت'' اصل کتاب عربی میں ہے۔ قصص غیر ثابتہ پر مشتمل ایک تحقیقی محدثانہ کاوش ہے۔ مؤلف ابوعبدالرحمٰن الفوزی اور مترجم محمد صدیق رضا ہیں۔ مکتبہ اسلامیہ کی طبع کردہ ہے۔ مؤلف کی تحقیق میں بہتر (72) غیر ثابت قصوں پر مشتمل 180 صفحات کی کتاب ہے۔

⑤ «الصحيفة في الأحاديث الضعيفة من سلسلة الأحاديث الصحيحة» مؤلف ابومحمد خرم شہزاد ہیں۔ شیخ البانی رحمہ اللہ کے سلسلہ صحیحہ کی پچاس احادیث کو زیر بحث لائے ہیں۔ مؤلف نے اپنی تحقیق و منہج کے مطابق ان پر ناقدانہ جرح کی ہے۔ 197 صفحات پر مشتمل ہے۔

⑥ ''100 مشہور ضعیف احادیث'' جمع و ترتیب شیخ احسان بن محمد العتیبی اور ترجمہ وتقدیم حافظ عمران ایوب لاہوری کا ہے۔ مطبوعہ فقہ الحدیث پبلی کیشنز۔

⑦ ''200 مشہور ضعیف احادیث'' اور ''300 مشہور ضعیف احادیث'' وغیرہ، جمع و ترتیب حافظ عمران ایوب لاہوری۔

⑧ اس موضوع پر انور زاہد صاحب کی کتاب بھی نعمانی کتب خانہ پر دستیاب ہے۔ علاوہ ازیں موضوعات کبیر مترجم بھی ملتی ہے۔

نماز جنت کی چابی

سوال عوام کے ہاں «اَلصَّلَاةُ مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ» ''معروف حدیث ہے، اس کی سند کیسی ہے؟

جواب یہ حدیث ضعیف ہے اور اس مفہوم کی صحیح حدیث معلوم نہیں۔ ترمذی (حدیث: 4) اور مسند احمد (340/3) اور دیگر کتب میں آتی ہے لیکن الفاظ «مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ الصَّلَاةُ» کے ہیں ''جنت کی چابی نماز ہی ہے۔'' اس کی سند میں سلیمان بن قرم اور ابویحییٰ القتات ہیں، دونوں سوءِ حفظ کی وجہ سے ضعیف ہیں۔ اول الذکر کو ابن حجر رحمہ اللہ نے سيِّء الحفظ اور ثانی الذکر کو «لَيِّنُ الحديث» قرار دیا ہے۔ (التقريب، ص: 1224,411) شیخ البانی رحمہ اللہ نے سلیمان بن قرم کو ابویحییٰ قتات سے مذکورہ حدیث میں ابن عدی کے حوالے سے متفرد بھی قرار دیا ہے۔ تحقیق مشکوٰۃ (هداية الرواة: 181/1)

حوالہ اور تحقیق سند مطلوب ہے

سوال مندرجہ ذیل حدیث کا کیا حوالہ ہے، اور کیا یہ صحیح حدیث ہے؟

«لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحٰنَكَ أَسْتَغْفِرُكَ لِذَنْبِي وَأَسْئَلُكَ رَحْمَتَكَ، اَللّٰهُمَّ زِدْنِي عِلْمًا، وَلَا تُزِغْ قَلْبِي بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنِي وَهَبْ لِي مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ»

جواب اس حدیث کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں عبداللہ بن ولید ضعیف راوی ہے جبکہ بعض کا اس حدیث کو حسن قرار دینا درست نہیں۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف سنن ابی داود میں ذکر کیا ہے، شیخ سلیم عید ہلالی نے بھی اسے ضعیف ہی کہا ہے۔ (تحقيق الأذكار: 78/1، رقم الحديث: 43) یہ روایت سنن ابی داود، حدیث: 5061 میں آتی ہے۔ مزید دیکھیے: ابن حبان، حدیث: 2359، مستدرک حاکم: 540/1، النسائی فی الکبری (10701) عمل الیوم واللیلۃ، حدیث: 865۔

صف کے پیچھے اکیلے شخص کی نماز کا حکم

سوال اگلی صف مکمل ہو چکی ہو یا امام اور مقتدی دونوں اکٹھے مل کر باجماعت نماز ادا کر رہے ہوں تو بعد میں آنے والا شخص کس طریقے سے جماعت کے ساتھ شامل ہوگا؟ کیونکہ باجماعت نماز کے دوران صف میں اکیلے شخص کی نماز نہیں ہوتی، دونوں مسئلوں کی قرآن وسنت کی روشنی میں دلائل کے ساتھ وضاحت فرمائیں۔ (میاں محمد طارق، سرگودھا)

جواب اگلی صف مکمل ہونے کی صورت میں بعد میں آنے والا اکیلا شخص کیا کرے؟ اس حوالے سے ضیائے حدیث اگست 2011ء کے شمارے میں تفصیلی بحث موجود ہے۔ مسئلے کی وضاحت کے لیے یہاں بھی کچھ تفصیل بیان کر دیتے ہیں۔

اگر اگلی صف میں جگہ نہ ملے تو اکیلا ہی کھڑا ہو جائے، کیونکہ یہ عذر ہے اور عذر یا اضطرار کی صورت میں کبھی واجبات ساقط بھی ہو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْساً إِلَّا وُسْعَهَا﴾ ''اللہ تعالیٰ کسی نفس کو مکلّف نہیں ٹھہراتا مگر اس کی قدرت و طاقت کے مطابق ہی۔'' (البقرة 286:2) اس لیے اس کی نماز ہوجائے گی، ہمارے نزدیک یہی موقف راجح ہے۔ جن احادیث میں پیچھے اکیلے نماز پڑھنے والے

شخص کو نماز دہرانے کا حکم دیا گیا ہے یا اس کی نماز کی نفی کی گئی ہے تو ان کا مصداق ایسا شخص ہے جو اگلی صف میں جگہ ہونے کے باوجود پیچھے اکیلا نماز پڑھتا ہے، ایسے شخص کی نماز نہیں ہوتی، اگر اس طرح نماز پڑھے گا تو لوٹانا ضروری ہو گی، اس باب میں منقول اس مفہوم کی احادیث کو اسی صورت پر محمول کرنا چاہیے کیونکہ اس موقف کی تائید درج ذیل الفاظ حدیث سے ہوتی ہے: ''ہلال بن یساف سے روایت ہے کہتے ہیں: زیاد بن ابی الجعد نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے بنواسد کے ایک بزرگ کے پاس لا کھڑا کیا، انھیں وابصہ بن معبد کہا جاتا تھا، اور کہا: مجھے اس نے حدیث بیان کی ہے...... جبکہ وہ آدمی سن رہا تھا...... کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ ایک آدمی نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی اور وہ صف میں شامل نہیں ہوا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے نماز دوبارہ پڑھنے کا حکم دیا۔''

(سنن الدارمي، حديث:1399)

ہمارا محل استدلال «وَلَمْ يَتَّصِلْ بالصُّفُوف» ''اور وہ صف میں شامل نہیں ہوا تھا'' ہے، موارد الظمآن میں ''وَلَمْ يَتَصِلْ بِأَحَدٍ'' کے الفاظ ہیں کہ وہ کسی کے ساتھ نہیں ملا تھا۔ یہ حدیث صحیح لغیرہ ہے، ملاحظہ فرمائیے: (صحيح موارد الظمآن للألباني، حديث:347)

معلوم ہوا جس شخص کو نماز دہرانے کا حکم دیا گیا تھا، یہ وہ شخص تھا جس نے اگلی صف میں جگہ ہونے کے باوجود اکیلے ہی نماز پڑھی تھی، مذکورہ الفاظ اس موقف کا واضح ثبوت ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے، الاختیارات الفقهية میں فرماتے ہیں: «وَتَصِحُّ صَلَاةُ الْفَذِّ لِعُذْرٍ......» ''بوجۂ عذر اکیلے آدمی کی نماز صحیح ہو گی۔'' (الأخبار العلمية من الاختيارات الفقهية، بتعليق الشيخ صالح عثيمين، ص: 108)

اگلی صف سے شخص کھینچ کر ساتھ ملانا

جہاں تک اگلی صف سے کھینچ کر اپنے ساتھ کسی نمازی کو ملانے کا مسئلہ ہے تو اس کے متعلق امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ (قدس الله روحه) کو سنا کہ وہ بھی آگے سے آدمی کھینچ کر ملانے کا انکار کرتے اور فرماتے تھے: وہ صف کے پیچھے اکیلا ہی نماز پڑھ لے، کسی کو نہ کھینچے، آپ نے فرمایا: اس کی اس حالت میں اکیلے نماز پڑھنا صحیح ہوگا، کیونکہ زیادہ سے زیادہ یہ ہوسکتا ہے کہ صف بندی واجب ہو تو یہ عذر کی بنا پر ساقط ہوسکتی ہے۔ (بدائع الفوائد:3/87)

شیخ البانی رحمہ اللہ نے حدیث «أَلَا دَخَلْتَ فِي الصَّفِّ، أَوْجَذَبْتَ رَجُلًا صَلّٰى مَعَكَ، أَعِدِ الصَّلَاةَ» کو سلسلہ ضعیفہ میں ضعیفٌ جدًا قرار دیا ہے، اس کے بعد ایک فائدہ کے تحت لکھتے ہیں:

''جب حدیث کا ضعف ثابت ہو گیا، تو آگے سے اپنے ساتھ ملانے کے لیے آدمی کو کھینچنے کی مشروعیت کا قول درست نہیں ٹھہرتا، کیونکہ یہ بلانص صحیح ایک نوع کی شریعت سازی ہے اور یہ جائز نہیں، بلکہ واجب یہ ہے کہ اگر صف میں ملنا ممکن ہو تو مل جائے ورنہ اکیلا ہی نماز پڑھ لے، اس کی نماز صحیح ہوگی، کیونکہ ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾ اور دوبارہ نماز دہرانے کے حکم والی حدیث اس صورت پر محمول ہوگی جب وہ واجب میں تقصیر کا مرتکب ہو، یعنی صف میں نہ ملے اور خلا پر نہ کرے۔ لیکن جب خالی جگہ پاتا ہی نہیں تو وہ واجب میں تقصیر کا مرتکب نہیں ہوتا۔ لہٰذا اس حالت میں اس کی نماز پر بطلان کا حکم لگانا عقل میں نہیں آتا، یہی موقف شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا ہے......'' (سلسله ضعيفه، حديث: 922، مزيد ملاحظه فرمائيے: ارواء الغليل، حديث:541)

دو کے ساتھ تیسرا نمازی کیسے ملے؟

اگر دو شخص نماز باجماعت ادا کر رہے ہوں تو آنے والا تیسرا شخص امام کو آگے کر دے یا پھر مقتدی کو پیچھے کھینچ لے کیونکہ تینوں اکٹھے ایک ہی صف میں نماز باجماعت ادا نہیں کر سکتے۔ اس کی دلیل سیدنا جابر اور جبار بن صخر اور سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہم کی احادیث ہیں جو کہ صحیح بخاری و مسلم میں مروی ہیں۔

سیدنا جابر اور جبار بن صخر والی حدیث طویل ہے، اس کے آخر میں ہے، جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں: «ثُمَّ جِئْتُ حَتّٰى قُمْتُ عَنْ يَسَارِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَأَخَذَ بِيَدِي فَأَدَارَنِي حَتّٰى أَقَامَنِي عَنْ يَمِينِهِ، ثُمَّ جَاءَ جَبَّارُ بْنُ صَخْرٍ فَتَوَضَّأَ، ثُمَّ جَاءَ فَقَامَ عَنْ يَسَارِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَأَخَذَ رَسُولُ اللّٰهِ بِأَيْدِينَا جَمِيعًا، فَدَفَعَنَا حَتّٰى أَقَامَنَا خَلْفَهُ......» ''پھر میں آیا اور رسول اللہ ﷺ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا، آپ نے

میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے گھما کر اپنی دائیں جانب کھڑا کر دیا۔ بعدازاں جبار بن صخر آئے، انھوں نے وضو کیا، پھر آئے اور رسول اللہ ﷺ کی بائیں جانب کھڑے ہوگئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہم دونوں کے ہاتھوں کو پکڑا اور ہمیں دھکیل دیا یہاں تک کہ ہمیں اپنے پیچھے کھڑا کر دیا۔''

(صحیح مسلم، حدیث:3010)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی نانی نے ایک دن رسول اللہ ﷺ کی دعوت کی۔ آپ نے کھانا کھایا، بعدازاں وہاں نماز پڑھائی۔ انس بن مالک فرماتے ہیں: «فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَصَفَفْتُ أَنَا وَالْيَتِيمُ وَرَاءَهُ، وَالْعَجُوزُ مِنْ وَّرَائِنَا» ''رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے، میں نے اور ایک یتیم بچے نے آپ علیہ السلام کے پیچھے صف بنالی، اور بڑھیا ہمارے پیچھے تھیں۔''

(صحیح البخاري، حدیث: 380، صحیح مسلم، حدیث: 658)

زمین کا مسئلہ

سوال گزارش ہے کہ میرے والد صاحب نے اپنی حیات میں ایک ایکڑ میں سے 7 مرلہ زمین بابت راستہ سجاد نامی شخص کو فروخت کر دی۔ سجاد کو قبضہ تو موقع پر دے دیا گیا۔ مگر چونکہ سجاد کے پاس بوقتِ سودا رقم پوری نہ تھی اس لیے اُس کے نام زمین نہ کروائی۔ والدمحترم کو ایکڑ کے باقی رقبہ کی ضرورت محسوس ہوئی تو انھوں نے بقیہ زمین فروخت کر دی لیکن جو سجاد کو راستہ کے طور پر فروخت کی تھی اُسی کے قبضہ میں رہنے دی۔ سارا رقبہ فروخت کر دیا مگر اُس راستہ کو نہ چھیڑا کیونکہ وہ اُس راستہ کو سجاد کو فروخت شدہ ہی تصور کرتے تھے، تاہم والد گرامی نے متعدد مرتبہ سجاد کو بقیہ رقم ادا کرنے کا کہا مگر سجاد بقیہ رقم کی ادائیگی نہ کر سکا اور انتقال بحق خود نہ کروا سکا۔ بعدازاں میرے والد صاحب کا انتقال ہوگیا اور سجاد جس نے راستے کے طور پر میرے والد صاحب سے 7 مرلہ زمین کا سودا کیا تھا وہ بھی وفات پا گیا۔ سوال یہ ہے کہ زمین فروخت کنندہ کی اولاد کی ہوگی یا خریدنے والے کے وارثان کی ہوگی؟ (سائل: محمد سلیم ایڈووکیٹ تحصیل کچہری کمالیہ)

جواب چونکہ آپ کے والد گرامی زمین فروخت کر چکے ہیں اس لیے اس زمین کی اصل وارث سجاد نامی شخص کی اولاد ہی ہوگی، اگرچہ وہ زندگی میں زمین کا انتقال بحق خود نہیں کروا سکے۔ آپ اپنے والدمحترم کی وفات کے بعد صرف اس بقیہ رقم کے حقدار ہیں جو ابھی تک آپ حاصل نہیں کر پائے۔ قرآن وسنت کے دلائل سے اسی کی تصدیق ہوتی ہے۔

محدثین رحمہم اللہ کے کارنامے

مولانا محمد ادریس فاروقی رحمہ اللہ

محدثین کرام رحمہم اللہ کے کارنامے تاریخِ اسلام میں ہمیشہ روشن رہیں گے۔ انھوں نے حدیث کی خاطر جو قربانیاں دیں انھیں کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ انھیں بڑی بڑی چٹانوں سے ٹکرانا پڑا۔ وہ حق کی خاطر تنگ و تاریک کوٹھریوں میں گئے۔ سخت سے سخت سزائیں برداشت کیں۔ انھوں نے اگر ایک طرف اربابِ اقتدار کا بڑی جرأت و استقامت سے مقابلہ کیا تو دوسری طرف آزاد منش علماء، فلاسفہ اور منطقیین سے ٹکر لی، ان کے گمراہ کن جال کو تار تار کیا اور قرآن و سنت کو کسی صورت غبار آلود اور مکدر نہ ہونے دیا۔ الحاد و زندقہ کے بادل گرجے، کفر و شرک کی آندھیاں چلیں، بدعت اور ہوا پرستی کے سیلاب آئے۔ مگر محدثین نے قرآن و سنت کا ضیاپاش چراغ بجھنے نہ دیا اور مسلک حق پر کوئی گرد نہ پڑنے دی۔ اس سلسلے میں کس کس بزرگ کا نام اور کوشش و کاوش کا ذکر کیا جائے ہزاروں ائمہ رحمہم اللہ ہیں جنھوں نے ان تاریکیوں میں روشنی کے مینار کا سا کام کیا اور خدمت دین کا حق ادا کردیا۔

اصحاب حدیث کی ہندوستان آمد

تاریخ شاہد ہے کہ ہندوستان میں فاتحین اسلام دو راستوں سے آئے۔ سندھ کی راہ سے اور ایران کی راہ سے۔ پہلا لشکر محمد بن قاسم رحمہ اللہ کی قیادت میں پہلی صدی کے اواخر میں پہنچا۔ یہ حملے 92 ھ سے 95 ھ تک جاری رہے۔ ملتان سے قنوج تک ان کی فوجیں پہنچیں۔ اس وقت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے سوا باقی ائمہ پیدا بھی نہیں ہوئے تھے اور حضرت ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے لیے یہ دور بچپن کا تھا۔ آپ 80 ھ میں عالم شہود میں آئے جبکہ آپ کی عمر اس وقت 15 برس سے زائد نہ تھی۔ جہاں تک ہمیں علم ہے حضرت امام صاحب رحمہ اللہ نے 20 سال کی عمر میں علمی شغل شروع فرمایا، لہٰذا اس دور میں حنفیت کے رواج کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ظاہر ہے یہ لشکر اہل حدیث اور موجودہ تفریق مذہبی سے بالکل ناآشنا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں میں اس وقت تعصب کلیۃً ناپید تھا۔

دوسرا حملہ ایران کی راہ سے ہوا۔ یہ چوتھی ہجری کی بات ہے۔ یہ حملہ محمود غزنوی رحمہ اللہ نے کیا۔ اس وقت مذاہب اربعہ کا رواج کسی قدر ہوچکا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان میں حنفیت پورے زور سے پہنچی اور اس وقت تک ملک میں احناف کی کثرت ہے۔

سرزمین ہند بہت عرصہ تک قرآن و حدیث کی برکات سے بے حد تشنہ رہی جہاں اگرچہ علامہ صنعانی (660ھ)، شیخ علی المتقی (975ھ)، شیخ محمد طاہر (986ھ) اور سب سے آخر میں شیخ عبدالحق (1052ھ) رحمہم اللہ رونق افروز ہوتے رہے۔ مگر اکبر ایسے فاسق بادشاہ اور ملا مبارک کے خاندان کے غلط اثر کو مٹانا مشکل تھا۔ یہاں علوم قرآن و سنت کا جو انحطاط تھا وہ مخفی ہے۔ علم و تقویٰ کی بجائے القاب پر زور تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جہالت عام ہوگئی، عملی بدعات گھر گھر پھیل گئیں، علماء کا کام محض حیلوں کی تلاش رہ گیا اور شرعی احکام کو ٹالنا فقہ کی انتہا قرار پاگیا۔ آخری دینی خدمات ''فتاوی عالمگیری'' کی تدوین ہے۔ وہ بھی آخر یہی کہ مخصوص آراء کو جمع کیا گیا۔ (جس کے کچھ حوالے آگے آئیں گے) اور حکومت کی سرپرستی سے اسے اعتماد کی صورت حاصل ہوگئی۔ (اقتباس از مقام رسالات علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام)

محمد زبیر حسین
(لیکچرار، الفرقان کالج، اوکاڑہ)

تجارت اور کسب معاش

چند مستند روایات

① عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيْكَرِبَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: «مَاكَسَبَ الرَّجُلُ كَسْبًا أَطْيَبَ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ، وَمَا أَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلٰى نَفْسِهِ وَأَهْلِهِ وَوَلَدِهِ وَخَادِمِهِ فَهُوَ صَدَقَةٌ» سیدنا مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی آدمی اپنے ہاتھ کی کمائی سے زیادہ پاکیزہ روزی حاصل نہیں کرسکتا۔ اور آدمی اپنی ذات پر، اپنے بیوی بچوں پر اور اپنے خادموں پر جو کچھ بھی خرچ کرتا ہے، وہ صدقہ ہے۔''
(سنن ابن ماجه: 2138، ومسند أحمد: 132/4)

② عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «أَجْمِلُوا فِي طَلَبِ الدُّنْيَا فَإِنَّ كُلًّا مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ» سیدنا ابوحُمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دنیا کے حصول کے لیے اچھا طریقہ اختیار کرو۔ ہر انسان کے لیے وہ کام آسان ہوجاتا ہے جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے۔''
(سنن ابن ماجه: 2142)

③ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا اللّٰهَ وَأَجْمِلُوا فِي الطَّلَبِ، فَإِنَّ نَفْسًا لَنْ تَمُوتَ حَتّٰى تَسْتَوْفِيَ رِزْقَهَا، وَإِنْ أَبْطَأَ عَنْهَا، فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَجْمِلُوا فِي الطَّلَبِ، خُذُوا مَاحَلَّ، وَدَعُوا مَاحَرُمَ» ''سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے لوگو! اللہ سے ڈرو اور اچھے طریقے سے (اعتدال کے ساتھ) روزی طلب کرو کیونکہ کوئی انسان اپنا رزق پورا کیے بغیر نہیں مرے گا اگرچہ اس (رزق کے حصول) میں دیر ہوجائے۔ چنانچہ اللہ سے ڈرو اور اچھے طریقے سے روزی طلب کرو۔ جو حلال ہے، وہ لے لو اور جو حرام ہے، وہ چھوڑ دو۔'' (سنن ابن ماجه: 2144)

④ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِنَّ الرِّزْقَ لَيَطْلُبُ الْعَبْدَ كَمَا يَطْلُبُهُ أَجَلُهُ» سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''یقیناً بندے کو اس کا رزق ایسے تلاش کرتا ہے جیسے اسے اس کی موت تلاش کرتی ہے۔'' (المعجم الكبير للطبراني: 560، و البيهقي: 1191، وابن حبان: 3238)

⑤ عَنْ عُبَيْدٍ قَالَ: «كُنَّا فِي مَجْلِسٍ، فَجَاءَ النَّبِيُّ ﷺ وَعَلٰى رَأْسِهِ أَثَرُ مَاءٍ، فَقَالَ لَهُ بَعْضُنَا: نَرَاكَ الْيَومَ طَيِّبَ النَّفْسِ، فَقَالَ: «أَجَلْ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ» ثُمَّ أَفَاضَ الْقَومُ فِي ذِكْرِ الْغِنَى، فَقَالَ: «لَا بَأْسَ بِالْغِنَى لِمَنِ اتَّقَى، وَالصِّحَّةُ لِمَنِ اتَّقَى خَيْرٌ مِنَ الْغِنَى، وَطِيْبُ النَّفْسِ مِنَ النَّعِيْمِ» ''سیدنا عُبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ ایک مجلس میں موجود تھے کہ نبی کریم ﷺ تشریف لے آئے۔ آپ کے سر مبارک پر (غسل وغیرہ کی وجہ سے) پانی کا اثر تھا۔ بعض لوگوں نے عرض کیا: آج ہم آپ کو خوش دیکھ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''ہاں، اللہ کا شکر ہے۔'' پھر لوگوں نے خوشحالی کا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''متقی آدمی کے لیے دولت مند ہونے میں حرج نہیں، اور متقی کے لیے صحت دولت سے بہتر ہے۔ اور طبیعت کا خوش ہونا بھی (اللہ کی) نعمت ہے۔'' (صحيح ابن ماجه: 2141، و مسند أحمد: 372/5، 381)

⑥ قَالَ عُمَرُبْنُ الْخَطَّابِ رضي الله عنه: «لَا يَبِعْ فِي سُوْقِنَا إِلَّا مَنْ تَفَقَّهَ فِي الدِّيْنِ» سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ہمارے بازار (منڈی) میں صرف وہی شخص سودہ بیچے (تجارت کرے) جو دین میں سوجھ بوجھ رکھتا ہو۔'' (جامع الترمذي: 487)

پولیو مہم

پولیو مہم کے متعلق شکوک وشبہات اور حکومت کی ذمہ داری

حافظ شبیر صدیق

ایک انسان پر اس کی زندگی میں مختلف ادوار آتے رہتے ہیں۔ کبھی انسان صحت مند ہوتا ہے تو کبھی کسی بیماری کا شکار ہوجاتا ہے۔ وہ بیماری کبھی تو اس کی برداشت کے مطابق ہوتی ہے اور کبھی اس کی برداشت سے بڑھ کر ہوتی ہے۔ جب ایسی صورت حال ہو کہ کوئی شدید قسم کی بیماری اس پر حملہ کردے تو اس کے نتیجے میں اس کے جسم کے بعض اعضاء بھی مفلوج ہوکر رہ جاتے ہیں اور استعمال کے قابل نہیں رہتے۔ ہمارے معاشرے میں ایسی بے شمار بیماریاں پائی جاتی ہیں جو انسانی زندگی کے لیے بہت خطرناک ہیں۔ بعض بیماریوں کے حملے تو اس قدر شدید ہوتے ہیں کہ انسان کو سنبھلنے کا موقع بھی نہیں ملتا اور وہ موت کی وادی میں جا اترتا ہے۔ البتہ یہ بات ذہن نشین رہے کہ ایسی کوئی بیماری نہیں ہے کہ جس کا علاج ممکن نہ ہو۔ یہ الگ بات ہے کہ ہم اس بیماری کا علاج دریافت نہیں کرپاتے۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف بیماریوں کے ممکنہ حملوں سے بچنے کے لیے احتیاطی تدابیر اختیار کی جاتی ہیں۔ ان احتیاطی تدابیر میں سے ایک صورت یہ ہوتی ہے کہ جو چیزیں کسی بیماری کا سبب بنتی ہیں ان کا استعمال ترک کردیا جاتا ہے، مثلاً: جب موسم بہت سرد ہو تو اس وقت ٹھنڈا پانی یا دیگر ٹھنڈی چیزیں استعمال نہیں کی جاتیں کیونکہ اکثر طور پر یہ چیزیں گلے کی خرابی، نزلہ و زکام اور کھانسی کا سبب بنتی ہیں۔ اسی طرح احتیاطی تدابیر میں سے ایک صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ جس بیماری کے حملے کا خطرہ ہو اس سے بچاؤ کے لیے ایسی چیزیں یا ادویات استعمال کی جاتی ہیں جو اس بیماری سے بچاؤ کا باعث ہوتی ہیں۔ بعض لوگ ان احتیاطی تدابیر کو درست نہیں سمجھتے۔ ان کا کہنا یہ ہوتا ہے کہ جس بیماری نے آنا ہے وہ آکر ہی رہے گی۔ کسی قسم کی احتیاطی تدبیر اس بیماری سے نہیں بچاسکتی۔ مگر ان لوگوں کی یہ سوچ غلط اور شرعی مقاصد کے خلاف ہے۔ شریعت ایسی احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کو جائز قرار دیتی ہے۔ بعض مواقع پر تو شریعت حکماً احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کا کہتی ہے۔ ایک صحابی رسول ﷺ کے پاس آیا اور پوچھا: ''یارسول اللہ ﷺ! ہم بیماریوں سے دفاع کی خاطر قبل از وقت ہی کچھ احتیاطی تدابیر اختیار کرتے ہیں۔ ہمارا یہ عمل کہیں اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے خلاف تو نہیں ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں، یہ بھی تقدیر ہی کا معاملہ ہے۔'' (جامع الترمذي:2065) یعنی تمھارا احتیاطی تدابیر اختیار کرنا یہ بھی تقدیر میں لکھا ہوا ہے کہ تم فلاں تدابیر اختیار کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمھیں اس کے بدلے میں بیماری سے محفوظ رکھے گا۔ اس کے علاوہ بہت سارے دیگر دلائل بھی اس مسئلے کو واضح کرتے ہیں کہ بیماری اور دیگر موذی و مہلک امراض سے بچاؤ کی خاطر احتیاطی تدابیر اختیار کی جاسکتی ہیں۔

محترم قارئین کرام! اس تمہید کے بعد ہم اصل مسئلے کی طرف آتے ہیں۔ پولیو بھی انھی امراض میں سے ایک ہے جو انسان پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ پولیو حملے کے نتیجے میں انسانی جسم کا کچھ حصہ بالکل مفلوج ہوکر رہ جاتا ہے۔ اس موذی مرض سے بچاؤ کی خاطر ادویات استعمال کرنے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے،

البتہ اس احتیاطی تدبیر میں استعمال ہونے والی دوائی کے حوالے سے عوام و خواص شکوک و شبہات کا شکار ہیں۔ کچھ لوگ اس دوائی کے استعمال کو جائز قرار دیتے ہیں تو کچھ ناجائز۔ جس طرح یہ مسئلہ سنگین ہے اسی طرح یہ اختلاف بھی سنگین صورت حال اختیار کرتا جارہا ہے، حالانکہ چاہیے تو یہ تھا کہ اس مسئلے کی سنگینی کو سامنے رکھتے ہوئے اس کا کوئی ایسا حل تلاش کیا جاتا جس میں کسی قسم کے اختلاف کی کوئی صورت باقی نہ رہتی۔ مگر موجودہ حکومت اور سابقہ حکومتیں اس مسئلے میں مسلسل سستی اور کوتاہی کا شکار ہیں۔ تمام حکومتوں نے اس مسئلے کا کوئی حتمی حل نکالنے کے بجائے صرف اس مہم کی سپورٹ کی ہے جس وجہ سے آئے دن لوگوں کا اس مہم سے اعتبار اٹھتا جارہا ہے۔ ذیل میں ہم اس حوالے سے چند گزارشات پیش کرنے کی جسارت کریں گے۔ ان گزارشات میں ہم کوشش کریں گے کہ مسئلے کی سنگینی کو سامنے رکھتے ہوئے اس کا کوئی حتمی حل پیش کیا جائے تاکہ عوام و خواص میں پھیلے ہوئے شکوک وشبہات کا ازالہ ہوسکے اور کوئی حتمی لائحہ عمل تشکیل دیا جاسکے۔

پولیو، تعریف اور علامات

پولیو ویکسین کے حوالے سے گفتگو کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ فی نفسہ پولیو کی تعریف اور علامات بیان کردی جائیں۔

تعریف: دراصل پولیو ایک وائرس ہے جو اعصاب پر حملہ آور ہوکر انھیں متاثر کرتا ہے۔ یہ وائرس جس حصے پر حملہ کرتا ہے اسے ناکارہ بنادیتا ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ یہ وائرس ایک بچے سے دوسرے بچے میں منتقل ہوسکتا ہے۔ زیادہ تر یہ وائرس موسمِ گرما میں اثرانداز ہوتا ہے۔

علامات پولیو کی ابتدائی علامات درج ذیل ہیں: بخار، تھکن، سردرد، پٹھوں میں درد، الٹیاں یا قے اور گردن میں تناؤ۔

پولیو ویکسین کے بارے شکوک و شبہات

پولیو ویکسین کے حوالے سے عوام و خواص میں بہت سے شکوک و شبہات پائے جاتے ہیں۔ انھی شکوک و شبہات کی بنا پر لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد اپنے بچوں کو پولیو کے قطرے پلانے پر رضامند نہیں ہے۔ اس حوالے سے افسوسناک صورتحال یہ ہے کہ حکومت نے ابھی تک ایسا کوئی لائحہ عمل اختیار نہیں کیا جس کی وجہ سے لوگوں کے ذہنوں میں موجود تمام قسم کے شکوک و شبہات رفع ہوسکیں۔ البتہ اس حوالے سے حکومت اور متعلقہ اداروں نے صرف یہ کاوش کی ہے کہ علمائے کرام سے پولیو ویکسین کی حمایت میں فتوے لے کر اپنے تمام ورکرز کے ہاتھ میں تھمادیے ہیں جنھیں دکھا کر وہ لوگوں کو اعتماد میں لینے کی کوشش کرتے ہیں۔ علماء کا مقام بجا اور ہم اس کے قائل و فاعل بھی ہیں مگر یہاں مسئلہ طبی ریسرچ کا ہے نہ کی شرعی ریسرچ کا۔ علمائے کرام نے اگر فتویٰ دیا ہے تو خود ریسرچ کرکے نہیں دیا بلکہ بعض ڈاکٹرز حضرات کی زبانی یقین دہانی کو مدنظر رکھتے ہوئے فتویٰ جاری کیا ہے۔ جبکہ اس مسئلے کی نوعیت اس بات کی متقاضی ہے کہ اس کی طبی ریسرچ کی جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ جب ایک عام آدمی مذکورہ ویکسین کے حوالے سے پائے جانے والے شکوک و شبہات سنتا ہے تو فوراً ان پر یقین کرلیتا ہے اور اپنے بچوں کو کسی صورت یہ قطرے پلانے پر تیار نہیں ہوتا۔ مذکورہ ویکسین کے حوالے سے سب سے زیادہ جو شبہ لوگوں میں پایا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ ویکسین بچے کی تولیدی حیثیت پر اثرانداز ہوتی ہے۔ جس بچے کو یہ قطرے پلادیے جائیں وہ بلوغت کے بعد اس قابل نہیں رہتا کہ وہ کسی بچے کے جنم کا سبب بن سکے۔ اس کی تولیدی حیثیت بالکل ختم ہوکر رہ جاتی ہے۔ یعنی پولیو قطرات کے ذریعے قوم کو بانجھ بنانے کی سازش کی جارہی ہے۔ اس شبہے کو اگر ایک شبہے تک ہی محدود رکھا جائے تو پھر تو اس کی کوئی حیثیت نہیں رہ جاتی۔ مگر اس حوالے سے اہم بات یہ ہے کہ یہ شبہ ایک تحقیق کا آئینہ دار ہے جس کے محقق نائیجیریا کے معروف فارماسیوٹیکل سائنٹسٹ ڈاکٹر ہارونا کائٹا ہیں۔ ڈاکٹر موصوف سے جب ان کی اس ریسرچ کے بارے میں معلوم کیا گیا تو فرماتے ہیں: ''اورل پولیو ویکسین میں ہم نے جن بعض اجزا کی ملاوٹ دریافت کی وہ انتہائی نقصان دہ اور نشہ آور ہیں اور چند ایسے ہیں جو براہِ راست انسان کے نظامِ تولید کو متاثر کرتے ہیں۔ جس

سے وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ نائیجیرین بچوں کو پولیو سے محفوظ بنانے کی یونیسیف کی مہم دراصل پوری قوم کو بانجھ بنانے کی سازش ہے۔" موصوف نے جب اپنی ریسرچ کا نتیجہ بیان کیا تو اس وقت بین الاقوامی اداروں کے نمائندے بھی شامل تھے۔ اس شبہے کو اس بات سے بھی تقویت ملتی ہے کہ ڈاکٹر ہارونا کائٹا کی اس ریسرچ کے بعد 9 سال کا ایک طویل عرصہ گزرنے کے باوجود آج تک ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن (WHO) کی جانب سے اس تحقیق کا جواب نہیں دیا گیا۔ اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ ڈاکٹر ہارونا کائٹا کی یہ تحقیق ٹھوس دلائل پر مبنی تھی تبھی تو اس کا جواب دینے سے عالمی ادارہ بھی کنی کترا رہا ہے۔ یہ وہ بنیادی خدشہ ہے جو لوگوں کے دلوں پر اس قدر اپنے گہرے اثرات جمائے ہوئے ہے کہ ایک کثیر تعداد اپنے بچوں کو پولیو ویکسین پلانے پر چنداں تیار نہیں ہے۔ اس خدشے کو اس بات سے بھی تقویت ملتی ہے کہ پولیو کی ذمہ داری انھی لوگوں کو دی گئی ہے جن کو خاندانی منصوبہ بندی کا ہدف دیا گیا تھا۔ جب اس خواب کو بکھرتے ہوئے دیکھا گیا تو اس کے متبادل پولیو مہم کا آغاز کیا گیا جس کی آڑ میں غیر محسوس طریقے سے خاندانی منصوبہ بندی ہی کے ٹارگٹ کو پورا کیا جا رہا ہے۔

ایک دوسرا بنیادی خدشہ پولیو ویکسین کے حوالے سے یہ ہے کہ پولیو ویکسین کی تیاری میں کچھ ایسے اجزا شامل کیے گئے ہیں جو نہ تو شرعی طور پر جائز ہیں اور نہ ہی طبی طور پر درست۔ امریکی ڈاکٹر جوزف مرکولا نے اپنی تحقیق میں یہ انکشاف کیا تھا کہ پولیو ویکسین میں "منکی وائرس" موجود ہے۔ ویکسین میں بندر کے گردوں کے خلیات استعمال کیے جاتے ہیں۔ پولیو کی تائید میں لکھنے والے بعض افراد نے اس شبہے کی نفی کی ہے اور کہا ہے کہ یہ صرف ایک پروپیگنڈہ ہے حقیقت کچھ نہیں ہے۔ البتہ بعض کا کہنا ہے کہ اگر اس قسم کے خلیات استعمال کیے بھی گئے ہیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ حضرات دلیل کے طور پر قرآن کی اس نص کو پیش کرتے ہیں جس میں موت سے بچنے کی خاطر حرام کھانے کا ذکر ہے۔

منکی وائرس کو اگر طبی حوالے سے دیکھا جائے تو ڈاکٹر جوزف مرکولا کا کہنا ہے کہ منکی وائرس بچوں اور بڑوں میں دماغ، پھیپھڑے اور ہڈیوں کے کینسر کا سبب بنتا ہے۔ اگر شرعی اعتبار سے اس کا جائزہ لیا جائے تو بھی ان خلیات کا استعمال جائز نہیں ہے۔ شریعت نے جو حرام کھانے کی اجازت دی ہے وہ جان بچانے کی خاطر ہے۔ یعنی جب بھوک کی شدت ہو، کھانے پینے کے لیے کوئی حلال چیز میسر نہ ہو اور موت واقع ہونے کا خدشہ ہو تو ایسی صورت میں بندہ حرام چیز استعمال کر سکتا ہے مگر صرف جان بچانے کی حد تک۔ علاج کی نیت سے حرام اشیاء کا استعمال شرعاً ممنوع ہے۔ بہت ساری احادیث اور آثار صحابہ اس پر دلالت کرتے ہیں۔

لہٰذا علاج کی خاطر حرام اشیاء کا استعمال ناجائز ہے۔ پولیو انتظامیہ کی جانب سے اس شبہے کا رد تو کیا جاتا ہے مگر ایسی کوئی تحقیق پیش نہیں کی گئی جس میں باقاعدہ طور پر اس شبہے پر ریسرچ کی گئی ہو۔ ہمارے ایک دوست کے ہاں جب پولیو ٹیم قطرے پلانے پہنچی تو انھوں نے اسی شبہے کا اظہار کیا اور کہا کہ میں آپ کے لیے "بندر بریانی" تیار کرواتا ہوں آپ وہ کھالیں تو میں اپنے بچوں کو منکی وائرس سے متاثرہ پولیو ویکسین پلا لیتا ہوں۔ جب انھوں نے یہ بات کہی تو پولیو ٹیم سے اس کا کوئی جواب نہ بن پایا اور آخر کار بات مقدمے کی دھمکی تک جا پہنچی۔ بہر حال اس حوالے سے بھی حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ایسا مضبوط لائحہ عمل طے کرے جس سے اس خدشے کی نفی ہو بصورت دیگر کوئی مسلمان اپنے بچوں کو حرام پلانے پر تیار نہیں ہوگا۔

علاوہ ازیں ایک شبہ یہ بھی موجود ہے کہ پاکستان میں بہت سی بیماریاں اور وبائی امراض موجود ہیں، ان سب میں سے صرف "پولیو" ہی خلاف مہم جوئی ہے باقی کے خلاف کیوں نہیں۔ یہاں دل کی بیماریوں سے، کینسر جیسے موذی مرض سے، گردوں اور جگر کے امراض سے بہت سی اموات واقع ہوتی ہیں مگر WHO ان کے خاتمے کے لیے کوئی مہم نہیں چلاتی!!! بی بی سی کی تازہ رپورٹ کے مطابق سہولیات نہ ہونے کی وجہ سے دورانِ زچگی بچوں کے فوت ہونے کی شرح پاکستان میں سب سے زیادہ ہے۔ اگر امریکہ یا WHO کو اس قدر پاکستانی بچوں کی پروا ہے تو پھر اس حوالے سے انتظامات کیوں نہیں کیے جاتے؟

محترم قارئین! یہ وہ بنیادی شکوک وشبہات ہیں جس کی وجہ سے پولیومہم ناکامی کا شکار ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی ایسے شکوک و شبہات ہیں جو اس مہم کی ناکامی کا سبب ہیں۔ جب ہم اس مہم پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہیں وہ تمام شکوک وشبہات سر اٹھائے کھڑے نظر آتے ہیں۔ عرصہ دراز سے جاری یہ مہم ابھی تک اپنے نتائج آزمائے جانے سے قاصر ہے۔ وہ علاقے جن میں بڑے زوروشور سے اس مہم کو چلایا جارہا ہے وہاں بھی پولیو کیسز سامنے آرہے ہیں۔ بی بی سی کی رپورٹ کے مطابق 2014ء کے شروع ہی میں 24 کیسز سامنے آچکے ہیں۔ اسی طرح ان بچوں میں بھی پولیو کے اثرات پائے گئے ہیں جن کو باقاعدہ یہ قطرے پلائے جاتے رہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر یہ ویکسین پولیو کے خاتمے کے لیے ہے تو پھر وہ بچے اس کا شکار کیوں ہوئے ہیں جو باقاعدہ ویکسین لیتے رہے ہیں؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جو حل طلب ہے۔ حال ہی میں پاکستان کے معروف ٹی وی چینل ''جیو'' کے ایک پروگرام میں ڈاکٹر ظفر اعجاز ای۔ڈی۔او ہیلتھ کا کہنا تھا: ''جن بچوں کو قطرے پلانے کے باوجود پولیو ہوگیا، ہوسکتا ہے ان تک پہنچنے والی ویکسین صحیح نہ ہو۔'' ڈاکٹر موصوف کی یہ بات قابل غور ہے اور اس طرف فوری توجہ دیے جانے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح بہت سارے کیسز ایسے بھی ریکارڈ پر موجود ہیں کہ جن بچوں کو یہ ویکسین دی گئی وہ مختلف بیماریوں کا شکار ہوگئے تھے۔ جب اس انفیکشن کے حوالے سے معلومات اکٹھی کی گئیں تو یہ بات سامنے آئی کہ اس کی ایک بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں پولیو ویکسین منہ کے ذریعے دی جاتی ہے۔ ترقی یافتہ ممالک میں جب منہ کے ذریعے دی جانے والی ویکسین کے برے اثرات سامنے آئے تو وہاں اس پر پابندی لگادی گئی اور باقاعدہ انجیکشن کے ذریعے ویکسین جسم میں پہنچانے کا بندوبست کیا گیا مگر افسوس کہ ہمارے ہاں ابھی تک وہی طریقہ رائج ہے جس کی وجہ سے بچے مختلف بیماریوں کا شکار ہورہے ہیں۔ یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ یورپی ممالک میں بذریعہ انجیکشن صرف پانچ خوراکیں دی جاتی ہیں مگر پاکستانی بچوں کے لیے ایسا کوئی ضابطہ نہیں ہے۔ پہلے یہ مہم ماہانہ بنیاد پر ہوتی تھی مگر اب تو آئے دن ہیلتھ ورکرز دروازوں پر کھڑی نظر آتی ہیں۔ وہی ویکسین کہ جس کی ترقی یافتہ ممالک کے بچوں کو صرف پانچ خوراکیں دی جاتی ہیں ہمارے ہاں اسی ویکسین کی بے شمار خوراکیں دی جارہی ہیں مگر اس کے باوجود وہ نتائج حاصل نہیں ہورہے جو کہ اس مہم کا ہدف تھے۔ یہاں ایک یہ سوال بھی قابل التفات ہے کہ ترقی یافتہ ممالک اور ترقی پذیر ممالک کے مابین اس قدر اونچ نیچ کیوں ہے؟ ہمارے ہاں اتنی تیزی سے بچوں کو یہ ویکسین کیوں دی جارہی ہے؟ آیا یہ کسی سازش کا حصہ ہے یا کہ دوائی نقل ہے جو اپنا کام ہی نہیں کرپارہی؟ اس بات کا انکشاف تو ایک ہیلتھ ورکر نے بھی کیا تھا کہ کثرت کے ساتھ پولیو ویکسین پلانے کی وجہ یہ ہے کہ ویکسین صحیح نہیں آرہی جس کی وجہ سے کیسز سامنے آرہے ہیں۔ اگر واقعی ہی ایسا ہے تو پھر یہ قابل غور بات جس کی طرف پہلی ہی فرصت میں دھیان دینا حکومت وقت کی ذمہ داری ہے۔ اس حوالے سے پولیو مہم سے متعلقہ ایک ڈاکٹر کا بیان بھی ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں کہ بعض بچوں کے پولیو کا شکار ہونے کی وجہ ویکسین کا صحیح نہ ہونا بھی ہوسکتا ہے۔

کیا پولیو ویکسین ٹیسٹڈ ہے......؟

کسی بھی حکومت یا ادارے کا یہ اخلاقی فرض ہے کہ جب وہ اپنے عوام کے لیے کسی بھی قسم کی ویکسین، ٹیبلٹ یا کوئی اور چیز کسی ملک یا ادارے سے وصول کریں تو پہلے اسے ہر اعتبار سے ٹیسٹ کیا جائے۔ اس ٹیسٹ میں یہ بات سرفہرست ہو کہ ویکسین میں کیا کیا اجزاء شامل ہیں اور کن کن مراحل سے گزر کر وہ دوائی تیار ہوئی ہے؟ تیاری کے بعد جو ویکسین ہمارے ہاں پہنچ رہی ہے وہ کس حالت میں ہے؟ آیا وہ قابل استعمال ہے یا کہ نہیں؟ یعنی ہر اعتبار سے اسے ٹیسٹ کرنا حکومت اور متعلقہ اداروں کی ذمہ داری ہے۔ مگر قربان جایئے حکومت اور متعلقہ اداروں پر کہ پاکستان میں استعمال ہونے والی ویکسین نہ تو اس اعتبار سے ٹیسٹ کی گئی ہے کہ اس میں کیا کیا اجزاء شامل ہیں اور نہ ہی پاکستان میں ایسا کوئی انتظام ہے کہ اسے ٹیسٹ کیا جاسکے۔ یہ کیسا اندھا دھند اعتماد ہے کہ جو چیز پاکستان کے بچے بچے کو پلائی جارہی ہے ابھی تک اسے ٹیسٹ کرنے کی ضرورت ہی

محسوس نہیں کی گئی۔ معلوم نہیں اس ویکسین کے ٹیسٹ نہ کرنے کی وجہ اس کی مفت تقسیم ہے کہ اگر اسے ٹیسٹ کرنے کا مطالبہ کردیا تو یہ مفت ملنا بند کردی جائے گی یا اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے اداروں نے ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن (WHO) کا کلمہ پڑھ رکھا ہے کہ وہ جو چیز دے دے اس کو ویسے ہی استعمال کرنا فرض ہے؟ یہ کس قدر ڈھٹائی کی بات ہے کہ مختلف حلقوں کی طرف سے اعتراضات اور شکوک و شبہات کے باوجود متعلقہ ادارے اس ویکسین کو ٹیسٹ کروانے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہیں۔

محترم قارئین! پاکستان میں پولیو ویکسین کے ٹیسٹ کا انتظام نہ ہونے کی بات اگر صرف میری ہوتی تو اس میں کچھ وزن نہ ہوتا مگر چونکہ یہ انکشاف میڈیکل سے متعلقہ ادارے کے ایک اعلیٰ عہدیدار نے کیا ہے، اس لیے یہ انکشاف اپنے اندر ایک وزن رکھتا ہے۔ جیو کے ایک پروگرام ''ہم عوام'' میں ڈاکٹر سیف الرحمٰن، ڈپٹی کمشنر سینٹرل ایک سوال کے جواب میں کہتے ہیں: ''پاکستان میں ایسا کوئی انتظام نہیں ہے کہ ہم پولیو ویکسین کو ٹیسٹ کرسکیں۔ بلکہ ہمیں جو چیز جس طرح دی جاتی ہے ہم اس پر ایمان لے آتے ہیں۔''

یعنی کس قدر اچنبھے کی بات ہے کہ عرصہ دراز سے چلائی جانے والی مہم میں استعمال ہونے والی ویکسین کو ٹیسٹ کرنے کے لیے پاکستان میں ایسا کوئی بندوبست ہی نہیں اور صرف WHO پر اعتماد کرکے اندھادھند ویکسین پلائی جارہی ہے۔ اس پر جس قدر

ابوعبداللہ

دارُالسلام

انعامی کوئز پروگرام

Sh.Siddiq7@Gmail.com

ماہِ مارچ کے درست جوابات

① منافقین کے بارے میں فرمایا کہ آپ ان کے لیے ستر مرتبہ بھی دعا کریں تو اللہ معاف نہیں کرے گا۔

② رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم جہاں کہیں بھی ہو اللہ کا ڈر اپنے دل میں رکھو۔'' (جامع الترمذي: 1987)

③ عبداللہ بن عباس، حسن وحسین رضی اللہ عنہم۔

④ قراردادِ پاکستان 23 مارچ 1940ء کو پیش کی گئی۔

بذریعہ قرعہ اندازی 6 ماہ کے لیے فری رسالہ پانے والوں کے نام

محمد ارشد (اوکاڑا) حافظ طلحہ احسان (حافظ آباد) انعام الرحمٰن، اکرام الحق (خوشاب) ڈاکٹر شبیر احمد انصاری (سکھر) یاسر عدیل، حامد علی (فیصل آباد) محمد صہیب، عثمان غنی (کوٹ رادھا کشن) حافظ عبدالماجد (لاہور)

عبارتیں ڈھونڈیں انعام پائیں

① آج کے بعد بھی میں کبھی جھوٹ نہیں بولوں گا بلکہ سچ بولوں گا۔

② جب ایک عورت حجاب پہنتی ہے تو وہ ان کی بلین ڈالرز کی انڈسٹری پر لات مارتی ہے۔

③ بیٹا! تم علم دین حاصل کرو، میں سوت کات کر تمھارے اخراجات پورے کروں گی۔

④ عربی کی تعلیم اور عربی اذان پر پابندی لگادی۔

بچوں کے لیے انعامی کوئز

① اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے: ''تم سب کے سب فقیر ہو۔'' یہ کس جگہ ہے؟

② کن لوگوں کے بارے میں ہے کہ وہ جہنم کے کتے ہیں۔

③ نبی ﷺ نے اپنی زندگی کا جو آخری لشکر تشکیل دیا تھا وہ کس نام سے معروف ہے؟

④ خواتین میں سب سے پہلے کس نے اسلام قبول کیا؟

افسوس کیا جائے کم ہے۔

دعوت فکر

محترم قارئین! پولیو ویکسین کے حوالے سے عوام و خواص میں پائے جانے والے چند شکوک وشبہات کو ہم نے ذکر کیا ہے۔ یہ شکوک وشبہات ایک سنگین صورت حال اختیار کرتے جارہے ہیں۔ اگر حکومت اس معاملے میں مخلص ہے تو پھر اسے ایک قدم آگے بڑھنا ہوگا۔ سب سے پہلے حکومت کو یہ کرنا ہوگا کہ ایک ایسا پینل تشکیل دیا جائے جو ان لوگوں پر مشتمل ہو جو اس مہم کی مخالفت کرنے والے اور اس کی تائید کرنے والے ہیں۔ پھر اس پینل میں شامل تمام ڈاکٹرز حضرات کو پولیو ویکسین پر ریسرچ کے لیے اس ملک روانہ کیا جائے جہاں وہ مکمل آزادی کے ساتھ بغیر کسی دباؤ کے اس پر ریسرچ کریں۔ وہاں انھیں تمام سہولیات دی جائیں تاکہ وہ عمیق نظر سے اس ویکسین پر ریسرچ کریں کہ اس میں کون کون سے اجزاء شامل ہیں۔ پھر جو نتیجہ نکلے اسے بغیر کسی ردوبدل کے اخبارات میں شائع کیا جائے۔ اگر تو اس میں کچھ مضر اجزاء موجود ہوں تو اس مہم کو فوری طور پر روک دیا جائے۔ اور اگر وہ تمام اجزاء جن کے بارے میں لوگوں میں شکوک وشبہات پائے جاتے ہیں، موجود نہ ہوں پھر وہ ریسرچ لوگوں کے سامنے پیش کی جائے اور انھیں اعتماد میں لیا جائے۔ اگر بااعتماد ڈاکٹرز پر مشتمل پینل یہ ریسرچ کرلے تو یقیناً یہ مسئلہ حل ہوسکتا ہے جو ایک سنگین حالت اختیار کرتا جارہا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ حکومت اور متعلقہ اداروں کو یہ کام بھی کرنا ہوگا کہ وہ تمام افراد جن کو اس مہم کے ابتدائی عرصے میں قطرے پلائے گئے تھے ان کا ایک ریکارڈ تیار کیا جائے۔ پھر ان میں سے جن افراد کی اب شادی ہوچکی ہے ان کا ایک ریکارڈ تیار کیا جائے کہ ان پر پولیو ویکسین نے کیا اثرات چھوڑے ہیں، آیا ان کی اولاد ہے یا نہیں؟ وہ پولیو ویکسین کے اثرات کی وجہ سے اولاد سے محروم ہیں یا اولاد کی نعمت انھیں میسر ہے؟ جن افراد کے ہاں اولاد نہیں ہوئی اس کا سبب پولیو ویکسین ہی ہے یا کوئی اور سبب ہے؟ اگر اس حوالے سے کام کرلیا جائے تو یہ ایک ایسی کاوش ہوگی جو بہت سارے مسائل کو حل کردے گی۔

اسی طرح منکی وائرس کے حوالے سے بھی خصوصی ریسرچ کی جائے۔ اگر ویکسین میں منکی وائرس کے اثرات موجود ہیں تو پھر علاج کی نیت سے اسے ہرگز سند جواز سے نہیں نوازا جاسکتا۔ بچوں کو پولیو قطرے ضرور پلائے جائیں مگر پولیو کی آڑ میں حرام خوراک ہرگز نہ دی جائے۔

عوام وخواص میں یہ بات بھی زبانِ زدعام ہے کہ پولیو ویکسین کفار کی طرف سے ایک سازش ہے۔ وہ اس کے ذریعے مختلف بیماریاں پھیلانا چاہتے ہیں جیسا کہ ماضی میں یہ سب کچھ ہوتا رہا ہے۔ اس لیے پینل میں موجود ڈاکٹرز حضرات اس بارے میں بھی ریسرچ کریں کہ مذکورہ ویکسین میں ایسے اجزاء تو شامل نہیں ہیں جو دیگر نئی نئی بیماریوں کا سبب بنیں اور پھر دشمن ان بیماریوں کے علاج کے لیے مہنگی ادویات ہمیں فروخت کرے۔ بعد میں پتہ چلے کہ مفت تقسیم کی جانے والی ویکسین کی قیمت بھی وہ ہم سے ان ادویات کی قیمتوں میں وصول کرلے۔

حکومت اور متعلقہ اداروں کو فی الفور اپنی یہ ذمہ داری ادا کرنی چاہیے ورنہ ایک مسلمان اپنے بچوں کو ایسی ویکسین پلانے پر ہرگز تیار نہیں ہوگا۔ جو والدین ان وجوہات کی بنا پر اپنے بچوں کو قطرے نہیں پلاتے حکومت کو ان کے بارے ہرگز یہ حق نہیں پہنچتا کہ ان کو زبردستی قطرے پلائے یا ان پر مقدمات درج کیے جائیں۔ آئے روز جو پولیو ٹیموں پر حملے ہورہے ہیں اس کی بنیادی وجہ بھی یہی ہے کہ لوگ اس حوالے سے شکوک وشبہات کا شکار ہیں۔ یہ شکوک وشبہات حق ہیں یا ناحق؟ اس بارے میں عوام کو اعتماد میں لینا حکومت اور متعلقہ اداروں کی ذمہ داری ہے جو اسی صورت ممکن ہوگا جب مذکورہ تجاویز پر سنجیدگی سے عمل درآمد ہوگا۔ اگر سیکورٹی کی نگرانی میں اور مقدمات کی دھمکیاں دے کر بچوں کو قطرے پلائے جانے کا عمل یوں ہی جاری رہا تو پھر حالات سدھرنے کے بجائے مزید بگڑتے چلے جائیں گے۔ جب یہ بات ریکارڈ پر ہے کہ پولیو قطرے پلانے کے باوجود بچے پولیو کا شکار ہوئے ہیں تو پھر ایک حتمی ریسرچ سامنے آنے تک اس مہم کو چند دنوں کے لیے روک لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

قسط: 2

عبدالمالک مجاہد

شام ... خون آشام

وہ کون سی صبح ہوگی جب آنکھیں پرامن ''شام'' دیکھیں گی!!

میں نے ملک شام کو ترقی کرتے دیکھا، شہر سے باہر ''بوابہ دمشق'' نامی ریسٹورنٹ میں سیکڑوں کی تعداد میں کرسیاں لگی ہوتی تھیں۔ یہاں چھوٹی چھوٹی مصنوعی ندیاں بنائی گئی ہیں جن میں پانی کے ساتھ ساتھ مچھلیاں بھی تیرتی ہیں۔ عربوں کے کھانوں کی ایک خوبی یہ ہے کہ یہ بہت زود ہضم اور ہلکے پھلکے ہوتے ہیں۔ تیل بہت کم استعمال کرتے ہیں اور مرچ مسالے کا کوئی تصور نہیں۔ عموماً کھانوں میں مشویات، یعنی کوئلوں پر بھنی ہوئی غذائیں چلتی ہیں۔ سلاد کی ان گنت اقسام ہیں۔ ہم ٹیبل پر بیٹھتے تو ''حمص، فتوش، بابا غنوج، فتہ، فتہ بالزیت اور سلاد جیسی چیزوں سے ٹیبل سج جاتے۔ گرما گرم روٹی بڑی مزیدار اور نہایت باریک پتلی، منہ میں ڈالتے ہی گھل جانے والی ہوتی ہے۔ عرب ممالک میں روٹی ہماری تنوری طرز پر نہیں بنتی بلکہ یہ آٹومیٹک پلانٹوں پر بنائی جاتی ہے۔ جب ہم بیروت سے دمشق واپس آئے تو راستے میں روٹی کے ایسے کئی پلانٹ لگے ہوئے تھے۔ ڈرائیور اور سواریاں روٹیوں کے بنڈل اٹھا کر لے آتے۔ عربی زبان میں وہ انھیں ''ربطہ'' بولتے ہیں۔ خیر یہ بات پورے وثوق کے ساتھ لکھ سکتا ہوں کہ جو مزیدار کھانے میں نے دمشق اور بیروت میں کھائے ہیں اور کہیں نہیں کھائے، خصوصاً کھانے کھلانے کا جو ذوق اور طریقہ ان ممالک میں ہے وہ کہیں نہیں کہ باوردی مؤدب خادم آپ کے سر پر کھڑا ہے، آپ نے ذرا سا اشارہ کیا، اس نے مطلوبہ چیز فوراً حاضر کردی۔

میں نے جس زمانے میں دمشق جانا شروع کیا اس وقت شام میں حافظ الاسد کی حکومت تھی۔ شروع شروع میں مساجد بالکل خالی تھیں۔ نوجوان تو بہت کم نظر آتے تھے۔ چند بوڑھے بوڑھے لوگ مساجد میں ہوتے تھے۔ ہم جیسے سیاحوں کو بھی میزبان اشاروں کنایوں میں یہی تلقین کرتے تھے کہ ہوٹل کے کمرے ہی میں نماز ادا کرلیں تو بہتر ہے، کیونکہ یہاں کی انٹیلی جنس شکاری کتوں کی طرح نمازیوں کے پیچھے پیچھے ہوتی ہے۔ پھر ایک دور آیا جب یہاں آہستہ آہستہ حالات بہتر ہونے لگے اور مساجد نوجوانوں سے بھرنا شروع ہوگئیں۔ پھر میں نے وہ دور بھی دیکھا کہ جب مساجد میں بہت کم جگہ خالی نظر آتی تھی۔ شہر میں محدثین کے حلقے پھر سے قائم ہوگئے۔ جگہ جگہ معہد الاسد للتعلیم کے نام سے ادارے کھل گئے۔ میں نے متعدد بار اس وزیر کو خراج تحسین پیش کیا جس کی ذہانت کی بدولت شام میں قرآن کریم کی تعلیم کا سلسلہ بحال کیا گیا۔ شام پر مختلف ادوار میں بڑے مشکل اوقات بھی آئے۔ 1980ء کے بعد اس ملک میں تمام مدارس کو بند کردیا گیا، مگر آخر کب تک؟ قرآن کریم کی تعلیم تو ہر دور میں، ہر قسم کے مشکل حالات میں بھی چلتی رہی۔ شام کے وزیر مذہبی امور نے حافظ الاسد کو ایک ملاقات میں کہا: ہم آپ کے نام کو اجاگر اور زندہ رکھنا چاہتے ہیں۔ اس نے پوچھا وہ کیسے؟ کہنے لگے: ہم آپ کے نام سے ملک بھر میں انسٹی ٹیوٹ کھولیں گے۔ آپ کا نام ہر گلی ہر بازار میں ہوگا۔ سوال ہوا: کیا نام رکھوگے؟ جواب دیا گیا: ہم «معهد الأسد للتعليم» کے نام سے ادارے

بنائیں گے۔ اس نے موافقت ظاہر کر دی۔ اس طرح پورے ملک میں معہدالاسد کے نام سے ادارے کھل گئے۔ جن میں آہستہ آہستہ قرآن کریم بھی پڑھایا جانے لگا۔ وہ وزیر تو اپنے رب کے پاس جا چکا ہوگا، مگر اس کی ذہانت کی بدولت ایک اچھا کام ہوگیا۔ مجھے اس قسم کے حلقات میں جانے کا اور انھیں قریب سے دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ دمشق میں لوگوں نے قرآن کریم کے بڑے بڑے خوبصورت حلقات قائم کرر کھے تھے۔ بدقسمتی سے اب پھر شام کے حالات حافظ الاسد کے دور سے بھی کہیں بدتر ہو چکے ہیں۔

میں کئی مرتبہ سوچتا ہوں: الٰہی! وہ دن کب آئے گا جب اہل شام کوسکون اور امن ملے گا۔ انھیں اس بدبخت اور بدکردار حکومت سے نجات ملے گی۔شام پر بشار الاسد کی سربراہی میں نصیری فرقے سے تعلق رکھنے والے لوگ عوام پر ڈنڈے کے زور سے مسلط ہیں، حالانکہ یہ لوگ تعداد کے لحاظ سے ایک معمولی اقلیت میں ہیں۔ اس فرقے کے عقائد کے بارے میں اتنا ہی جان لینا کافی ہے کہ ان کو شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ نے کافر قرار دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام ابن تیمیہ کی تمام کتب پر شام میں پابندی ہے۔

دمشق سے کوئی پندرہ بیس کلومیٹر کے فاصلے پر یہاں کے مالدار لوگوں نے خوبصورت ''کارڈن'' (Cordon) بنا رکھے ہیں۔ ہمارے ایجنٹ یاسر طباع کے بہنوئی مازن نے بھی یہاں کچھ فارم ہاؤس بنا رکھے ہیں۔ایک مرتبہ مجھے بھی اس فارم ہاؤس میں جانے کا اتفاق ہوا تھا۔ان دنوں گرمیوں کا موسم تھا۔ میں یاسر کے ساتھ اس کی مرسڈیز گاڑی میں جب فارم ہاؤس کی طرف روانہ ہوا تو ہمارا رخ جنوب کی طرف اردن کی سرحد کی جانب تھا۔دو رویہ سڑک کے اردگرد زیتون کے درخت اپنی بہار دکھا رہے تھے۔ زیتون کا شجر مبارک ہوتا ہے۔ یہ درخت سو سال تک زندہ رہتا ہے۔مازن کا فارم ہاؤس دمشق سے کوئی بیس کلومیٹر دور تھا۔ اس پورے علاقے میں ہی ہر جگہ امراء نے فارم ہاؤس بنا رکھے ہیں۔ ان کی بیرونی دیواروں سے ہی اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ اندر سے کتنے خوبصورت ہوں گے۔

اس علاقے میں پانی بہت وافر اور میٹھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں بڑی کثرت سے باغات اور کھیتیاں نظر آئیں۔ہم مازن کے فارم ہاؤس میں داخل ہوئے تو سامنے دو منزلہ خوبصورت عمارت نظر آئی۔ عمارت کی دائیں جانب کافی بڑا سوئمنگ پول جس کے دو حصے تھے۔ ایک بچوں کے لیے اور دوسرا بڑوں کے لیے سوئمنگ پول بڑا خوبصورت نظر آیا۔ ایک نوکر اس کی صفائی کررہا تھا۔ دائیں جانب خوبصورت ہٹ (Hut) بنا ہوا تھا جس پر باربی کیو کا سامان رکھا ہوا تھا۔ ایک ملازم کوئلے جلا رہا تھا۔ سامنے وسیع پارکنگ تھی۔ جیسے ہی اندر داخل ہوئے ہمارا بھرپور استقبال ہوا۔ مجھے سب سے اہم جگہ پر بٹھایا گیا۔ چائے اپنے لوازمات سمیت آگئی۔ یاسر کے ساتھ میرے تعلقات کی مدت بیس سال سے زیادہ ہے۔ میں بے شمار دفعہ اس کے گھر میں گیا ہوں، مگر ان کے گھر کی خواتین کم ہی میرے سامنے آئی ہیں۔

مازن کے فارم میں بلڈنگ کی پچھلی جانب بڑا خوبصورت گارڈن تھا جس میں انواع و اقسام کے پھول لگے ہوئے تھے۔ایک طرف سبزیاں لگی ہوئی تھیں۔ عمارت کی بائیں طرف فٹ بال کا گراؤنڈ بنا ہوا تھا جس میں چھوٹے چھوٹے بچے بڑے خوبصورت رنگ برنگے کپڑے پہنے فٹ بال کھیل رہے تھے۔ مازن نے میرا ہاتھ پکڑلیا اور کہنے لگا: عبدالمالک! آؤ، میں تمھیں فارم ہاؤس دکھاؤں۔اس میں بلاشبہ ایک ایک چیز بڑی خوبصورت اور قیمتی تھی۔ بلڈنگ کوئی بہت بڑی نہ تھی۔ نیچے بہت بڑا ہال تھا۔ ساتھ ہی متعدد باتھ روم اور مردوں، عورتوں کے لیے بیٹھنے کے لیے کمرے بنے ہوئے تھے۔ اوپر کی منزل میں متعدد بیڈ رومز تھے۔ بالکونی سے باہر، خصوصاً سوئمنگ پول کا منظر بہت اچھا لگا۔ مازن کہنے لگا: ہم جب بھی یہاں آتے ہیں تو ہماری کوشش ہوتی ہے کہ رات واپس دمشق جا کر اپنے گھر میں گزاریں۔ لمبے اونچے قد کا مازن خوب موٹا تازہ ہے، وزن 140 کلوگرام سے کم نہ ہوگا۔ اسی طرح یاسر بھی خاصے بھاری بھرکم جسم کا مالک ہے۔ اس کا وزن بھی 150 کلوگرام تو ہوگا ہی، مگر سبحان اللہ! شامیوں کی رنگت بہت خوبصورت اور بھلی لگتی ہے۔ یاسر سے میں نے بہت کچھ سیکھا، وہ لباس پر خوب توجہ دیتا ہے۔ ان کے گھروں کے اندر جانے کا اتفاق بھی ہوا۔ نہایت خوبصورت فرنیچر، صاف ستھرے گھر،

بلکہ اصل شامیوں کے گھر تو عجائب گھر کا نمونہ نظر آتے ہیں۔ خیر تھوڑی دیر کے بعد یاسر نے کپڑے تبدیل کیے اور سوئمنگ پول میں چھلانگ لگادی اور لگا مجھے للکارنے اور پچکارنے کہ تم بھی کپڑے تبدیل کرو اور آؤ، سوئمنگ پول کا لطف اٹھاؤ۔ پول کی ایک طرف بڑے ہی ماڈرن طریقے سے کپڑے تبدیل کرنے والی جگہ بنی ہوئی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں سوئمنگ پول میں تیر رہا تھا۔ تیرنے کی بات آئی ہے تو میں بتا دوں کہ میں نے کیلیانوالہ کے نالہ وگھ میں بچپن میں تیرنا سیکھا تھا۔ پھر جب حافظ آباد میں تھا تو دوآبہ رائس ملز کے ساتھ نہر لوئر چناب تھی۔ یہاں ہم گرمیوں میں نہر کے پل سے چھلانگیں لگایا کرتے تھے۔ میں بہت اچھا تیراک تو نہیں مگر اتنا کم بھی نہیں کہ بالکل تیر ہی نہ سکوں۔ نہر میں نہانے سے ڈر لگتا تھا مگر آدمی کی جب جھجک دور ہوجاتی ہے تو مزا بھی بہت آتا ہے۔

فارم کے ملازمین نے بڑے ہی مزیدار تکے، کباب اور نجانے کتنے کھانے تیار کرر کھے تھے۔ اب شامیوں کے گھروں میں انڈونیشین نوکرانیاں بھی موجود ہیں۔ ان کے یہاں بھی ایسی ہی تین نوکرانیاں ہیں جو گھر کی خواتین کے ساتھ مل کر کھانا مہیا کررہی تھیں۔ میں نے مازن سے کہا: واقعی تمھارا یہ فارم بے حد خوبصورت اور دل نشیں ہے۔ اس روز میں نے اندازہ کیا کہ آدمی جس قسم کی سہولیات کا تصور کرسکتا ہے وہ سب یہاں موجود تھیں۔

شام ہونے تک ہم اس خوبصورت ماحول سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ کھانے کے بعد چائے، قہوہ، مزیدار فروٹ اور انواع واقسام کی شامی مٹھائیاں مہمانوں کی ضیافت کے لیے موجود تھیں۔ یاسر مجھے کہنے لگا: ہم لوگ کم وبیش ہر روز یہاں آتے ہیں اور اسی طرح وقت گزارتے ہیں۔ جب ہم واپس ہوئے تو رات کے دس بج چکے تھے۔

شہر دمشق سے وابستہ یادیں

میں نے دمشق کے حوالے سے لکھنا شروع کیا تو یادوں کے دریچے کھلتے چلے گئے۔ دمشق بلا شبہ بہت پرانا اور خوبصورت شہر ہے۔ ایک دن میں نے اپنے میزبانوں سے کہا: میرا جی پرانے شہر کی سیر کرنے کو چاہتا ہے۔ یہ سردیوں کے دن تھے۔ اس زمانے میں سردی معمول سے کچھ زیادہ پڑتی تھی۔ اندرون دمشق بالکل اندرون لاہور کی طرح ہے۔ اندرون شہر شامی حلویات بنتی ہیں۔ ایک بازار میں اکٹھی چار پانچ دکانیں ہیں۔ شامیوں نے کیا خوبصورت ڈیکوریشن کی ہوئی تھی۔ بجلی کے قمقموں کی تیز روشنی سے دکانوں کی خوبصورتی میں مزید اضافہ ہوگیا تھا۔ ایک اہم چیز جو قابل ذکر ہے وہ اس ماحول کی صفائی تھی۔ کیا مجال کہ آپ کو وہاں حشرات نظر آجائیں۔ کاجو، بادام اور چلغوزوں سے بنی ہوئی یہ شامی مٹھائیاں دنیا بھر میں معروف ہیں۔ یاسر جب بھی ریاض آتا، شامی حلویات کے کئی ڈبے ہمراہ لاتا۔ اسی طرح جب میں شام جاتا تو کم از کم چھ سے آٹھ ڈبے میرے سامان میں ضرور رکھوا دیتا۔ میں انھیں دارالسلام کے سٹاف میں تقسیم کرتا اور مہمان آتے تو انھیں بڑے شوق سے پیش کرتا۔ یاسر اور میں اندرون دمشق کی سیر کرتے کرتے کنافہ کی ایک مشہور دکان پر پہنچ گئے۔ کنافہ کی دکانیں تو اب ریاض میں بھی بن گئی ہیں، مگر جو گرما گرم اور مزیدار کنافہ میں نے اندرون دمشق کھایا اس کا مزا اب بھی یاد ہے۔ یہ اس دور کی بات ہے جب میرا بھرپور جوانی کا وقت تھا۔ شوگر کی فکر تھی نہ ہی الحمدللہ کوئی دیگر عوارض لاحق تھے۔ ملک شام میں جہاں بھی جاتا، غیر ملکی اور پاکستانی ہونے کے باعث میرے ساتھ عزت وتکریم کا سلوک کیا جاتا۔ مجھے صحیح طور پر علم نہیں کہ کنافہ کیسے بنایا جاتا ہے، مگر اتنا ضرور معلوم ہے کہ اس میں ''قشطہ'' کا استعمال کثرت سے ہوتا ہے۔ دودھ میں سے نکالی ہوئی کریم کو اگر مزید گاڑھا بنا لیا جائے تو وہ قشطہ بن جاتا ہے۔ یوں سمجھیے کہ یہ دودھ کی ملائی ہے جو مختلف کھانوں میں استعمال ہوتی ہے۔ اب تو یہ قشطہ عام بقالوں پر بھی بکتا ہے۔ عرب ممالک میں رہنے والوں کے لیے یہ نام جانا پہچانا ہے۔ شامی لوگ زیتون کا تیل اور زیتون کا پھل بڑی کثرت سے استعمال کرتے ہیں۔ زیتون کے دانے جو بیر کی شکل کے اور سائز میں اس سے ذرا چھوٹے ہوتے ہیں، مختلف رنگوں میں ہوتے ہیں اور اپنے اندر بہت سے فوائد رکھتے ہیں۔ ان کا اپنا ایک مزا ہے۔ زیتون کا پھل شجرۂ مبارکہ سے حاصل ہوتا ہے۔ قدرے تلخ ہوتا ہے مگر جب اسے زیتون کے تیل میں ڈال دیا جائے تو حدت ختم ہوجاتی

ہے۔ ارض شام پوری کی پوری زیتون کی سرزمین ہے۔ انواع واقسام کے زیتون صحت کے لیے بڑے مفید ہیں۔ سبز رنگ کا زیتون ہو یا کالے رنگ کا، سارے ہی مزیدار اور اچھے ہوتے ہیں۔ زیتون کے درخت کی عمر سو سال تک ہوتی ہے۔

اہل شام زعتر بھی بہت کثرت سے استعمال کرتے ہیں۔ شامی اطباء اسے خود بھی استعمال کرتے اور لوگوں کو بھی استعمال کرواتے ہیں۔ فلسطینی ہوں یا شامی سب کے سب زیتون کے تیل اور زعتر کا استعمال خوب کرتے ہیں۔ ناشتے میں اگر خبز، یعنی روٹی کے لقمے کو پہلے زیتون کے تیل میں ڈبو لیں پھر ''زعتر'' اس پر ڈال لیں تو یہ صحت کے لیے بے حد مفید ہے۔ جہاں تک زیتون کے تیل کا تعلق ہے تو میرے ایک فلسطینی دوست کے مطابق اگر ''خبز'' یعنی روٹی کے لقمے کو پہلے زیتون کے تیل میں بھگویا جائے، پھر اسے زعتر سے بھری پلیٹ کے اوپر رکھ دیں۔ زعتر روٹی کے ٹکڑے کے ساتھ چمٹ جائے تو اسے کھالیں۔ اس کے ساتھ بغیر دودھ والی چائے ہو تو کہنے لگا: ''یا سلام'' یہ لقمہ نہایت ہی زود ہضم اور صحت کے لیے مفید ہوگا۔

مجھے یاد ہے کہ جب ہم نے آج سے پچیس چھبیس سال پہلے دارالسلام کی بنیاد رکھی تو ہمارا پہلا موظف محمد عوض جربوع فلسطینی تھا۔ ہم رات گئے تک کام کرتے رہتے۔ جب رات کے گیارہ بجے ہم اچھی طرح تھک جاتے تو چائے کی ضرورت محسوس ہوتی۔ جربوع قریبی تنور سے زعتر والی گرما گرم روٹی لے آتا۔ وہ اتنی مزیدار اور نرم ہوتی کہ ہم اسے خوب مزے لے لے کر کھاتے۔ یوں بھی جوانی کا دور تھا، ہر چیز ہضم ہو جاتی تھی۔ کھانے سے ایک گھنٹے بعد بھوک کا احساس پھر سے شروع ہو جاتا۔ زعتر کے فوائد پر متعدد کتابیں بازار میں ملتی ہیں۔ اس کے فوائد میں موٹی بات یہ ہے کہ اسے استعمال کرنے کے بعد آپ کو انٹی بائیوٹیک دواؤں کی ضرورت نہیں رہتی۔ یہ معدے کو صاف کرتا ہے، گردوں کے لیے نہایت مفید ہے اور حافظے کو بڑھاتا ہے۔

آج سے پندرہ بیس سال پہلے تک دمشق میں ایک محلّہ ''حارۃ الیھود'' کے نام سے بھی تھا۔ یہ وہ علاقہ تھا جہاں یہودی رہتے تھے۔ اس زمانے میں بہت سارے یہودی دمشق کو چھوڑ کر اسرائیل میں آباد ہو رہے تھے۔ پھر بھی دمشق کے بازاروں میں اکا دکا یہودی نظر آجاتا تھا جو اپنی مخصوص چھوٹی سی جالی دار ٹوپی پہنے ہوئے ہوتا۔ ممکن ہے ابھی تک بعض یہودی دمشق میں باقی ہوں لیکن یقیناً اب وہاں ان کی نہایت کم تعداد باقی ہے۔

دمشق کا قبرستان بہت ہی قدیم ہے۔ مجھے ایک مرتبہ اپنی فیملی کے ساتھ اس عظیم قبرستان میں جانے کا بھی اتفاق ہوا ہے۔ یہاں کتنے ہی صحابہ کرام کی قبریں ہیں۔ سیدنا امیر معاویہ کی قبر پر مقبرہ بنا ہوا ہے۔ جب میں وہاں گیا تو میں نے دیکھا کہ ان دنوں شیعوں کے ڈر سے اس کی دیواروں کو لوہے کے بڑے سریوں سے محفوظ کیا جا رہا تھا۔ دروازے پر موٹا سا قفل تھا۔ کسی کو اندر جانے کی اجازت نہیں تھی۔ مؤذن رسول ﷺ سیدنا بلال کی قبر قدرے نشیبی جگہ پر تھی۔ قبرستان شہر کے اندر ہی ہے۔ مجھے ایک شامی کہنے لگا: امیر معاویہ کی قبر کے بارے میں روایت ہے کہ وہ اس قبرستان میں نہیں بلکہ شہر کے اندر ایک گھر میں ہے۔ میری خواہش پر میرے میزبان مجھے اس علاقے میں بھی لے گئے، مگر ہم اندر نہ جاسکے کیونکہ رات کا وقت ہونے کی وجہ سے وہ مکان بند تھا۔

دمشق سے واپسی کا سفر اختیار کرنے سے پہلے میں ایک مرتبہ بازار ضرور جایا کرتا تھا تاکہ بچوں کے لیے کچھ کپڑوں وغیرہ کی خریداری ہو سکے۔ آج سے کوئی پندرہ یا اٹھارہ سال پہلے جب میں اپنی چھوٹی بیٹی کے لیے بطور خاص کپڑے خریدنے کے لیے بازار کا رخ کرتا تھا تو میرے ساتھ عموماً یاسر کا بھائی عمر یا اسامہ ہوا کرتے۔ خرید و فروخت کرنا میرے جیسے آدمی کے لیے بڑا مشکل کام ہے، مگر اس کے لیے ایک عمدہ طریقہ یہ ہے کہ بازار جانے سے پہلے آپ اپنا بجٹ مقرر کرلیں۔ پھر آپ کو خرید و فروخت کرنے میں آسانی ہوگی۔ خریداری سے پہلے بجٹ متعین کرنے کا طریقہ میں نے مدتوں پہلے سنگاپور ایئرپورٹ پر سیکھا تھا۔ غالباً 1985 کی بات ہے کہ میں سنگاپور سے پہلی مرتبہ ملائشیا جانے کے لیے ایئرپورٹ پر گیا تو ایسے ہی دل میں خیال آیا کہ وہاں کے مناظر بڑے خوبصورت ہیں، کیوں نہ ایک کیمرہ خرید کر انھیں محفوظ کر لیا جائے۔ سنگاپور ایئرپورٹ پر ان دنوں بہت سی دکانوں پر درجنوں اقسام کے کیمرے پڑے ہوئے تھے۔ میں نے جب ان

کو دیکھنا شروع کیا تو سیل پر مامور لڑکی نے مجھ سے پوچھا: سر! میں آپ کی کیا مدد کرسکتی ہوں؟ میں نے کہا: مجھے کیمرہ خریدنا ہے۔ کہنے لگی: سر! اگر آپ برا محسوس نہ کریں تو کیا میں آپ کا بجٹ جان سکتی ہوں کہ آپ کیمرے کی خریداری کے لیے کتنا خرچ کر سکتے ہیں؟ کیونکہ ہمارے پاس بہت مہنگے، درمیانی قیمت کے اور بہت سستے کیمرے بھی موجود ہیں۔ میرے لیے آسانی ہوگی کہ میں آپ کے بجٹ کے مطابق آپ کی رہنمائی کرسکوں۔ خیر اب مجھے یہ تو صحیح طور پر یاد نہیں کہ میں نے کیمرہ لیا تھا یا نہیں، میرا غالب خیال ہے کہ میں نے نہیں خریدا تھا، مگر خرید و فروخت کا طریقہ معلوم ہو گیا کہ بازار جانے سے پہلے آپ اپنے ذہن میں ایک بجٹ رکھ لیں تو آپ کو شاپنگ میں آسانی ہوگی۔

اس دور میں دمشق میں بچیوں کے لیے ایسے ایسے خوبصورت کپڑے ہوتے تھے کہ ان کا انتخاب مشکل ہو جاتا۔ میں عموماً دو سے تین جوڑے خریدتا۔ فراک کے علاوہ چوڑی دار پاجامہ، سر پر رکھنے کے لیے ہیٹ اور ہاتھوں کے لیے خوبصورت ہینڈ بیگ ہوتا تھا۔ بچیاں یہ کپڑے پہن کر اور بھی پیاری لگنے لگ جاتیں۔ عموماً میں ڈیڑھ سے دو سو ڈالرز کا بجٹ لے کر جاتا۔ واپس گھر پہنچتا تو بیٹی منتظر ہوتی اور انھیں پہن کر خوش ہو جاتی۔

ایک دن میں نے یاسر طباع سے کہا: مجھے اموی دور کے کھانوں کی خواہش ہے۔ میں چاہتا ہوں کوئی اس دور کا ریسٹورنٹ ہو۔ خیر! شام تک ایسے ہی ایک ریسٹورنٹ کے بارے میں معلوم کر لیا گیا جس کے متعلق روایت مشہور تھی کہ یہ قدیم دور سے چلا آ رہا ہے۔ ہم جب ریسٹورنٹ میں پہنچے تو اسے دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ یہ واقعی قدیم دور کا ہے۔ معمول کا رش تھا۔ اس عمارت کی خوبی یہ نظر آئی کہ چاروں طرف کمرے بنے ہوئے تھے۔ درمیان میں صحن تھا۔ مجھے بتایا گیا کہ پرانے دور کے گھر اسی طرز کے ہوتے تھے۔ ریسٹورنٹ تین یا چار منزلہ تھا۔ کھانا تو مجھے اتنا پسند نہ آیا جتنا میرا شوق تھا، تاہم مجھے زمانہ قدیم ضرور یاد آ گیا۔

دارالسلام کو ان دنوں ''الرحیق المختوم'' کا انگلش ترجمہ کروانا تھا۔ میرا خیال تھا کہ دمشق یونیورسٹی میں اگر انگلش کا کوئی پروفیسر مل جائے تو وہ اچھا ترجمہ کر سکتا ہے۔ حلبونی میں بازار سے نیچے اتریں تو ایک جگہ ''مرکز الشام للترجمۃ'' لکھا ہوا تھا۔ یہ اس دور کی بات ہے جب مجھے ترجمہ کروانے کا بہت زیادہ تجربہ نہ تھا۔ میں نے مرکز الشام کی انتظامیہ سے رابطہ کیا۔ ادھر سے ادھر' دائیں سے بائیں مختلف لوگوں سے رابطہ کرتے کرتے ہم اس کے مینجر ''ماہر ابو ذہب'' تک پہنچ گئے۔ یہ بہت اچھی انگلش جانتا تھا بلکہ انگلش پڑھانے والا استاذ تھا۔ بڑا ہی نفیس قسم کا انسان، خوبصورت، گورا چٹا، بڑا عمدہ اور قیمتی لباس پہنے ہوئے تھا۔ اس کا دفتر دمشق کے وسط میں تھا۔ جس علاقے میں اس کا دفتر تھا ہر چند کہ یہ پرانا دمشق تھا، گلیاں زیادہ کشادہ نہ تھیں۔ دفتر بھی نچلے فلور، یعنی بیسمنٹ میں تھا مگر تھا بہت خوبصورت اور صاف ستھرا۔ ماہر ابو ذہب بڑی محبت اور خوشی سے ملے۔ چائے پوچھی تو میں نے کہا: ہم تو انگلش چائے پیتے ہیں، دودھ پتی پیتے ہیں، خالص پنجابی ہیں۔ میں نے لاہور کا نقشہ کھینچا۔ کہنے لگے: کوئی بات نہیں، ہمارے ہاں اس وقت دودھ پتی تو نہیں مل سکتی، مگر آپ کو ''زُہور'' پلاتے ہیں۔ مختلف قسم کے خشک پھولوں کو کھولتے پانی میں ڈال کر دم دے دیں تو بڑی نفیس چائے بن جاتی ہے۔ اس کا اپنا ہی مزہ ہے۔ ان پھولوں میں گلاب کا پھول نمایاں ہوتا ہے۔ اس کی خوشبو کے کیا کہنے! تھوڑی سی شکر ملا لیں تو اس کا ذائقہ دوگنا ہو جائے گا۔ ہم نے الرحیق المختوم کا پہلا ترجمہ ماہر ابو ذہب کی معرفت ہی کروایا مگر یہ تجربہ زیادہ کامیاب نہ تھا، اس لیے ہم نے مزید کتب کا ترجمہ دمشق سے نہ کروایا بلکہ اپنا رخ امریکا اور بریطانیا کے مترجمین کی طرف موڑ دیا کیونکہ اہل زبان کے ترجمے کا مزا کچھ اور ہی ہوتا ہے، البتہ یہ ضرور ہوا کہ ہماری ماہر ابو ذہب سے دوستی ہو گئی۔ مجھے وقت ملتا یا تو انھیں بلوا لیتا یا ان کے پاس چلا جاتا۔ ان کے حکومتی عہدے داران سے روابط تھے۔ انھوں نے انگلش سکھانے والا انسٹی ٹیوٹ قائم کیا تھا۔ بڑے بڑے لوگ ان کے شاگرد تھے۔ اس دور میں ذوالفقار علی بھٹو صاحب کے دو صاحبزادے دمشق میں رہتے تھے۔ میرے میزبانوں نے کئی مرتبہ مجھے بتایا کہ جس علاقے سے ہم اس وقت گزر رہے ہیں، دونوں بھائی یہیں مقیم ہیں۔ میں نے ان

سے ملاقات کی کوشش نہیں کی، نہ ہی مجھے کوئی خاص شوق تھا۔ اب خیال آتا ہے کہ ملنے ملانے میں کوئی حرج نہیں تھا۔ ممکن ہے انھیں کوئی اچھا مشورہ ہی دے دیتا۔

مجھے اس علاقے کو دیکھنے کا بڑا شوق تھا، جہاں کبھی حدیث پڑھی اور پڑھائی جاتی تھی۔ میں نے ایک مرتبہ خواہش ظاہر کی تو یاسر نے محمد معتز الحسینی نامی شخص کو بلوالیا۔ اسے تاریخ پر واقعی عبور حاصل تھا۔ وہ ایک مقامی سکول میں ٹیچر تھا۔ ماشاء اللہ اس کا حافظہ اور حدیث کے ساتھ اس کی محبت مجھے بارہ چودہ سال گزرنے کے باوجود آج تک یاد ہے۔ بات ایسے خوبصورت انداز میں کرتا کہ دل میں اتر جاتی۔ ہم شہر کے ایک کونے میں واقع اس علاقے میں گئے جو اب کھنڈر بن چکا تھا۔ یہاں چھوٹے کمرے تھے۔ کسی زمانے میں ان حجروں میں محدثین حدیث پڑھایا کرتے تھے۔ دور دور سے طالب علم آتے اور یہاں پر حدیث پڑھتے اور پڑھاتے۔ کئی گھنٹوں پر محیط اس سفر میں امام احمد بن حنبل سے منسوب ایک مسجد میں بھی گئے۔ عصر کا وقت قریب تھا۔ مسجد بطور خاص اونچی جگہ پر واقع تھی۔ خاصی پرانی مسجد تھی۔ مجھے بتایا گیا کہ یہ مسجد امام احمد بن حنبل کے دور کی بنی ہوئی ہے۔ مسجد کے صحن میں کھڑے ہوکر میں نے اپنے گائیڈ سے سوال و جواب شروع کر دیے۔ برادرم یاسر نے اشارہ کیا کہ اس جگہ پر کئی آنکھیں ہمیں دیکھ رہی ہیں، لہٰذا یہاں سے کوچ کرنا ہی مناسب ہے۔ دمشق بڑی مبارک اور انبیاء کی سرزمین ہے۔ یہاں کا پانی بڑا میٹھا ہے۔ اہل دمشق جس جگہ کا پانی پیتے ہیں اس کا نام ''عَينُ الفِيجَة'' ہے۔ یہ جگہ دمشق سے مغرب کی طرف کوئی تیں کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ اس کے بارے میں آگے جا کر لکھوں گا۔

شام پر ایک زمانے میں فرانس کا راج تھا۔ شام کے باشندوں نے ایک طویل جدوجہد اور لا تعداد قربانیوں کے بعد فرانس سے سترہ اپریل 1946ء کو آزادی حاصل کی۔ ایک دن میرے میزبان مجھے کہنے لگے: آج ہم آپ کو جنگ آزادی کے ایک ہیرو سے ملانا چاہتے ہیں۔ شہر کے پوش علاقے کے ایک خوبصورت گھر میں جنگ آزادی کے ایک ہیرو سے میری ملاقات کروائی گئی۔ بہت بڑا ہال نما کمرہ تھا، جس کے ایک طرف ایک باوقار معمر شخصیت تشریف فرما تھی۔ ہم شام کے وقت ان کے ہاں پہنچ گئے۔ ان کی عمر اس وقت ستر سال سے زائد تھی۔ گورے چٹے رنگ کے بوڑھے میاں کی شکل وصورت سے نظر آ رہا تھا کہ انھوں نے بڑی بھرپور جوانی گزاری ہوگی۔ میرا ان سے تعارف کروایا گیا، وہ بہت خوش ہوئے، میں نے سلام کیا تو انھوں نے از راہ محبت و شفقت اپنے ساتھ ہی بٹھا لیا۔ وہ مجھے آہستہ آہستہ جنگ آزادی کی داستان سناتے رہے۔ اس دوران میں بہت سارے نوجوان اور ادھیڑ عمر لوگ گھر میں داخل ہوتے رہے۔ ان کی شکل وصورت سے نظر آ رہا تھا کہ یہ نہایت پڑھے لکھے، مختلف اداروں میں اعلیٰ افسران اور کاروباری لوگ ہیں۔ اکثر و بیشتر کے ہاتھوں میں کباب، شاورما اور دیگر اشیاء کے بیگ تھے۔ ہال میں بڑا سا دستر خوان بچھا دیا گیا۔ آنے والا پہلے تو خاموشی سے اپنا شاپنگ بیگ دستر خوان پر رکھتا، پھر سیدھا شیخ کے پاس آتا، ان کے سر کو چومتا، بعض ہاتھوں کو بوسہ دیتے اور دیواروں کے ساتھ لگے ہوئے صوفوں پر بیٹھتے چلے جاتے۔ معلوم ہوا کہ یہ ہر ہفتے کا معمول ہے۔ صاحب حیثیت لوگ ہر ہفتے آتے ہیں، اپنے اس قومی ہیرو کو سلام کرتے ہیں، ان کے پاس بیٹھتے ہیں، تبادلۂ خیالات کرتے ہیں۔ اپنے سوالوں کے جوابات پاتے ہیں۔ مجھے نہایت افسوس ہے کہ میں ان کا نام یاد نہیں رکھ سکا مگر ان کی شکل وصورت سے نظر آ رہا تھا کہ وہ اپنے دور کی عظیم شخصیت رہے ہیں۔ انھوں نے ہاتھ کا اشارہ کیا تو دستر خوان چن دیا گیا یا بالفاظ دیگر کھانے کے پیکٹ کھول دیے گئے۔ ہم سب نے زمین پر بیٹھ کر کھانا کھایا۔ مجھے ان نوجوانوں اور ملنے والے شامیوں کا یہ انداز بڑا عمدہ لگا کہ جو بھی آیا، خالی ہاتھ نہیں آیا۔ کچھ نہ کچھ ہاتھ میں لے کر داخل ہوا۔ آپ کسی بڑے رشتہ دار، عالم دین یا کسی محترم ومحبوب شخصیت سے ملنے جا رہے ہیں تو اپنے ہمراہ کباب یا کوئی ہلکی پھلکی ڈش بنوا کر لے جائیں۔ اس میں حرج والی کوئی بات نہیں بلکہ وہ بزرگ، بوڑھے والدین، دادا، دادی یا دیگر اقارب ہمیں دعائیں ہی دیں گے اور اس عمل سے آپ کی عزت میں اضافہ ہی ہوگا۔ میں اس رات ان کے ہاں سے محبتیں سمیٹتے ہوئے واپس آیا۔

دارالسلام

ماہِ رفتہ

محمد ندیم

ضیائے حدیث دارالسلام کی تحقیق کا آئینہ دار ایک ذیلی ادارہ ہے۔ 36 لوئر مال روڈ، لاہور سے شائع ہونے والا یہ جریدہ الحمدللہ ترقی کی شاہراہ پر تیزی سے گامزن ہے۔

دارالسلام کے وزیٹرز

* ریاض میں کتابوں کی ''انٹرنیشنل نمائش'' لگی جس میں دنیا بھر کے معروف پبلشرز شریک ہوئے۔ 10 دن تک جاری رہنے والی اس نمائش میں ریکارڈ کتب فروخت ہوئیں۔ اندازے کے مطابق 600 ملین سعودی ریال کی کتب فروخت ہوئیں۔ دارالسلام نے بھی اس نمائش میں بھرپور حصہ لیا۔ سارے پبلشرز کے ساتھ تبادلہ خیال، پیغام رسانی اور تعارف کا موقع میسر آیا۔
* امیر مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان پروفیسر ساجد میر صاحب نے دارالسلام ریاض کا وزٹ کیا۔
* اردن سے الفرسان کمپنی کے سربراہ نے دارالسلام ریاض کا وزٹ کیا۔
* بیروت (لبنان) کی معروف عالمی بائنڈنگ کمپنی کے ڈائریکٹر ثامر بعینو نے تین گھنٹے سے زائد وقت دارالسلام کے دفاتر کا وزٹ کیا۔
* دارالسلام آسٹریلیا برانچ کے منیجر رفیع احمد صاحب نے دارالسلام ریاض کا دورہ کیا۔
* جامعہ سلفیہ فیصل آباد سے اساتذہ کے ساتھ بخاری شریف (آخری کلاس) کے طلباء نے دارالسلام، لاہور کا وزٹ کیا۔

منصوبہ جات

* الحمدللہ دارالسلام قرآن کمپلیکس (موٹروے، کوٹ عبدالمالک انٹرچینج) تکمیل کے آخری مراحل میں ہے۔ یہ ایک میگا پراجیکٹ ہے جس میں جدید ترین مشینری کے ذریعے قرآن مجید اور دینی کتب کی اشاعت عالمی معیار کے مطابق تیز تر اور جدید ترین ہوگی۔ پرنٹنگ پریس کی مشینیں 36 لوئر مال سے کوٹ عبدالمالک منتقل ہو چکی ہیں۔ ان شاء اللہ اسی ماہ میں اس کا شاندار افتتاح متوقع ہے۔
* دارالسلام ریسرچ سنٹر واقع 36 لوئر مال کی 6 منزلہ پُرشکوہ عمارت زیرِ تعمیر ہے، بیسمنٹ کی دو منزلیں مکمل ہو چکی ہیں۔ لوئر گراؤنڈ کا لینٹر مکمل ہو چکا ہے، گراؤنڈ فلور (مسجد) کی تیاری جاری ہے۔

نئی کتب

* جدید عربی سیکھیے: عربی گرامر پر عبور رکھنے والے بھی عربی بول نہیں پاتے کیونکہ زبان تو بولنے سے آتی ہے، محض اس کے قواعد یاد کرنے سے نہیں، اسی طرح بہت سے لوگ بلادِ عرب جانے کے آرزومند ہوتے ہیں مگر وہاں روزمرہ زبان سے نا آشنا ہوتے ہیں۔ انھی ضروریات کے پیش نظر دارالسلام ریسرچ سنٹر نے اس کتاب کو نہایت عمدگی سے تیار کیا ہے۔
* قرآنی دعائیں اور وظائف: پس منظر اور پیش منظر کی وضاحت کے ساتھ موضوعاتی ترتیب سے مزین قرآنی دعائیں اور وظائف۔ نیز جادو، جنات اور آسیب جیسی پیچیدہ بیماریوں کا قرآنی علاج خوبصورت اور آسان پیرائے میں۔ اردو میں اپنے موضوع پر جامع ترین منفرد کتاب۔
* حج و عمرہ (گائیڈ بک) حج و عمرہ کے احکام و مسائل اور مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کے آداب پر مشتمل مختصر انداز میں خوبصورت پیشکش۔

ضیائے حدیث آپ پاکستان کی معروف علمی شخصیت ہیں۔ ضیائے حدیث کے قارئین آپ اور آپ کے خاندان کے بارے میں جاننا چاہیں گے نیز یہ کہ آپ نے تعلیم کہاں سے حاصل کی؟

اوریا مقبول میرے ددھیال اور ننھیال دونوں قال اللہ وقال الرسول ﷺ کی ذمہ داریاں مدتوں سے ادا کرتے چلے آرہے ہیں۔ میرے دادا حکیم مولوی خدا بخش امرتسر کی مشہور تاریخی مسجد خیردین کے خطیب تھے۔ مسجد خیردین وہ تاریخی مسجد ہے جس میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا داؤد غزنوی اور دیگر جید علماء تقریریں کرتے رہے ہیں۔ اس زمانے میں علماء اپنی ضروریات زندگی مسجد سے پوری نہیں کرتے تھے بلکہ انھوں نے کوئی نہ کوئی ہنر سیکھ رکھا ہوتا تھا۔ ہمارے خاندان میں بھی حکمت اور طب کا سلسلہ برسوں سے چلا آرہا تھا۔ حکیم شرف الدین عباسی اور حکیم نجم الدین عباسی سیالکوٹی اس زمانے میں حکمت اور طب کے مشہور نام تھے۔ یہ دونوں بھائی تھے اور میرے دادا حکیم مولوی خدا بخش کے پڑدادا تھے۔ حکیم نجم الدین اور حکیم شرف الدین وہ مشہور حکیم ہیں جنھوں نے رنجیت سنگھ کی بیوی رانی جنداں کا علاج کیا تو رنجیت سنگھ نے خوش ہو کر ان کو موکیراں ضلع ہوشیار پور میں بہت بڑی جاگیر عطا کی۔ مگر میرے دادا جاگیر کے انتظامات کو سنبھالنے سے عاجز آگئے اور سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر امرتسر کے ہال بازار میں آکر مقیم ہوگئے۔ امرتسر کی مسجد خیردین میں اس دوران انھوں نے بچوں کو تعلیم دینے کا سلسلہ شروع کیا۔ مسلمان، ہندو، سکھ اور عیسائی بچے مسجد میں آکر ان سے پڑھتے تھے۔ اسلامیہ کالج سول لائن لاہور کی مشہور اور تاریخی مادر علمی کے پرنسپل حاکم علی علامہ اقبال کے ساتھیوں میں سے تھے۔ یہ پہلے حاکم سنگھ تھے اور انھوں نے میرے دادا کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا۔ حاکم علی نے اپنی کتاب میں میرے دادا کا ذکر کیا ہے۔ سرسید احمد خان نے مسلمانوں کے لیے تعلیمی ادارے قائم کرنے کی مہم چلائی تو وہ ان دنوں امرتسر بھی آئے۔ میرے دادا نے ان سے ملاقات کی تو سرسید نے ان کو کہا کہ خیردین مسجد کے مکتب کو باقاعدہ سکول کی شکل دی جائے اور اسے مسجد سے باہر منتقل کیا جائے۔ انجمن حمایت اسلامیہ امرتسر کی بنیاد رکھنے والوں میں میرے دادا بھی شامل تھے۔ میرے والد 6 ماہ کے تھے جب دادا کا انتقال ہوا۔ والد کی تربیت دادی نے کی۔ دادا کی وفات کی وجہ سے حالات بدل گئے تو میرے والد کو ملازمت کرنا پڑی۔

میرا ننھیال بھی تقریباً سارے کا سارا اسی حوالے سے ذمہ داریاں ادا کرتا رہا ہے۔

سیالکوٹ کے گاؤں علی پور سیداں میں میرے ننھیال کی قبریں ہیں۔ میرے ننھیال اسی علاقے میں دین کی خدمت کرتے رہے ہیں۔ پیر جماعت علی شاہ میرے پڑنانا مولوی زکریا کے شاگرد تھے۔ اس دور میں پنجاب میں نہریں نکالنے کا سلسلہ شروع ہوا۔ گاؤں کے گاؤں آباد ہونا شروع ہوئے تو میرے پڑنانا فیصل آباد کے علاقے پنواں چک نمبر 155 میں آباد ہوگئے اور وہاں کی مسجد میں خطابت کرنے لگے۔ پڑنانا کی وفات کے بعد نانا نے مسجد سنبھال لی۔ اس طرح مجھے اس بات کا اعزاز حاصل ہے کہ میرا تعلق ایک ایسے خاندان سے ہے جنھوں نے مدتوں دین کی خدمت کی ہے۔

قیام پاکستان کے بعد میرے والد فیصل آباد میں آباد ہوگئے۔ وہ فیصل آباد کی میونسپل کمیٹی میں ملازم تھے۔ میری پیدائش 18 جنوری 1956ء کی ہے۔ پیدائش کے سال ڈیڑھ سال بعد میرے والد گجرات آگئے اور یہاں میونسپل کمیٹی میں بطورِ اکاؤنٹنٹ ملازم ہوگئے۔ پرائمری سے بی اے تک کی تعلیم میں نے گجرات میں حاصل کی اور پنجاب یونیورسٹی سے سوشل ورک میں ایم اے کیا۔

ضیائے حدیث دورانِ تعلیم آپ کا شمار کیسے طلبہ میں ہوتا تھا؟

اوریا مقبول میں ٹاپ کرنے والے سٹوڈنٹس میں تو شامل نہ تھا، البتہ سکالرشپ لیتا رہا ہوں۔ اس لیے آپ کہہ سکتے ہیں کہ میرا شمار مناسب طلبہ میں ہوتا تھا۔ میں بہت زیادہ ''پڑھاکو'' اور ہر وقت کتابوں میں ڈوبا رہنے والا نہ تھا۔ پڑھائی کے ساتھ میرے اور بھی بہت سے شوق تھے۔ مثلاً: شاعری اور سیاست وغیرہ۔

ضیائے حدیث حصول تعلیم کے بعد کیا مصروفیات رہیں؟

اوریا مقبول دیکھیں ایم اے کے بعد سب سے پہلی ملازمت میں نے فاؤنٹین ہاؤس لاہور میں نفسیاتی اور سماجی کارکن کے طور پر کی۔ اس کے بعد یونائیٹڈنیشن کے ایک ادارے یونائیٹڈنیشن فنڈ فار ڈرگ ابیوز کنٹرول میں پانچ چھ ماہ کام کیا۔ اس دوران مارچ 1980ء کو مجھے مزید دو مواقع ملے۔ ایک بلوچستان یونیورسٹی میں لیکچرشپ کی جاب تھی اور دوسری جنیوا میں یونائیٹڈنیشن ڈویلپمنٹ پروگرام کی جاب تھی۔ ایک طرف جنیوا کی خوبصورت اور پرکشش جاب تھی اور دوسری طرف کوئٹہ تھا۔ میں نے کوئٹہ کو ترجیح دی۔ ایک یہ کہ تدریس میرا شوق تھا اور دوسرا یہ کہ میں اپنے وطن میں رہنا چاہتا تھا۔ چنانچہ 18 مارچ 1980ء کو میں نے بلوچستان یونیورسٹی بحیثیت لیکچرار Join کرلی۔ وہاں چار پانچ سال مختلف مضامین پڑھائے۔ 1983ء میں میں سول سروس کے امتحان میں Appear ہوا۔ ایک سال سول سروس اکیڈمی میں ٹریننگ لی اور ٹریننگ کے بعد بلوچستان میں اسسٹنٹ کمشنر کی حیثیت سے ملازمت کا آغاز کیا۔ بلوچستان میں Job میری اپنی ترجیح تھی۔ اس لیے کہ بلوچستان یونیورسٹی میں تدریس کے دوران یہ علاقہ مجھے اچھا لگا تھا۔

ضیائے حدیث آپ کی تعلیم میں صرف سکول کالج ہی ہے یا آپ نے کسی مدرسے میں بھی پڑھا ہے؟

اوریا مقبول مدرسے میں تعلیم حاصل نہیں کی البتہ دینی علوم کی بہت سی کتابیں صرف ونحو سے لے کر اسماء الرجال تک اور عربی اور فارسی تک کی کتابیں گھر میں والد، والدہ اور نانا سے پڑھیں۔ میرے والد، والدہ اور نانا فارسی کا بہت اچھا ذوق رکھتے تھے۔ گھر میں اکثر بات چیت بھی فارسی میں کرتے تھے، اس لیے میرا بھی فارسی کا ذوق بہت اچھا ہے۔

ضیائے حدیث لکھنے کا شوق کب ہوا؟

اوریا مقبول میرا یہ شوق بہت پرانا ہے۔ ابتدا اس طرح ہوئی کہ زمانہ طالب علمی میں مجھے تقریریں کرنے کا بہت شوق تھا۔ ایک دفعہ جب میں چھٹی ساتویں کا طالب علم تھا مجھے علامہ اقبال پر تقریر کرنا تھی اور میں علامہ اقبال کی شخصیت کے متعلق شعروں کی تلاش میں تھا جو مجھے کہیں سے بھی نہ ملے۔ آخر میں نے فیصلہ کیا کہ خود ہی شعر کہوں گا۔ میں نے کوشش کی تو دو تین شعر ہوگئے۔ یہ میرا لکھنے کا آغاز تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ بنیادی طور پر مجھ پر میرے گھر کے علمی ماحول کا اثر تھا۔ 15، 16 سال کی عمر کا تھا جب میری پہلی غزل چھپی۔ 1988ء میں ''قامت'' کے نام سے میری شاعری کی پہلی کتاب چھپی۔ ''قامت'' کی جب تقریب رونمائی ہوئی تو ناقدوں نے کہا تمھاری شاعری ڈرامائی ہے، لہٰذا تم ڈرامے لکھو۔ اس کے بعد میں نے 15 سال PTV

کے لیے ڈرامے لکھے۔تقریباً 2000ء میں میرا ان کاموں سے دل اچاٹ ہوگیا۔ میں سمجھتا تھا کہ جو میرے دل میں ہے وہ بات میں سیدھی نہیں کرپارہا۔اس لیے کہ شاعری، افسانہ اور ڈرامہ ان میں بات گھما پھرا کر کی جاتی ہے۔ چنانچہ پرویز مشرف کے ابتدائی دور یعنی 2000ء میں میں نے کالم نگاری شروع کردی۔

ضیائے حدیث میرا سوال یہ تھا کہ زمانہ طالب علمی میں بھی آپ نے مضامین لکھے؟

اوریا مقبول جی ہاں! ہمارے گھر کا ماحول ادبی کے ساتھ سیاسی بھی تھا۔ ادبی اور سیاسی ماحول میں پروان چڑھنے کی وجہ سے میرے اندر لکھنے کا ذوق شروع ہی سے تھا۔ گجرات سے ''الحدید'' کے نام سے ایک جریدہ شائع ہوتا تھا۔ میرے مضامین کی ابتدا اس رسالے سے ہوئی۔

ضیائے حدیث بے پناہ مصروفیات کے ساتھ آپ کے مطالعے کا شیڈول کیا ہے؟

اوریا مقبول مطالعہ کے بغیر میں کالم نہیں لکھ سکتا، کالم کے لیے مجھے لازماً مطالعہ کرنا پڑتا ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ میرے کالموں میں ریفرنسز ہوتے ہیں۔ایسے کالم مطالعے کے بغیر لکھنا ممکن نہیں۔ ہر کالم سے پہلے میں تین چار گھنٹے مطالعہ کرتا ہوں۔

ضیائے حدیث اس کا مطلب ہے کہ آپ مطالعہ کالم لکھنے کے لیے کرتے ہیں۔ اگر آپ کالم نہ لکھیں تو مطالعہ بھی نہ کریں؟

اوریا مقبول کالم تو مطالعہ کے بغیر بھی لکھا جاسکتا ہے۔ اکثر کالم نگار ایسے ہی لکھ رہے ہیں۔ میں نے خود کو پابند کررکھا ہے کہ کالم ایسا ہو جو مطالعہ کے بغیر لکھنا ممکن نہ ہو اور اس میں مطالعہ بہرصورت شامل ہو۔ میں نے فیصلہ کررکھا ہے کہ سٹڈی کے لیے مجھے ہرصورت وقت نکالنا ہے۔اگر میں کالم نہ بھی لکھوں تو میں کتاب کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کچھ لوگ مضمون لکھتے وقت بوقت ضرورت کتاب دیکھتے ہیں جبکہ میں مطالعہ برائے حصول علم کرتا ہوں اور مطالعہ کرتے کرتے اس میں سے کالم لکھنے کا کوئی نہ کوئی پہلو نکل آتا ہے۔ میرے کالموں کے پانچ مجموعے حرف راز کے نام سے چھپ چکے ہیں۔ کالموں کا ایک مجموعہ مجھے ہے حکم اذان کے نام سے ہے جو میں ہفت روزہ ''ضرب مومن'' میں لکھتا تھا۔ یہ میرے وہ کالم ہیں جو کوئی دوسرا اخبار چھاپنے کا روادار نہ تھا۔ اس لیے کہ پرویز مشرف اور امریکہ کا بہت زیادہ دباؤ تھا۔

ضیائے حدیث گورنمنٹ Job کرتے ہوئے کالم نگاری کرنا کیسا ہے؟

اوریا مقبول گورنمنٹ کی طرف سے بہت پابندی ہے۔حکومتوں نے ایسے قانون بنائے ہوئے ہیں کہ آپ ایک لفظ بھی لکھ سکتے ہیں نہ بول سکتے ہیں۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ آئین کا آرٹیکل نمبر 19 آزادی اظہار کی اجازت دیتا ہے۔خود اسلام اس بات کی اجازت دیتا ہے۔ سول ہو یا سرکاری ملازم ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنا دونوں کے لیے ضروری ہے۔ بہرحال یہ اپنی اپنی ہمت کی بات ہے۔ باقاعدہ کالم نگاری سے پہلے میں بطور شاعر اور ڈرامہ نگار کافی مشہور ہوچکا تھا۔حکمرانوں کا طریقہ یہ ہے کہ جو سرکاری افسران ان کے ہاں ناپسندیدہ ہوں ان کو دور دراز علاقوں میں بھیج دیتے ہیں جن میں بلوچستان بھی شامل ہے۔ میں پہلے ہی بلوچستان میں تھا اس لیے اسٹیبلشمنٹ کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ میرے ساتھ کیا کرے۔ اسی مخمصے میں اللہ نے مدد کی۔ دوستوں کی دعائیں شامل حال ہوئیں اور بحیثیت کالم نگار بھی میری شہرت پھیل گئی۔ میرا اس بات پر یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے کام لینا چاہتا ہے تو وہ اس کی حفاظت بھی کرتا ہے۔

ضیائے حدیث کالم نگاری کی وجہ سے آپ کو کبھی دشواری اور مشکل کا سامنا کرنا پڑا؟

اوریا مقبول بہت دفعہ ہوا اور بہت کچھ ہوا۔ بہت دفعہ کھڈے لائن پوسٹنگ رہی۔ سب سے زیادہ مشکل مشرف دور میں رہی۔ اس دور میں ایران میں ایگزیکٹو ڈائریکٹر ECO کی ایک پوسٹنگ تھی۔ جس کے لیے میں نے مقابلے کا امتحان پاس کیا اور ایران چلا گیا۔ تنخواہ 5 ہزار ڈالر تھی جو کہ بہت ہی معقول تھی۔ انھی دنوں جامعہ حفصہ کا سانحہ پیش آیا تو میں نے روزنامہ ایکسپریس میں کالم لکھے اور ایران کے ایک چینل پریس ٹی وی میں پروگرام کیا۔ ان کالموں اور ٹی وی پروگرام کی پاداش میں صرف ڈھائی ماہ بعد ہی مجھے وہاں سے ڈیپورٹ کرکے واپس بلالیا گیا۔ واپسی پر بہت لمبی چوڑی انکوائری ہوئی اور لمبا چکر چلا۔ جب سے

میں نے کالم نگاری کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ اس وقت سے اب تک سب حکمرانوں کا اس بات پر اتفاق رہا ہے کہ مجھے کسی اچھی پوسٹ پر ٹکنے نہیں دینا۔ کالم نگاری سے پہلے میں اچھی پوسٹوں پر رہا ہوں۔ تقریباً 6 سال ڈپٹی کمشنر، 3 سال اسسٹنٹ کمشنر، ایم ڈی واسا، ڈائریکٹر نیپا رہا ہوں۔ مگر کالم نگاری کے بعد اس طرح کی پوسٹیں میرے لیے شجرِ ممنوعہ بن چکی ہیں۔ مگر میں ہر حال میں خوش ہوں۔

ضیائے حدیث موجودہ حکومت کا رویہ کیسا ہے؟

اوریا مقبول ٹھیک ہے، چھیڑتے نہیں ہیں لیکن اعتبار بھی نہیں کرتے۔ پہلے دور حکومت میں مجھے سیکرٹری انفارمیشن بنا دیا گیا لیکن شائد ان کو اندازہ نہیں تھا کہ میرے ساتھ معاملہ کیسے چلے گا۔ اس لیے کئی مسائل بن گئے۔ اچھی خاصی تلخی ہوگئی۔ اس کے بعد پرانے لاہور کی بحالی کے منصوبے والی سٹی پراجیکٹ میں مجھے لگا دیا گیا۔ اب میں سیکرٹری آرکائیوز ہوں۔

ضیائے حدیث کیا یہ درست ہے کہ شاعر رومینٹک ہوتے ہیں؟

اوریا مقبول رومان کے بغیر شاعری ممکن نہیں لیکن اصل بات یہ ہے کہ رومان کیا ہے۔ رومان محبت ہے اور محبت اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت ہے۔ محبت وہ بھی ہے جو اللہ کو بندے کے ساتھ ہے، والدین کو اولاد کے ساتھ ہے، بچوں کو والدین کے ساتھ ہے، خاوند کو بیوی اور بیوی کو خاوند سے محبت ہے۔ اگر محبت نہ ہو تو یہ رشتے ٹوٹ پھوٹ جائیں۔ محبت بہت مؤثر اور طاقت ور ہتھیار ہے۔ اصل بات ہے اس ہتھیار کا استعمال۔ محبت سے عاری دعا اللہ کے ہاں قبولیت کے درجے کو نہیں پہنچ سکتی۔ خود میری شادی محبت کی شادی ہے۔

ضیائے حدیث آپ نے محبت کی شادی کی بات کی ہے۔ اس وقت ہمارے معاشرے میں لو میرج کا ایک اندھا ٹرینڈ چل پڑا ہے۔ لڑکے لڑکیاں گھروں سے بھاگ کر شادیاں کررہے ہیں اس کے بارے میں آپ کیا کہیں گے؟

اوریا مقبول دیکھیں بات یہ ہے کہ پسند کرکے شادی کرنا اور بات ہے، گھر سے بھاگ کر، خاندان کی روایات کا جنازہ نکال کر اور اپنے بزرگوں کی عزت کو داغ دار کرکے شادی کرنا بالکل مختلف بات ہے۔ پسند کرکے شادی کرنا ایک شرعی ضرورت ہے۔ پسند کرکے اور والدین کی رضامندی سے کی جانے والی شادی زیادہ کامیاب رہتی ہے۔ جب میں ڈپٹی کمشنر تھا تو اس وقت مجسٹریٹ کے طور پر میرے سامنے جتنے بھی ایسے کیس آئے جن میں لڑکے نے لڑکی کو بھگا کر شادی کی تھی میں عینی شاہد ہوں کہ یہ سب شادیاں بری طرح ناکام رہیں۔ ان شادیوں کا انجام بہت المناک اور شرمناک ہوا۔ ان شادیوں میں ایسے ہوا کہ یا تو محبت کے دعویدار نے اپنی محبوبہ کو بیچ دیا۔ یا طلاق کے بعد وہ لڑکی کسی طوائف کے بالاخانے پر پہنچ گئی اور یا پھر وہ کسی دوسرے غلط کام میں ملوث ہوگئی۔ اگر یہ تین انجام نہ بھی ہوں تو پھر بھی یہ لڑکی ذلت آمیز زندگی بسر کرتی ہے۔ اول تو لڑکے کے گھر والے اسے قبول نہیں کرتے۔ اگر بادلِ نخواستہ قبول کر بھی لیں تو ساری زندگی اسے بے غیرت اور بے شرم کے طعنے سننے پڑتے ہیں۔ جب ایسی لڑکی ماں بنتی ہے تو ذلت بھرے طعنے اس کی اولاد کو وراثت میں منتقل ہوتے ہیں۔ ایسی شادیاں نہ صرف معاشروں، خاندانوں بلکہ آنے والی نسلوں کو بھی برباد کرکے رکھ دیتی ہیں۔ آپ ذرا غور کریں کہ جس شادی کی بنیاد میں والدین کی بددعائیں اور آہیں شامل ہوں وہ بھلا کیسے اور کیوں کر کامیاب ہوسکتی ہے۔

ضیائے حدیث آپ کی شادی آپ کے والدین کی رضامندی سے ہوئی؟

اوریا مقبول جی ہاں بالکل! میری مسز میری کولیگ بھی ہیں۔ جب میں کوئٹہ یونیورسٹی میں پڑھاتا تھا تو وہ بھی وہاں پڑھاتی تھیں۔ اگرچہ میں کوئٹہ یونیورسٹی میں پڑھاتا تھا مگر میری زندگی بہت سادہ تھی۔ ''دلی میں رہیں، کھائیں گے کیا'' والی حالت تھی۔ میرے گھر کے جو مالی حالات تھے وہ میں پہلے ہی بتا چکا ہوں جبکہ میری مسز کا تعلق بہت خوشحال خاندان سے ہے۔ اس وجہ سے جب رشتے کی بات چلی تو اُدھر سے تھوڑا سا مسئلہ بنا تھا مگر پھر اللہ نے کرم کیا اور معاملہ حل ہوگیا۔

ضیائے حدیث حصول علم کے لیے اور موجودہ مقام تک پہنچنے کے لیے آپ کو مشکلات سے بھی گزرنا پڑا ہے؟

اوریا مقبول میرے والد گجرات میونسپل کمیٹی

میں اکاؤنٹنٹ تھے۔ انھوں نے دو شادیاں کی تھیں۔ میں دوسری شادی سے تھا۔ میری عمر 12 سال تھی جب والد گرامی ریٹائر ہوئے۔ میرے والد مرحوم میں جہاں اور بہت سی خوبیاں تھیں وہاں ان میں ایک خوبی یہ بھی تھی کہ وہ بہت نیک اور دیانت دار انسان تھے۔ ہمارے والد گرامی کا ہم پر بہت بڑا احسان یہ ہے کہ انھوں نے ہمیں رزق حلال سے پالا۔ انھوں نے ہمارے لیے جائیداد چھوڑی نہ بینک بیلنس، تاہم انھوں نے جو سب سے بڑی دولت ہمیں ورثے میں دی وہ دیانت داری، سچائی اور محنت ہے۔ اگر ہمارے والد ہمارے لیے بہت بڑا محل بھی چھوڑ کر جاتے اور وہ محل رزق حرام سے بنا ہوتا تو شاید میں ان کی اس طرح تکریم نہ کر پاتا جس طرح آج ان کی تکریم میرے دل میں ہے۔ سو ہمارے گھر کے مالی حالات بہت اچھے نہ تھے۔ خاص کر والد گرامی کی ریٹائرمنٹ کے بعد بہت مشکل حالات سے گزرنا پڑا۔ میں بھائیوں میں سے سب سے بڑا تھا، اس لیے والد گرامی کے بعد گھر کی سب سے زیادہ ذمہ داری بھی میرے کندھوں پر تھی۔ زندگی کی گاڑی کو کھینچنے کے لیے مجھے کئی طرح کے کام اور بہت محنت مشقت کرنا پڑی۔ کاغذ کے لفافے بنا کر بیچنا پڑے۔ آپ کو یاد ہوگا شاپنگ بیگ سے پہلے دکانداروں کے پاس کاغذ کے بنے مختلف سائز کے لفافے ہوتے تھے جن میں دکاندار چیزیں ڈال کر گاہکوں کو دیا کرتے تھے۔ ہم سب بہن بھائی گھر میں یہ لفافے بناتے۔ بھائیوں میں سے چونکہ سب سے بڑا میں تھا، اس لیے میں لفافے بناتا بھی تھا اور اس کے بعد گلیوں محلوں میں پھر کر لفافے دکانداروں کو بیچنا اور ان سے پیسے وصول کرنا بھی میری ذمہ داری تھی۔ میں نے چوکوں اور شاہراہوں میں کھڑے ہوکر اخبارات بیچے ہیں۔ لفافے اور اخبارات بیچنے کا کام میں پیدل کرتا تھا اور ساتھ پڑھتا بھی تھا۔ جب تھوڑا سا بڑا ہوا تو گھر میں والد مرحوم کی سائیکل پر یہ سارے کام کرنے لگا۔ میرا قد چھوٹا تھا، اس لیے بہت عرصے تک میں قینچی سائیکل چلاتا رہا۔

ضیائے حدیث اخبارات اور لفافوں کی آمدن سے آپ گھر کا خرچ چلاتے یا تعلیمی اخراجات پورے کرتے تھے؟

اوریا مقبول اس آمدن سے گھر کا خرچ چلاتے تھے۔ جہاں تک میرے تعلیمی معاملات کا تعلق ہے اس سلسلے میں مجھے کبھی کوئی پریشانی نہیں رہی۔ اس لیے کہ مجھے سکالرشپ ملتا تھا۔ کتابوں کا بھی کہیں نہ کہیں سے انتظام ہو جاتا تھا۔ آپ کو حیرت ہوگی کہ میں نے بی اے تک کبھی نصاب کی کتاب نہیں خریدی۔ جب ایف اے کا امتحان دینے کا وقت آیا تو اس وقت تحریک ختم نبوت چل رہی تھی۔ گریجویشن کی باری آئی تو بھٹو کے خلاف چلنے والی تحریک زوروں پر تھی۔ میں نے دونوں تحریکوں میں بہت سرگرمی سے حصہ لیا۔ ایم اے پنجاب یونیورسٹی سے کیا۔ ایم اے میں کتاب خریدنے کی ویسے ہی ضرورت نہیں پڑتی۔ یونیورسٹی کی لائبریری کی کتابوں سے کام چل جاتا ہے۔

میں جتنا عرصہ پنجاب یونیورسٹی میں زیر تعلیم رہا لاہور میں ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے لیے اکثر پیدل ہی سفر کیا کرتا تھا۔ اولڈ کیمپس میں پڑھتا تھا۔ چھٹی کے وقت وہاں سے نکلتا انارکلی کی کتابوں کی دکانوں سے ہوتا ہوا ریگل چوک میں کتابوں کی دکانوں پر پہنچتا۔ یہاں کتابیں کھنگالنے کے بعد برٹش لائبریری اور پھر امریکن سنٹر کی لائبریری جاتا۔ یہ تقریباً میرا روز کا معمول تھا۔ لاہور کا 80% علاقہ میں نے پیدل چل پھر کر دیکھا۔ اسی دور میں ماہنامہ ماہ نو، ہفت روزہ پاک جمہوریت اور ٹرسٹ کے ایک دو اخبارات میں لکھنا شروع کیا۔ ٹرسٹ کے اخبارات کے دفاتر میکلوڈ روڈ پر تھے۔ یہ سفر بھی زیادہ تر پیدل یا بسوں میں ہوتا تھا۔ ماہ نو اور پاک جمہوریت میں لکھنے کا معاوضہ مجھے 25 روپے فی مضمون ملتا تھا۔ اس وقت میرا دو ڈھائی سو روپے مہینے کا خرچہ ہوتا تھا، اس لیے 25 روپے فی مضمون کے حساب سے معاوضہ بہت مناسب تھا۔

ضیائے حدیث جب آپ لاہور کی سڑکوں پر پیدل سفر کرتے تھے وہ وقت زیادہ خوبصورت تھا یا آج کا وقت آپ کو زیادہ اچھا لگتا ہے؟

اوریا مقبول وہ وقت زیادہ خوبصورت تھا۔ ایک بات یاد رکھیں شہر جتنے بڑے ہوں گے مسائل اتنے ہی بڑھیں گے۔ جب میں لاہور میں پڑھتا اور اس شہر کی سڑکوں پر پیدل چلا کرتا تھا تو اس وقت یہاں سکون تھا۔ اولڈ کیمپس سے نیو کیمپس بہت دور لگتا تھا۔ راوی تک پہنچنے کے لیے درمیان میں بہت بڑا سنسان علاقہ

تھا۔ لاہور بادشاہی مسجد کے میناروں سے شروع ہوکر مسلم ٹاؤن پر جاکر ختم ہوجاتا تھا۔ اس دور میں جب کوئی گاڑی آرہی ہوتی تو پتا ہوتا تھا کہ فلاں کی گاڑی ہے، اب اپنی گاڑی کھڑی کرو تو پتا نہیں چلتا کہ کہاں کھڑی کی ہے۔ الغرض پہلے بہت سکون تھا۔ اسی سکون کی آج کے انسان کو تلاش ہے لیکن سکون انسانوں سے روٹھتا جارہا ہے۔

ضیائے حدیث کہا جاتا ہے کہ موجودہ دور میں دیانت دار بیوروکریٹ کا سسٹم کے ساتھ چلنا مشکل ہے؟

اوریا مقبول میرے خیال میں یہ مشکل ضرور ہے لیکن ناممکن نہیں۔ سب سے زیادہ پروٹیکشن سول سروسز کے اندر ہی ہیں۔ بہت مشکلات ہیں لیکن آپ مجھے بتائیں مشکلات کہاں نہیں ہیں۔ دیانت کا راستہ اگر مشکلات کا راستہ نہ ہوتا تو اللہ کے ہاں اس کا اجر بھی نہ ہوتا۔ سول سروس اس لیے زیادہ مشکل ہے کہ یہاں اختیارات ہیں۔ باقی مشکلات تو ہر جگہ ہیں۔ اگر دس ہزار روپے کے سرمائے سے کوئی کام شروع کریں گے تو بھی آپ کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ میں اس کی وضاحت ایک مثال سے کرنا چاہوں گا کہ اگر ایک بددیانت آدمی نواز شریف دور میں عتاب کا شکار ہوجائے تو وہ اس امید پر کھڈے لائن پوسٹنگ برداشت کرتا رہتا ہے کہ جب دوسرا دور آئے گا تو اچھی پوسٹ مل جائے گی۔ اگر بددیانت آدمی یہ سب کچھ برداشت کرتا رہتا ہے تو دیانت دار آدمی کو بدرجہ اولیٰ صبروتحمل سے کام لینا چاہیے۔

ضیائے حدیث آپ کا الیکٹرانک و پرنٹ میڈیا کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ یہ آپ کا ذوق و شوق بھی ہے اور آپ کی فیلڈ بھی ہے۔ میڈیا کے متعلق گفتگو کیے بغیر آپ سے لیا جانے والا یہ انٹرویو ادھورا رہے گا۔ اس لیے اب کچھ گفتگو میڈیا کے حوالے سے ہوجائے۔ یہ فرمائیں کہ بحیثیت مسلمان اور بحیثیت پاکستانی آپ میڈیا کو کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

اوریا مقبول میڈیا کا ایک کردار یہ ہے کہ اس وقت یہ پوری امت مسلمہ کے خلاف مغربی تہذیب اور کارپوریٹ کلچر کا ہتھیار ہے۔ کارپوریٹ کلچر کا مطلب ہے پوری دنیا کو ایک خاص قسم کے طرز زندگی میں ڈھالنا، کیونکہ اس کے بغیر ان کا مال نہیں بکتا اور تجوریاں نہیں بھرتیں۔ عورت کا لباس، خوبصورتی، چہرہ، زیبائش اور اس سے متعلقہ سب چیزیں جب تک سامنے نہیں آئیں گی ان کی 80، 90 بلین ڈالر کی انڈسٹری نہیں چل سکتی۔ پاؤں کے ناخن سے لے کر سر کے بالوں تک عورت کے جسم کے ہر حصے کو انڈسٹری بنادیا گیا ہے۔ دولت اکٹھی کرنے کی اس ہوس کا مرکزی کردار میڈیا ہے۔ مغربی تہذیب کو مسلط کرنے کی اس جدوجہد میں جہاں سے بھی مزاحمت ہوتی ہے وہ میڈیا کے ذریعے اس کا مقابلہ کرتے ہیں۔ جب ایک عورت حجاب پہنتی ہے تو وہ ان کی بلین ڈالرز کی انڈسٹری پر لات مارتی ہے کیونکہ وہ زیبائش کا سامان نہیں بننا چاہتی۔ اس لیے مغرب اور کارپوریٹ کلچر اسلام کو اپنا سب سے بڑا دشمن سمجھتے ہیں۔ میڈیا کا دوسرا کردار یہ ہے کہ یہ اسلام کی تعلیمات، روایات و اقدار پر حملہ کرنا اور اس کی اخلاقیات کو پامال کردینا چاہتا ہے۔ ان حالات میں سوال یہ ہے کہ عالم اسلام کیا کرے، اور ان کا مقابلہ کیسے کرے؟ سیدھی سی بات ہے کہ توپ کا مقابلہ تلوار سے نہیں کیا جاسکتا۔ میں اپنے علماء اور دانشوروں سے اکثر کہتا رہتا ہوں کہ اگر آپ اس میڈیا وار کا مقابلہ نہیں کریں گے تو مارے جائیں گے۔

ضیائے حدیث یہ فرمائیں کہ عالم اسلام مغرب کی اس میڈیا وار کا مقابلہ کیسے کرے؟

اوریا مقبول 1980ء تک الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا سو ڈیڑھ سو کمپنیوں کی ملکیت تھا۔ اب 97% میڈیا تین کمپنیوں WALT DISENY, NEWS CORPORATION, TURNERS کی ملکیت ہے۔ میڈیا وار کا مقابلہ میڈیا ہی سے ممکن ہے۔ جبکہ ہم ابھی تک پل بنا، چاہ بنا، مسجد و تالاب بنا میں لگے ہوئے ہیں۔

ضیائے حدیث موجودہ دور کو آزادی اظہار کا دور کہا جاتا ہے، کیا آپ سمجھتے ہیں کہ آج کا میڈیا واقعی آزاد ہے؟

اوریا مقبول میڈیا آزاد نہیں، کارپوریٹ کلچر اور مغربی تہذیب کا قبضہ و تسلط ہے۔ علامہ اقبال کا ایک بہت خوبصورت شعر ہے۔

گو فکر خداداد سے روشن ہے زمانہ
آزادی افکار ہے ابلیس کی ایجاد

ضیائے حدیث مغرب کے تصور جمہوریت کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

اوریا مقبول ایک وقت تھا جب دنیا میں بادشاہت تھی۔ سرکاری، درباری اور امراء عوام کا خون چوس کر بادشاہ کو قیمتی ہدیے، تحفے اور تحائف دیا کرتے تھے۔ جو جتنے زیادہ قیمتی تحفے دیتا بادشاہ اسے اتنے ہی اہم عہدے پر فائز کرتا تھا۔ جب بادشاہت کا دور ختم ہوا تو اس کی جگہ جمہوریت کا پودا لگایا گیا، پارٹیاں بنیں۔ اب سرمایہ دار لوگ اپنے مفادات کے حصول کے لیے پارٹیوں کو فنڈ دیتے ہیں۔ امریکہ کی دو جماعتوں کا کوئی ایک بھی صدارتی امیدوار اس وقت تک اپنی انتخابی مہم نہیں چلا سکتا اور نہ الیکشن جیت سکتا ہے جب تک اسے فنڈز نہ ملیں۔ یہی حال دیگر مغربی ملکوں کا ہے گویا کام وہی ہے صرف طریقہ کار بدلہ ہے۔ اقبال کا شعر ہے۔

ہم نے خود شاہی کو پہنایا ہے جمہوری لباس
جب کبھی آدم ہوا ہے خود شناس و خودنگر

مختصراً یوں سمجھ لیں کہ پہلے ایک فرعون ہوتا تھا اب ایک فرعون کے اختیارات چار سو فرعونوں میں تقسیم ہوگئے ہیں۔

ضیائے حدیث مغرب کی طرف سے توہین قرآن اور توہین رسالت مآب ﷺ کے واقعات تسلسل سے پیش آرہے ہیں آپ کے خیال میں اس کی کیا وجہ ہے؟

اوریا مقبول رسول اکرم ﷺ کے ساتھ مسلمانوں کی محبت اور تعلق ہمیشہ سے ایک ٹیسٹ کیس رہا ہے۔ مغرب اس طرح کی حرکتیں یہ دیکھنے کے لیے کرتا ہے کہ رسالت مآب کے ساتھ ہمارا تعلق کیسا ہے۔ مغرب اسلام کے بڑھتے ہوئے غلبے سے خوف زدہ ہے۔ اس لیے وہ اسلام کے خلاف ایک بڑی جنگ بھڑکانے کے درپے ہے۔ اس جنگ میں مغرب کی افواج، دانشور اور میڈیا تینوں اپنا اپنا کردار ادا کررہے ہیں۔ کچھ عرصہ پہلے تک جب کسی مشکوک شخص کو چیک پوسٹ پر روکنا مقصود ہوتا تو اس کا چہرہ بالکل اور طرح کا ہوتا تھا۔ وہ سلطان راہی ٹائپ ہوتا۔ بال، مونچھیں، کان میں بالی وغیرہ۔ ایسے شخص کی تلاشی لی جاتی تھی۔ اب جس کے ماتھے پر محراب ہے، داڑھی ہے اور شلوار ٹخنوں سے اوپر ہے اس کو روکا جاتا ہے۔ یہ سب مغربی میڈیا کے پروپیگنڈے کا کمال ہے اور اس بات کا اظہار ہے کہ مغرب کی جنگ اسلام کے خلاف ہے۔ مغرب کو اس بات کا یقین ہے کہ یہ جنگ وہ اس وقت تک نہیں جیت سکتا جب تک مسلمانوں کے دلوں سے رسالت مآب ﷺ کی محبت کو نہ نکال دے۔ رسالت مآب ﷺ کی شان میں گستاخیاں اسی سلسلے کی کڑی ہیں۔

ضیائے حدیث پاکستان کی دینی صحافت اور دینی جرائد کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

اوریا مقبول اب بہت بہتر ہے۔ تاہم دنیا جس نہج پر جارہی ہے اور الیکٹرانک و پرنٹ میڈیا میں جو تیز رفتاری آچکی ہے اسے دیکھتے ہوئے دینی صحافت اور دینی جرائد کو مزید بہتر بنانے کی ضرورت ہے۔ اگر آپ 100% دینی اخبار یا رسالہ نکالیں گے تو آپ کبھی کامیاب نہیں ہوسکتے۔ آپ کا حلقہ قارئین بالکل سکڑا سمٹا رہے گا اور آپ کبھی آگے نہیں بڑھ سکیں گے۔ آپ دیکھ لیں دینی صحافت کا جن کے ساتھ مقابلہ ہے یا اپنی صحافت جن کو اپنے مدمقابل سمجھتی ہے وہ Purely سیکولر چینل نہیں چلاتے۔ اس میں اور بھی بہت کچھ ہوتا ہے تاہم غلبہ اپنا ہوتا ہے۔ میں اس کی وضاحت ایک مثال سے کرنا چاہوں گا وہ یہ کہ آپ نے دوسرے کے درخت سے پرندے اڑا کر اپنے درخت پر بٹھانے ہیں مگر حالت یہ ہے کہ آپ دوسرے کے درخت کو ہاتھ لگانے کے لیے تیار نہیں۔ یہی بات میں نے ڈاکٹر ذاکر نائیک سے کہی تھی۔ کامیابی کے لیے آزاد قسم کے چینل اور آزاد قسم کا رسالہ ہونا ضروری ہے۔ آزاد کا مطلب مادر پدر آزاد نہیں بلکہ آزاد کا مطلب یہ ہے کہ اس میں مخالفین کو بھی اظہار رائے کا موقع ملے، البتہ غلبہ آپ کا ہو۔

ضیائے حدیث آپ متعدد بار دارالسلام کے وزٹ کے لیے آئے ہیں اور دارالسلام کی کتابیں بھی آپ کے زیرمطالعہ رہتی ہیں۔ دارالسلام کے کام اور اس کے معیار کو بہتر بنانے کے لیے آپ کی کیا رائے ہے؟

اوریا مقبول ماشاء اللہ دارالسلام کا کام اور معیار بہت اچھا اور خوبصورت ہے۔ کوالٹی بھی ہے اور تحقیق بھی ہے۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ دارالسلام کو جنرل پبلک اشاعت کی طرف بھی آنا چاہیے۔ خصوصی طور پر بچوں کو فوکس کیا جائے۔ بچوں کی کتابیں، سی ڈیز، کیسٹیں، کہانیاں، نظمیں، ترانے زیادہ سے زیادہ تیار کیے جائیں۔ ماہنامہ ضیائے حدیث کی افادیت

سے انکار ممکن نہیں لیکن اگر بچوں کا معیاری میگزین شروع کیا جاتا تو زیادہ بہتر تھا۔ عبدالمالک مجاہد صاحب کے لیے میرا مشورہ ہے کہ وہ مسلمان بچوں کے لیے چینل شروع کریں، ایسے چینل کی اشد ضرورت ہے۔ اگر بچوں کے لیے اسلامی روایات، اقدار اور اسلامی تاریخ کی روشنی میں چینل نہ بنایا گیا تو اگلے 15، 20 سال میں ہمارے بچے مسلمان ہیروز اور اسلام کی تاریخ کو بالکل بھول جائیں گے۔

ضیائے حدیث آخری سوال ہے یہ فرمائیں کہ ہم میڈیا کے برے اثرات سے اپنے گھروں اور بچوں کو کیسے بچائیں؟

اوریا مقبول اس کے لیے مسلسل محنت کی ضرورت ہے۔ 90ء کی دہائی میں جب ڈش آئی اس وقت میری بچی چھوٹی تھی۔ وہ بہت ذہین تھی۔ جب وہ ڈش دیکھتی تو اس نے گانے اور فلمیں Pick کرنا شروع کر دیں۔ ہمارے ہاں ایک نارمل روٹین ہے کہ بچے سے کہا جاتا ہے گانا سناؤ جب وہ گانا سنائے تو تالیاں بجا کر اس کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ ہماری بچی کے ساتھ بھی کچھ اس طرح کا سلسلہ شروع ہوگیا تو میں اس کو ڈانٹنے کی بجائے بچوں کی نظمیں اور بچوں کی شاعری ردھم کے ساتھ یاد کرانا شروع کر دی۔ پھر ہوا یہ کہ ایک جگہ بچے جمع تھے۔ سب بچوں سے کچھ سنانے کو کہا گیا۔ باقی سب نے گانے سنائے، میری بچی نے بہت خوبصورت نظم ردھم کے ساتھ پڑھی تو اس کی بھرپور حوصلہ افزائی کی گئی۔ اس طرح بچی کی توجہ گانوں کی بجائے نظموں کی طرف ہوگئی۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ شر کے مقابلے میں خیر کا بیج بونے، بچوں کی اخلاقی تربیت کرنے اور اپنے گھروں کو برے اثرات سے بچانے کے لیے مسلسل محنت کی ضرورت ہے۔ یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ آپ چھتری بھی نہ تانیں اور یہ بھی چاہیں کہ آپ کو دھوپ بھی نہ لگے۔ آپ کو اپنے بچوں اور اپنے گھر پر اخلاقیات اور اسلامی روایات کی چھتری تانا ہوگی تب ہی آپ اپنے مقصد میں کامیاب ہوسکیں گے۔

❁❁❁❁

جس شخص کو اللہ تعالیٰ خیر سے نوازنا چاہتا ہے اسے دین کا فہم عطا کر دیتا ہے (بخاری، مسلم)

گھر بیٹھے علم دین سیکھنے کا جامع پروگرام

- اوپن یونیورسٹی سے آسان طریقہ
- نہ کسی مدرسہ میں داخلہ، نہ مروجہ امتحانات
- ہر عمر کے مرد و خواتین کیلئے
- پورے ملک کے تمام علاقوں کیلئے

تبلیغ اسلام سرٹیفکیٹ کورس | ڈپلومہ: فاضل علوم اسلامی | اسناد فضیلت: المدرس القرآن، الاستاذ، رئیس الاساتذہ

سکولوں، کالجوں اور دینی مدارس کیلئے خصوصی پیکج

تعلیمی بورڈ: ڈاکٹر سہیل حسن، صاحبزادہ ڈاکٹر ساجد الرحمٰن، علامہ زاہد الراشدی، جناب خلیل الرحمٰن چشتی، جناب اکرام اللہ جان، پروفیسر ڈاکٹر حبیب الرحمٰن عاصم
مولانا عبدالمالک، حافظ عاکف سعید، ڈاکٹر ایس ایم زمان، ڈاکٹر سید زاہد حسین، مولانا حنیف جالندھری، ڈاکٹر نجم الدین

دعوت فاؤنڈیشن پاکستان

مکان نمبر 1، STI کالونی پلاٹ نمبر 7 سیکٹر H-9 اسلام آباد فون: 051-4444266، موبائل: 0323-5131416
ای میل: anfides@gmail.com

امریکہ کے ایک عیسائی پرہیزگار سے ملاقات

حافظ عبدالوحید سوہدروی

قارئین کرام! اسلام میں پرہیزگار کی خصوصیات سے تو ہم واقف ہی ہیں۔ آیئے آج ایک عیسائی پرہیزگار شخص سے آپ کی ملاقات کراتے ہیں۔

وضاحت: ان کی خصوصی درخواست کے پیش نظر ان کا نام استعمال نہیں کیا جارہا۔ صرف دو حروف کی اجازت دی۔

یہ ہیں مسٹر R.W، رنگ گورا، قد لمبا، عمر 93 سال، انجینئرنگ کی ڈگری امریکہ کی مشہور یونیورسٹی A & M ٹیکساس سے 1946ء میں حاصل کی۔ جنگِ عظیم دوم کے دوران دوسرے طلباء کے ہمراہ لازمی سروس کے لیے بلالیا گیا۔ جاپان پر حملے کی خاطر پندرہ ہزار کی نفری کے ساتھ پانامہ کینال سے گزر کر پرل ہاربر سے رسد لینے کے بعد منیلا کا عزم تھا کہ 1944ء میں امریکہ کے صدر ٹرومین نے جاپان پر دو ایٹم بم گرائے جس سے جنگ ختم ہوگئی۔ تاہم یہ سب لوگ جاپان کی تعمیرنو میں ایک سال تک حصہ لینے کے بعد واپس امریکہ آئے۔ پھر مسٹر R.W نے ایک سمسٹر کی باقی ماندہ تعلیم ختم کرکے انجینئرنگ کی ڈگری لی۔ مسٹر R . W کے پردادا سکاٹ لینڈ سے امریکہ آئے تھے۔

میری شناسائی ان سے 1987ء کے بعد ہوئی جب ہم نے ان کی انجینئرنگ کمپنی کے پڑوس میں مسجد کے لیے جگہ خریدی۔ شروع میں تو ہم صرف ہیلو ہیلو ہی کیا کرتے تھے لیکن بعد میں جب انھوں نے مجھے EBMS کے بزنس مین لنچ میں باقاعدگی سے سال میں دوبار بلانا شروع کیا تو قرب بڑھتا گیا۔ اگرچہ وہ مجھ سے 23 سال بڑے ہیں مگر میرا ادب وہ مسلم مذہبی پیشوا کی حیثیت سے کرتے ہیں۔ مسٹر R.W کا مجھے باقاعدگی سے اپنے بزنس مین لنچ میں بلانے کا مقصد تو بڑا واضح ہے کہ وہ مجھے عیسائی بنانے کی ازحد خواہش رکھتے ہیں جبکہ میری خواہش یہ ہوتی ہے کہ وہ مسلمان ہوکر اپنی آخرت سنوارلیں۔ مگر ہم دونوں کے عقیدہ میں کوئی لچک نظر نہیں آتی۔ 5 مارچ 2014ء کو اپنی 93 ویں سالگرہ سے چند روز قبل جب انھوں نے لنچ پر آنے کی یاد دہانی کرائی تو میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ کیوں نہ ان کا مذہبی حوالے سے انٹرویو لیا جائے۔ رابطہ کرنے پر انھوں نے 13 مارچ کی سہ پہر کو اپنے گھر آنے کی دعوت دی۔ ان کا گھر ہوسٹن کے امیر علاقے میں ہے۔ مقررہ وقت پر پہنچ کر چائے پیتے ہوئے میں نے کہا کہ پہلے آپ جو کچھ بتانا چاہیں بتالیں بعد میں چند ایک سوالات مذہب کے حوالے سے میں کروں گا۔ مسٹر R.W نے کہا کہ میں کوئی تمھاری طرح سکالر تو ہوں نہیں جس کے آگے پیچھے ہر طرف علم ہے، میں تو عام آدمی ہوں۔ میں نے تسلی دی کہ سوالات بھی عام ہوں گے نہ کہ عالمانہ۔

چنانچہ انھوں نے اپنی تعلیم اور ساڑھے تین سالہ آرمی سروس کی روداد سنائی اور کہا کہ میں نے جو تین Goal (ہدف) مقرر کیے تھے انھیں

پالیا۔ پہلا یہ کہ آرمی سے کیپٹن بن کر نکلوں۔ دوسرا کالج کی تعلیم مکمل کرنا جبکہ میرے والدین مڈل سے آگے تعلیم حاصل نہ کرسکے تھے اور تیسرا بہترین روزگار (Job) حاصل کرنا تھا۔ لیکن اس کے باوجود میں اپنے اندر تشنگی محسوس کرتا تھا۔ جن دنوں میں ملازمت کے سلسلے میں نیویارک میں مقیم تھا، کولمبیا یونیورسٹی کے کچھ طلباء کی میٹنگ میں جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں ان کے ٹیچر نے بائبل کی چند آیات دیں۔ جن میں ایک یہ تھی کہ جو کوئی عیسیٰ (علیہ السلام) کو پالے گا وہ چلڈرن آف گاڈ (خدا کی اولاد) بن جائے گا۔ چنانچہ 1948ء سے اب تک JESUS (عیسیٰ علیہ السلام) میرے ساتھ ہے۔

قارئین! یہ وہی عقیدہ ہے جو ہم خدا کے بارے میں رکھتے ہیں کہ وہ اپنے علم اور قدرت کے اعتبار سے ہر وقت ہمارے ساتھ ہے اگرچہ وہ عرشِ بریں پر مستوی ہے۔

میں نے پوچھا مسٹر R.W تمھیں کیسے پتہ چلتا ہے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) تمھارے ساتھ ہیں؟ جواب دیا: اچھے دن اور برے دن سے پتہ چل جاتا ہے۔ میں نے پوچھا: عیسائیت کے کس فرقے سے تعلق رکھتے ہو؟ بتایا کہ پروٹسٹنٹ کی شاخ بائبل چرچ سے تعلق ہے جن کی زیادہ تر توجہ کتاب کی طرف ہوتی ہے۔ مزید کہا کہ عیسائیوں کی اکثریت بائبل نہ پڑھنے کی بنا پر عیسیٰ (علیہ السلام) سے تعلق نہیں رکھتی۔

قارئین! ہم مسلمانوں کا بھی تو قرآن سے دوری کی بنا پر یہی حال ہے۔ کہنے کو تو ہم سب مسلمان ہیں۔

میں نے پوچھا کہ اپنی کمائی میں سے کچھ حصہ صدقہ وخیرات کے لیے مختص کرتے ہو؟ تو جواب دیا کہ مجھے نوکری شروع کرنے پر ماں نے نصیحت کی تھی کہ اپنی کمائی میں سے دس فیصد رقم صدقے کے لیے نکالا کروں اور اگر لینے والا نہ ملے تو رقم بستر کے نیچے رکھ دیا کروں۔ جب ایک روز اس نے میرا بیڈ اٹھایا تو رقم پاکر خوش ہوئی۔

قارئین! ہمیں بھی نبی اکرم ﷺ نے بتایا ہے کہ «اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَی اللّٰهِ اَدْوَمُهَا وَاِنْ قَلَّ» ''اللہ کے نزدیک پسندیدہ عمل وہ ہے جو مستقل بنیادوں پر کیا جائے چاہے تھوڑا ہی ہو۔''

میں نے مسٹر R.W سے پوچھا کہ آخرت کے بارے میں کیا عقیدہ ہے؟ جواب دیا کہ اگر عیسائی ہوتو پھر نیا جسم ملے گا اور جنت میں عیسیٰ (علیہ السلام) کے ساتھ رفاقت یقینی ہوگی۔ میں نے پوچھا: مرنے کا خوف ہے؟ اور مزید کتنا عرصہ زندہ رہنا چاہتے ہو؟ جواب دیا کہ میں موت سے خوفزدہ نہیں ہوں کیونکہ مجھے یقین ہے کہ نیا جسم ملنے پر میں عیسیٰ (علیہ السلام) کے ساتھ رہوں گا۔ مجھے پوچھا کہ کیا تمھیں بھی یقین ہے کہ تم جنت میں جاؤ گے۔ میں نے کہا کہ ہمیں اللہ سے یہی امید رکھنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ یقین کے ساتھ دعویٰ نہیں کرسکتے۔ مجھ سے پوچھا کہ تمھارے نبی کو بھی جنت میں جانے کا یقین نہیں تھا؟ میں نے کہا: انھیں ضرور یقین تھا۔

مسٹر R.W نے کہا کہ مجھے کسی بھی دن عیسیٰ (علیہ السلام) کال کرلے گا، یعنی موت کے لیے بلالے گا۔ میں موت سے نہیں ڈرتا، تاہم میں ایک سو سال تک زندہ رہنا چاہتا ہوں تاکہ لوگوں کی خدمت کرسکوں۔ میری بیوی جو مجھ سے دس سال چھوٹی ہے وہ تو کہتی ہے کہ تم سو سال تک زندہ رہو گے مگر وہ کیا جانے۔ میں نے پوچھا: کوئی خاص بیماری؟ کہا کہ صرف گھٹنوں کی پرابلم ہے۔ کار میں خود چلاتا ہوں۔ ہیلتھ کلب میں سائیکل چلانے جاتا ہوں جہاں تمھارے بیٹے بابر سے ملاقات ہوتی رہتی ہے۔

قارئین! اندازہ لگائیے یہ عمر اور باقاعدگی سے ورزش۔ ہم لوگ اپنے جسم پر ملنے والے خدائی اختیار کو استعمال تو کرتے نہیں کہ تھوڑی بہت ورزش ہی کرلیا کریں، البتہ یہ چاہتے ہیں کہ دعاؤں کے طفیل ہماری صحت قائم رہے۔ یا پھر دواؤں کا سہارا لے لیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں صحابہ کرام جہاد میں مصروف رہتے تھے جو کہ ورزش کا ایک نعم البدل تھا۔ یا آج کے زمانے میں جسمانی مشقت والا کام بھی کچھ نہ کچھ ورزش کا بدل بن جاتا ہے۔ مگر کھاپی کر سوجانے سے صحت خاک بنے گی۔ امریکہ اور مغربی ممالک میں لمبی صحت مند زندگی کا راز اسی ورزش اور ٹیکس دہندگان کی مدد سے قائم ہونے والی میڈیکل کی جدید سہولیات میں ہے۔

میں نے مسٹر R.W سے پوچھا کہ رسولوں اور نبیوں کے بارے میں کیا عقیدہ ہے؟ کہنے لگا: ہم مانتے ہیں کہ ابراہیم، یعقوب اور اسحاق بڑے نبی تھے مگر JESUS (عیسیٰ علیہ السلام) خدا کا بیٹا تھا۔ میں نے پوچھا کہ کبھی اسلام کا مطالعہ کیا ہے۔ جواب نفی میں دیا۔ پوچھا: کسی اور مذہب کا؟ کہا کہ نہیں۔ میں نے پوچھا کہ اپنی اولاد کو عیسائیت پر قائم رکھنے کی کیا کوشش کی۔ جواب دیا کہ 1957ء میں میری شادی ہوئی۔ میرا

ایک بیٹا اور تین بیٹیاں ہیں۔ میں بچپن ہی سے سب کو چرچ لے کر جاتا۔ ہم میں سے کوئی بھی شراب، ڈرگ یا تمباکونوشی کا عادی نہیں ہے۔

سچ فرمایا ہے ہمارے نبی پاک ﷺ نے «كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ اَوْيُنَصِّرَانِهٖ اَوْيُمَجِّسَانِهٖ» ''ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی، عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔'' (صحیح البخاري: 1385)

R.W سے میں نے پوچھا کہ زندگی بھر کتنے مسلمانوں سے واسطہ پڑا۔ جواب دیا کہ کسی ایک سے بھی نہیں ماسوائے تمھارے۔ میں یہ جواب سن کر اپنے مسلمانوں کی اس بے توجہی پر حیران رہ گیا جو دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم ہوسٹن میں اڑھائی تین لاکھ سے اوپر ہیں۔ مگر فریضۂ دعوت کی ادائیگی کا یہ حال ہے۔ مسٹر R.W نے بتایا کہ اس کے سامنے والے بنگلے میں ایک پاکستانی ڈاکٹر رہتا ہے جو ہارٹ سپیشلسٹ ہے۔ اس نے ایک دفعہ مجھے کہا تھا کہ چاہے تمھیں رات دو بجے میری ضرورت پڑے تو بلا لینا۔

میں نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو تو بنی اسرائیل کی گمشدہ بھیڑوں کی طرف ہدایت کے لیے بھیجا گیا تھا نہ کہ پوری دنیا کی طرف۔ اس نے جواب دیا کہ سینٹ پال کی دعوت کو جب بنی اسرائیل نے ٹھکرا دیا تو اس نے غیر بنی اسرائیل کو دعوت دینا شروع کر دی۔ Gospal کہتی ہے کہ پوری دنیا میں جاؤ۔ سینٹ پال وہ ہے جس نے کہا تھا کہ میں سب سے بڑا گناہ گار انسان ہوں۔ میں نے کہا: اپنے گناہوں کو تسلیم کر لینا ایک عظمت کی علامت ہے۔ میں نے پوچھا کہ امریکہ کے لوگ مسلمانوں کے خلاف کیوں ہیں؟ جواب دیا کہ وہ خوفزدہ ہیں۔ کیونکہ بچوں کو مارا جاتا ہے۔ آگ لگائی جاتی ہے۔ لیبیا میں چرچ کے چار آدمیوں کو مار ڈالا۔ نیویارک میں ٹون ٹاور کو گرا کر ساڑھے تین ہزار لوگوں کو مار ڈالا۔ افغانستان میں امریکہ کی فوجوں کے انخلاء کے بعد پتہ نہیں کیا ہوگا۔ اس جواب سے میں سمجھ گیا کہ دوسرے لوگوں کی طرح یہ بھی میڈیا کے منفی پروپیگنڈے سے متاثر ہے۔ کیونکہ امریکہ کے عوام کئی دوسری قوموں کے برعکس سادہ لوح اور اپنے لیڈروں کے بیانات پر بہت جلد یقین کر لینے والے ثابت ہوئے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ کیا میڈیا پر مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈہ درست ہے۔ جواب دیا کہ میڈیا تو مسٹر اوباما کا ہے (یعنی صدر امریکہ کا۔) میں نے پوچھا: کبھی کسی مسلمان ملک میں گئے؟ جس کا جواب نفی میں دے کر کہا کہ میں مسلمان ملکوں میں نہیں جا سکتا کیونکہ اگر ان کو پتہ چل جائے کہ میں کرسچین ہوں تو میری جان کو خطرہ پڑ جائے گا۔ (اسی خوف کی وجہ سے وہ انٹرویو میں اپنا نام ظاہر نہیں کرنا چاہتے۔)

قارئین! اس جواب سے اسلام اور مسلمان ملکوں کے خلاف منفی پروپیگنڈہ کا آپ اندازہ لگا لیجیے۔

مسٹر R.W نے اپنے والد کے بارے میں بتایا کہ جب وہ 93 سال کا تھا تو اس نے عیسیٰ کو قبول کیا جب میں نے اسے بائبل پڑھنے کے لیے دی۔ اس کی 97 ویں سالگرہ پر میں ملا تو اس نے بتایا کہ میری تو زندگی بدل گئی ہے۔

اختتام پر میں نے کہا کہ یہ انٹرویو اردو زبان میں چھپے گا۔ اگر کوئی خصوصی پیغام پاکستانیوں کے نام دینا ہو تو بتاؤ۔ جس پر مسٹر R.W نے کہا کہ میں پاکستان سے محبت کرتا ہوں کیونکہ بائبل کہتی ہے کہ ایک دوسرے سے محبت کرو۔

اٹھتے اٹھتے اس نے اپنی بیگم کا ذکر کیا کہ میں اس سے تمھاری ملاقات کرا دیتا مگر تم لوگ عورت کو دیکھتے نہیں ہو۔ میں نے وضاحت کی کہ ہمیں اپنی نظریں نیچی رکھنے کا حکم دیا گیا ہے مگر یہ بھی نہیں کہ لوگوں کی موجودگی میں ان سے ملنا بھی حرام ہے جبکہ تمھاری بیگم مجھ سے 13 سال بڑی ماں بجا ہے۔ چنانچہ باہر نکلنے سے پہلے دروازے پر اسے بلایا۔ جس نے ہیلو کے بعد میری بیٹی کا حال پوچھا۔ میں نے کہا: وہ تو ام القریٰ یونیورسٹی مکہ مکرمہ میں اپنے شوہر کے ساتھ زیر تعلیم ہے مگر تم اسے کیسے جانتی ہو؟ کہنے لگی: جب تم لوگوں نے کئی سال پہلے ہمیں اپنی مسجد میں دعوت پر بلایا تھا تو وہاں اس سے ملاقات ہوئی تھی۔ اس کا نام بڑا مشکل سا تھا۔ میں نے کہا: بازغہ ہے۔

مسٹر R.W نے میرے متعلق اپنی بیگم سے کہا کہ مسٹر وحید کو جنت میں جانے کا یقین نہیں (جیسا کہ وہ اپنے بارے میں عقیدہ رکھتا ہے) میں نے کہا: مسٹر R.W میں تو چاہتا ہوں کہ ہم دونوں جنت میں اکٹھے ہوں مگر......

مسٹر R.W نے درخواست کی کہ انٹرویو والے میگزین کی ایک کاپی اسے بھی دینا، وہ کسی سے انگلش میں ترجمہ کروا کر پڑھے گا۔ میری کار جب تک اس کی نظروں سے اوجھل نہ ہوگئی وہ دروازے پر کھڑا مجھے دیکھتا رہا۔

مسلمانوں کو برگشتہ کرنے کے لیے

عیسائی مشنریوں کی سرگرمیاں

عبدالوارث گل (سابق عیسائی)

﴿وَلَنۡ تَرۡضٰی عَنۡکَ الۡیَهُوۡدُ وَلَا النَّصٰرٰی حَتّٰی تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمۡ﴾ ''یہودی اور عیسائی تم سے ہرگز راضی نہ ہوں گے یہاں تک کہ تم ان کے مذہب کی پیروی اختیار کرلو۔''

(البقرۃ2:120)

یہود و نصاریٰ کی اسلام دشمنی کا سبب

تاریخ شاہد ہے کہ یہود و نصاریٰ نے مسلمانوں کو ہمیشہ صفحہ ہستی سے مٹانے کی کوشش کی ہے۔ وہ اب بھی سیاسی اور مذہبی طور پر اسلام کو اپنے لیے ایک خطرناک قوت تسلیم کرتے ہیں اور اس کو ختم کرنے کے لیے ہر ممکن طریقہ اختیار کررہے ہیں۔

ہم جانتے ہیں کہ اسلام کا عروج دراصل عیسائیت اور یہودیت کا زوال تھا۔ چونکہ مسلمانوں نے عیسائیوں کی بڑی بڑی مغرور ہستیوں کا خاتمہ کرکے ان کی سلطنتوں پر اسلام کا پرچم لہرایا تھا لہٰذا وہ مسلمانوں کو ہی اپنا سب سے بڑا دشمن اور مخالف سمجھتے ہیں۔ اِس دشمنی اور مخالفت کے پیش نظر کرسچن مشنریز دن رات ایک کیے ہوئے ہیں اور تحقیق کے بعد یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ وہ محض محنت ہی نہیں کر رہے بلکہ اس کے اچھے خاصے نتائج بھی برآمد کر رہے ہیں۔ ایشیا اخبار کے مطابق 1962ء میں جنوبی پاکستان میں صرف دس ماہ میں -/35,000 (پینتیس ہزار) مسلمانوں کو عیسائی بنایا گیا۔ اور بنگلہ دیش میں 1971ء سے لے کر 1979ء تک ایک لاکھ مسلمانوں کو عیسائی بنایا گیا۔

لفظ مشنری

تبلیغی ادارہ، تبلیغی جماعت، ایک ایسی جماعت جو دینی پیغام رسائی کے لیے خاص ہو، مبلغ، پادری جو مجرموں کی اصلاح کے لیے مقرر ہو۔ غیر مسیحیوں میں اپنا پیغام پہنچانے کا ماہر۔

پاک و ہند میں کرسچن مشنریز کی آمد

1615ء جہانگیر کے عہد میں انگلستان سے ایک شخص سرتھامس سفیر کی حیثیت سے ہندوستان آتا ہے گو کہ جہانگیر اِن گوروں سے بیزار تھا مگر پھر بھی سرتھامس نے ایک واقعہ کے ذریعہ جہانگیر کے دربار میں عزت حاصل کرلی اور انعام و اکرام کے بجائے سرتھامس نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے لیے پروانۂ تجارت مانگا جس کو پانے میں وہ کامیاب ہوگیا۔ لہٰذا ایسٹ انڈیا کمپنی نے ترقی کر کے نہ صرف کوٹھیاں بنگلے بنائے بلکہ سیاسی حلقوں میں اپنے پنجے گاڑتے ہوئے عیسائیت کی دعوت و تبلیغ کا ایک ایسا سلسلہ شروع کیا جو آج تک رکنے کا نام نہیں لیتا۔

آج کے پرفتن دور میں بھی جو لوگ اسلام پر سنگین حملے اور مسلمانوں کو مرتد بنانے کی سرتوڑ کوشش کررہے ہیں ان میں مسیحی مشنریاں پیش پیش ہیں جنھوں نے عالمی بالخصوص پاکستانی آبادی کو گمراہ کرنے اور عیسائی بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی پاکستان میں جس طرف نظر اٹھائیں مسیحی مشنریوں کے جال بچھے نظر آتے ہیں مسیحی اگرچہ مذہبی عقائد و رسومات میں ایک دوسرے سے شدید بغض و عداوت رکھتے ہیں مگر مسیحیت کی اشاعت کے لیے متحد ہیں۔

یہ مسیحی مشنریوں کا طوفان انگریز کے پرفتن دور سے مسلمانوں پر مسلط ہوا قیام پاکستان کے

بعد عیسائیوں نے تبلیغی سرگرمیوں کو یکسر بدل دیا اور گولہ بارود کے بجائے مشن اسکولز، کالجز، ہسپتال اور تبلیغی لٹریچر وغیرہ جیسے تبلیغی ذرائع (ہتھکنڈے) استعمال کرنا شروع کر دیے۔ پاکستان میں اس وقت ہزاروں مسیحی تبلیغی مراکز موجود ہیں اور ان سب کا مقصود تبلیغ مسیحیت ہے جبکہ عیسائیوں کی مذہبی کتاب بائبل کی رو سے بنی اسرائیل کے علاوہ کسی بھی دوسری قوم میں تبلیغ مسیحیت جائز نہیں۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا قول بائبل میں ہے: ''میں بنی اسراءیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔'' (متی، باب:15 فقرہ 24-26)

2003ء کے لگ بھگ پوری دنیا میں عیسائیت کا کام کرنے والی مشنریوں کی تعداد تقریباً 5 لاکھ تھی جن میں تقریباً ایک لاکھ 14 ہزار مشنریاں کل وقتی ہیں ایک لاکھ 14 ہزار میں تقریباً 40 ہزار مسلمان ممالک میں کام کر رہی ہیں۔

دنیا کا ایک خاص خطہ جو کرسچن مشنریوں کا مخصوص ہدف ہے

عیسائی مشنری ایک اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔ وِنڈٹین فورٹی Wind Ten Fourty جس کا مطلب ہے دنیا کے نقشہ پر 10 عرض بلد اور چالیس درجے شمال میں جتنے ممالک آتے ہیں وہ سب اِن مشنریوں کی سرگرمیوں کا ٹارگٹ ہیں اور یہ مغربی افریقہ سے مشرقی ایشیا بنتا ہے اس میں بسنے والے انسانوں کی تعداد تقریباً 2 ارب 50 کروڑ بنتی ہے یعنی دنیا کا نصف۔ جس میں 55 ممالک ایسے آتے ہیں جن کی 97 فیصد آبادی غیر عیسائی ہے اور جس میں 34 ممالک مسلمان ہیں ان میں 8 ممالک ایسے بھی شامل ہیں جو دنیا کے غریب ترین ممالک ہیں۔ wind 10-40 میں ایک ارب 20 کروڑ مسلمان بستے ہیں۔ 80 کروڑ ہندو جبکہ 35 کروڑ بدھ مت، ان میں 10 ممالک ایسے بھی ہیں جو کرسچن مشنریوں کی دعوت وتبلیغ میں شدید رکاوٹ کا سبب ہیں جس میں ایک پاکستان بھی ہے۔

ویسے تو کسی غیر مسیحی کو عیسائی بنانے کے لیے اِن کے یہاں ہر طریقہ ہی جائز سمجھا جاتا ہے مگر جو قابل ذکر پہلو ہیں وہ درج ذیل ہیں: جس کی بنیادی دو وجوہات ہیں ایک افلاس اور دوسری جہالت۔

مشنری سکول و کالج

تجربے نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ مسلمانوں میں تعلیمی ادارے تبلیغ انجیل کا بہترین کردار ادا کر رہے ہیں جبکہ یہی وجہ ہے کہ عیسائیوں نے پورے پاکستان میں عیسائی سکولوں کا ایک غیر معمولی وسیع سلسلہ قائم کر رکھا ہے جو پرائمری سکول، کالج و یونیورسٹی تک پہنچ چکا ہے یہاں تک کہ دیہاتوں میں بھی پرائمری سکول، ہائی سکول، ٹیکنیکل سکول اور نرسنگ سکول قائم ہیں۔ اکثر و بیشتر مشنریوں کے تعلیمی کام کے مراکز لاہور، کراچی، راولپنڈی، فیصل آباد، سیالکوٹ، کوئٹہ اور دیگر بڑے شہروں میں قائم ہیں۔ جبکہ صرف لاہور میں ایف سی کالج، کنیرڈ کالج، کونوینٹ جیزز اینڈ میری سینٹ انتھونی، سیکرٹ ہارٹ، ڈان باسکو اور کیتھڈرل مشن سکولز و کالج میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ جبکہ ان اداروں کے متعلق پاکستان کی سادہ لوح عوام یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بڑے خدا ترس اور نیک دل لوگ ہیں اور ان میں خدمت انسانیت کا جذبہ بے پناہ ہے اسی جذبے سے سرشار ہو کر ان لوگوں نے پاکستان میں بھی جگہ جگہ سکول، ہسپتال، یتیم خانے، بوڑھے اور بچوں، محتاجوں اور معذوروں کے مراکز قائم کر رکھے ہیں مگر یہ تصویر کا ایک رخ ہے جو ہمیں دکھایا جاتا ہے۔ یہ اُس مشن کی تکمیل ہے جس کے بارے میں لارڈ میکالے نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ ہمیں ایسی جماعت بنانی چاہیے جو ہمارے اور ہماری کروڑوں عوام کے درمیان ترجمان ہو یہ ایسی جماعت ہونی چاہیے جو خون اور رنگ کے اعتبار سے ہندوستانی ہو مگر ذوق، فکر، زبان اور ذہن کے اعتبار سے انگریز ہو۔ چنانچہ مشنری سکول، کالج اور یونیوسٹیوں کے نصابوں میں یہی روح کارفرما رہی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمان اپنے اسلامی تشخص سے بے نیاز ہوتا گیا آخر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ اسلام کو ترقی کی راہ میں رکاوٹ جاننے لگا۔ قصہ یہ کہ یہاں پڑھنے کے بعد کچھ تو مسیحیوں کی تبلیغ سے عیسائی ہی ہو گئے مگر جو عیسائی نہ ہوئے وہ مسلمان بھی نہ رہے۔ یہ وہ تعبیر ہے جس کا خواب لارڈ میکالے نے 1835ء میں دیکھا تھا۔

بقول اقبال:

گلہ تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے تیرا
صدا آئے کہاں سے لا الہ الااللہ

جبکہ رابرٹ کلارک نے بڑے واضح الفاظ میں تعلیمی اداروں کا مقصد بیان کرتے ہوئے کہا تھا ہمارے بڑے مرکزی مشن سکولوں کو ہر جگہ بڑی قابلیت اور قوت کے ساتھ قائم ہونا چاہئے سچائی کے قطروں کے مسلسل بہاؤ سے تعصب اور غلطی کے پتھر آخر کار بہہ جائیں گے اور ہندو ازم و محمڈ نزم کا مکمل ڈھانچہ بالآخر ریزہ ریزہ ہو جائے گا۔

مشن ہسپتال، کلینک

یہ بھی مسیحی اڈے ہیں جن میں بظاہر مریض کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا جاتا ہے لیکن درپردہ ایمان پر ڈاکہ ڈالا جاتا ہے غریبوں کا علاج سستا (بلکہ ایمان کے عوض) کیا جاتا ہے امیروں کا مہنگا، تاکہ غریب قریب ہوں اور امیروں کا سرمایہ مسیحی تبلیغ میں خرچ ہو۔

اکثر مشن ہسپتالوں میں مریضوں کو مطالعے کے لیے مسیحی لٹریچر فراہم کیا جاتا ہے جس سے بہتوں کا ایمان غارت ہو جاتا ہے اور جو اپنا ایمان بچا پاتا ہے اس کا گھر تک تعاقب کیا جاتا ہے۔ صوبہ سرحد کے اندر 1928ء میں عیسائی ہونے والا پہلا شخص ایک ایسے ہی ادارے کی مشنری خاتون کے ذریعہ ایمان کی بازی ہار گیا تھا۔ (دنیا عیسائیت کی زد میں، 325)

مریضوں کو نہ چاہتے ہوئے بھی سپیکر کے ذریعہ دعا میں شامل ہونا پڑتا ہے۔ بعض ہسپتالوں میں یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ مسیحی ڈاکٹر مسلمان کا ایمان غارت کرنے کے لیے مریض کو ایک غلط قسم کی دوائی دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم اس کو اپنے اللہ کا نام لے کر کھا، پی لو اگر فائدہ ہو تو بتانا، جب مریض بتاتا ہے کہ مجھے فائدہ نہیں ہوا تو پھر اس مریض کو پہلی جیسی شکل کی صحیح دوائی دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کو کھاتے پیتے وقت ہمارے خداوند حضرت یسوع مسیح کا نام لینا اگر شفا ہو تو بتانا جب مریض اپنا مرض ہلکا پھلکا بتلاتا ہے تو ڈاکٹر اس کو اسلام سے پھسلا کر ارتداد کے پھندے میں پھنسا دیتے ہیں، جس سے وہ آسانی سے عیسائی ہو جاتا ہے۔ پاکستان میں چند عیسائی مشنری ہسپتال یہ ہیں: ① ہتھانیہ ہسپتال پکا گڑا، سیالکوٹ ② مشن ہسپتال، سیالکوٹ ③ یو۔ سی۔ ایچ، لاہور ④ ہولی فیملی، راولپنڈی ⑤ کرسچن ہسپتال، ٹیکسلا ⑥ سینٹ دومینک ہسپتال، بہاولپور۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے ہسپتال ہیں۔

اس کے علاوہ تبلیغ عیسائیت میں

بائبل خط وکتابت کورس، ریڈیو اسٹیشن، پریس مطبوعات (1996ء میں بائبل کے 8 ارب نسخے طبع کیے گئے تھے جن کو پوری دنیا میں تقسیم کیا جانا تھا جبکہ اس کے علاوہ پوری دنیا سے 50 ہزار جرائد شائع ہوتے ہیں جس میں سے صرف ایک واچ ٹاور 72 زبانوں میں 55 لاکھ کی تعداد میں شائع کیا جاتا ہے)، علانیہ تبلیغ، اسکالر شپ، مالی امداد، فلم، ٹی وی، ویڈیو، انٹرنیٹ جبکہ اس وقت 4 لاکھ 50 ہزار ویب سائٹس مذہب کے حوالہ سے کام کر رہی ہیں جس میں 2 لاکھ پچاس ہزار صرف عیسائیت کی دعوت وتبلیغ اور اسلام کا چہرہ مسخ کرنے میں مصروف عمل ہے۔ تبلیغ بذریعہ تفریحی سفر، تبلیغ بذریعہ خواتین، تبلیغ بذریعہ لالچ بھی کی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ

قیام پاکستان کے وقت عیسائیوں کی تعداد 80 ہزار تھی

1958ء میں دو لاکھ اٹھاسی ہزار

1961ء میں -/7,31,000 (سات لاکھ اکتیس ہزار)

1974ء میں 60,00,000 (ساٹھ لاکھ سے بھی تجاوز کر گئی)

جبکہ ایک مسیحی رسالے کے مطابق 1989ء میں مسیحیوں کی تعداد 1 کروڑ سے بھی متجاوز تھی۔

(نقیب یکم مارچ 1989ء، ص:18)

مسیحی لوگ کئی فرق اور گروہوں میں بٹ چکے ہیں اور ان کے اختلاف کی شدت ایسے دیکھی جا سکتی ہے کہ کئی علاقوں وممالک مثلاً جنوبی امریکہ، میکسیکو، اسرائیل، کولمبیا، ارجنٹائن اور پیراگوئے میں خاص فرقے کے علاوہ کسی دوسرے گروہ کے مسیحی کو بھی تبلیغ کرنے کی اجازت نہیں۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں انہیں تین خداؤں کی تبلیغ کی کھلی اجازت ہے جبکہ اتنی آزادی بھارت میں بھی نہیں چنانچہ ڈاکٹر میگلن کہتے ہیں کہ میں نے ایسی اسلامی ریاست نہیں دیکھی جہاں عیسائیت کی تبلیغ میں مشنری اتنے آزاد ہوں جتنے پاکستان میں ہیں۔ نیز ماضی میں سینکڑوں،

ہزاروں لوگ اس گروہ بندی کی بھینٹ چڑھ گئے بلکہ کئی لوگوں کی ہڈیاں قبر سے نکال کر جلائیں گئیں۔لیکن ایک بات میں سارے متفق اور باہم تعاون کرتے نظر آتے ہیں اور وہ ہے غیر مسیحیوں خاص کر مسلمانوں کو ان کے مذہب سے برگشتہ کرنا اور جو کوئی مسیحیت کو قبول کرے اس کی دیکھ بھال اور تعاون کرنا اس سے کوئی غرض نہیں کہ وہ کونسے فرقے کو اپناتا ہے۔

سینٹ اینڈریو برادر ہوڈ ادارہ اسی کی عملی تصویر ہے جس کے مراکز تقریباً ہر ملک میں ہیں اور ہر فرقے کے مسیحی اس میں سرگرم عمل ہیں مسلمانوں میں انتشار پھیلانے کے مختلف ہتھکنڈے اختیار کرنا شروع سے ہی مخالفین اسلام کا شیوا رہا ہے۔ اور ان میں سے ایک صورت اسلام کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں کی صفوں میں گھسنا اور قیمتی راز معلوم کرنے کے ساتھ ساتھ ان میں تفرقہ بازی کو ہوا دینا بھی شامل ہے۔جبکہ دھوکہ دہی اور فریب کاری کے یہ واقعات نئے نہیں ہیں پادریوں کی تاریخ ان واقعات سے بھری پڑی ہیں ۔ پاکستان بننے سے پہلے یہاں ایک پادری فورمین کرسچن آیا تھا۔ لاہور آنے کے بعد اس نے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کیا۔حتیٰ کہ ایک مسجد کا مؤذن بن گیا۔ بھولے بھالے اور سادہ لوح مسلمان اس کے ظاہری اخلاق اور مصنوعی کردار سے اتنے متاثر ہوئے کہ اسے مسجد کا پیش امام بنا لیا۔کئی سال وہ اپنے آپ کو مسلمان کہلاتا رہا۔ پھر اپنے عیسائی ہونے کا اچانک اعلان کر دیا...... گویا اس نے اس طرح اپنی برطانوی حکومت اور مذہب کی بہت زیادہ خدمت کی تھی۔ اس لیے اس کو ''نائٹ ہڈ'' کا اعزاز حکومت سے ملا۔ اور اس کی ان ''خدمات جلیلہ'' کی یادگار کے طور پر لاہور میں ''فورمین کرسچن کالج'' (المعروف F.C College) کا قیام عمل میں آیا اسی فورمین کرسچن کالج سے مشنری سرگرمیوں کا اکثر و بیشتر اظہار ہوتا رہتا ہے۔ پاکستان بننے کے بعد بھی یہ کالج مشنریوں کا مرکز رہا ہے۔ اور شاید اب بھی۔

منافقت کا یہ لبادہ کبھی انفرادی طور پر اپنایا جاتا اور کبھی باقاعدہ جماعت کی شکل میں، پاکستان میں چند سال قبل اسی طرح کی ایک مسیحی جماعت جسے جماعۃ المسلمین کہا جاتا ہے (یاد رہے یہ جماعت کیپٹن عثمانی صاحب اور مسعود صاحب بی۔ایس،سی والی نہیں ہے) معرض وجود میں آئی۔ غالب گمان ہے کہ اس کا بانی پادری سید اعجاز احمد زیدی ہے جو ایک مسلم دینی گھرانے کا ایک مرتد شخص تھا۔

مسیحی حضرات اسلام کا لبادہ اوڑھ کر کئی مساجد و مدارس اور خانقاہوں کا نظام چلا رہے ہیں، مالی تعاون کر کے بھی اور امامت و خطابت، درس و تدریس اور ذکر و وظائف کی آڑ لے کر بھی یہ کام سرانجام دیا جا رہا ہے۔

❁ جنھیں ہم اپنا دوست اور خیر خواہ کہتے ہوئے نہیں تھکتے ذرہ ان کا بھی یہ چہرہ ملاحظہ فرمائیں: پاکستانی ریاست خالص اسلامی نقطہ نظر کی بنیاد پر معرض وجود میں آئی اسی لیے غیر مسلموں کو یہ گوارا نہیں کہ یہ اپنے نظریے کے ساتھ قائم رہے لہٰذا اس کو مٹانے کے لیے جو مختلف طریقہ کار اپنائے گئے ان میں سے کچھ تو وہی ہیں جس کی وجہ سے البانیہ، بوسنیا، مشرقی تیمور اور جنوبی سوڈان مسلم حکومتوں کے ساتھ کیا گیا جبکہ اس وقت پاکستان امریکہ اور پوری عیسائی قوتوں کا سب سے بڑا مگر مشکل ترین ٹارگٹ ہے یہ پاکستان کو ایک سیکولر سٹیٹ بنا کر ایک عیسائی ریاست میں تبدیل کرنے میں نہایت منظم اور خفیہ طریقے سے سرگرم عمل ہیں۔ مسلمان آبادی کو کم اور عیسائی آبادی کو بڑھانے کے سلسلے میں برتھ کنٹرول پروجیکٹ کو بھی بروئے کار لایا گیا۔ جبکہ یہ احکامات بھی آسان امریکا سے ہی نازل شدہ ہیں۔ یعنی مسلمان خواتین کو فوائد بتا کر اس کی ترغیب دلائی جاتی ہے اور مسیحی خواتین سے منصوبہ بندی نہ کروانے کا عہد لیا جاتا ہے تاکہ 2050ء تک ان کی آبادی اگر مسلمانوں سے بڑھ نہ سکی برابر تو آ ہی جائے گی پھر یہ اپنی الگ ریاست کا مطالبہ کر دیں گے اور مشرقی تیمور و جنوبی سوڈان کی طرح حالات پیدا کر کے اپنا مقصد حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

❁ نواب حافظ احمد سعید چھتاری صاحب 1940ء کی دہائی میں صوبہ اُتر پردیش کے گورنر تھے۔ انگریزی حکومت نے انھیں یہ اہم عہدہ اس لیے عطا کیا تھا کہ وہ مسلم لیگ اور کانگریس کی سیاست سے لاتعلق رہ کر انگریزوں کی وفاداری کا دم بھرتے تھے۔نواب چھتاری اپنی یادداشتیں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک بار انھیں سرکاری ڈیوٹی پر لندن بلایا گیا۔

اُن کے ایک پکے انگریز دوست نے جو ہندوستان میں کلکٹر رہ چکا تھا نواب صاحب سے کہا: ''آیئے ! آپ کو ایک ایسی جگہ کی سیر کراؤں جو کوئی یہاں سے دیکھ کر نہیں گیا۔'' ......اگلی صبح نواب صاحب اور وہ انگریز منزل کی طرف روانہ ہوئے۔ شہر سے باہر نکل کر بائیں طرف جنگل شروع ہوگیا۔ دور سامنے ایک نہایت وسیع وعریض عمارت تھی جس کے چاروں طرف گھنے کانٹے دار درختوں اور جھاڑیوں کی ایسی دیوار تھی جسے عبور کرنا ناممکن تھا۔......انگریز نے موٹر روک دی اور کہا: یہاں سے آگے صرف پیدل جا سکتے ہیں اور نواب صاحب سے کہا یاد رکھیں کہ ''آپ صرف کچھ دیکھنے آئے ہیں بولنے کی یا سوال کرنے کی بالکل اجازت نہیں ہے۔'' (بحوالہ اردو ڈائجسٹ 1992ء برطانوی استعمار کا زہر 1985ء)

نواب صاحب نے دیکھا کہ کسی کمرے میں قرآن مجید پڑھایا جا رہا ہے، کہیں قراءت سکھائی جا رہی ہے، کہیں تفسیر کا درس ہو رہا ہے کسی جگہ بخاری شریف کا درس ہو رہا ہے، کہیں مسلم شریف کا۔ ایک کمرے میں مسلمانوں اور مسیحیوں کے درمیان مناظرہ ہو رہا ہے۔ ایک اور کمرے میں فقہی مسائل پر بات ہو رہی ہے، سب سے بڑے کمرے میں قرآن کا ترجمہ کرنا مختلف زبانوں میں سکھایا جا رہا ہے۔ نواب صاحب نے نوٹ کیا کہ باریک باریک مسئلے مسائل پر ہر جگہ زور ہے۔

یہ سب دیکھ کر واپس ہوئے تو نواب چھتاری نے انگریز کلکٹر سے پوچھا: ''اتنے عظیم دینی مدرسے کو آپ نے چھپا کر کیوں رکھا ہے؟'' انگریز نے کہا: ''ان سب میں کوئی ایک بھی مسلمان نہیں، یہ سب عیسائی ہیں، تعلیم مکمل ہونے پر انھیں مسلمان ملکوں میں خصوصاً مشرق وسطی، ترکی، ایران اور ہندوستان (برصغیر 1940ء) بھیج دیا جاتا ہے وہاں پہنچ کر یہ لوگ کسی بڑی مسجد میں جا کر نماز میں شریک ہوتے ہیں۔ نمازیوں سے کہتے ہیں کہ وہ یورپی مسلمان ہیں۔ انھوں نے مصر کی جامعہ الازہر جیسی یونیورسٹیوں میں تعلیم پائی اور وہ مکمل عالم ہیں۔ یورپ میں اتنے اسلامی ادارے موجود نہیں ہیں جہاں وہ تعلیم دے سکیں وہ سردست تنخواہ نہیں چاہتے صرف کھانا کپڑا، سرچھپانے کی جگہ درکار ہے۔ پھر وہ مؤذن، پیش امام، بچوں کے لیے قرآن کے معلم کی خدمات پیش کرتے ہیں۔ تعلیمی ادارہ ہو تو اس میں استاد مقرر ہو جاتے ہیں۔ جمعہ کے خطبے تک دیتے ہیں۔

اس انگریز نے یہ بھی بتایا کہ 1920ء میں ''رنگیلا رسول'' نامی کتاب راجپال سے اسی ادارے نے لکھوائی تھی۔ اس سے کئی برس پہلے مرزا غلام احمد قادیانی اور بہاء اللہ کو نبی بنا کر کھڑا کرنے والا یہی ادارہ تھا اور اُن کی کتابوں کی بنیاد لندن کی اسی عمارت سے تیار ہو کر جاتی تھی۔ خبر ہے کہ سلمان رشدی کی کتاب لکھوانے میں بھی اسی دارے کا ہاتھ ہے۔

❁ دنیا میں پاکستان واحد اسلامی ملک ہے جہاں عیسائی مشنریوں پر کوئی پابندی عائد نہیں۔ وہ کھلے بندوں اسلام، بانی اسلام اور اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب قرآن مجید کی دل کھول کر توہین کرتے ہیں۔ یہ امر اس لیے اور بھی زیادہ افسوس ناک ہو جاتا ہے کہ جس ملک کی اساس ہی نظریاتی ہو یعنی لا الہ الا اللہ وہاں تثلیث کے پرچار کی اجازت ان لوگوں کے ساتھ غداری ہے جنھوں نے اس وطن کے لئے لاکھوں جانیں قربان کیں۔ ہمارے رہنما خواب خرگوش میں مبتلا ہیں اور عیسائیوں کی تعداد یومً فا یومً دن دگنی رات چگنی ہو رہی ہے اور یہ زیادہ تر بذریعہ تبدیل مذہب ہوئی ہے۔ لہٰذا ہمارا یہ فرض بنتا ہے کہ ہم پاکستان میں نظریہ اسلام کے مطابق زندگی بسر کریں اور مسلمانوں کے ایمان اور ایکان پر کسی بیرونی ذریعے سے مداخلت قطعاً برداشت نہ کریں اور ہم اقلیتوں کے بھی خیر خواہ ہیں کہ وہ پاکستان میں خوشحال زندگی اپنے اصولوں کے مطابق بسر کریں مگر وہ مسلمانوں کے خون اور ایمان سے نہ کھیلیں۔

ہمیں چاہیے کہ مسلمانوں میں سے جو مرتد ہو گئے ہیں انھیں دوبارہ دامن اسلام میں سمیٹیں ورنہ یہ مرتدین اسلام اور ملک پاکستان کے لیے ایک ناسور ثابت ہو سکتے ہیں۔

مسلمان تو دوسروں کو جگانے کے لیے آیا تھا مگر یہ تو خود ہی غیر کی تہذیب کی گولی کھا کر مدہوش ہو گیا اور یاد رکھیں اگر اب بھی ہم نے ہوش کے ناخن نہ لئے تو وہ وقت دور نہیں جب ہمارے گلی کوچوں میں اللہ اور اس کے رسول کے دین کو کھلے عام رسوا کیا جا رہا ہو گا مگر تب بہت دیر ہو چکی ہو گی۔

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ''پاکستاں'' والو
تمھاری داستاں تک بھی نہ ہو گی داستانوں میں

گداگری

ایک بد ترین پیشہ

اربابِ اقتدار گداگری کے سدباب کے لیے موثر اقدامات کریں

حافظ عبدالسمیع

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ’’زمین میں چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں ہے جس کا رزق اللہ کے ذِمے نہ ہو اور جس کے متعلق وہ نہ جانتا ہو کہ کہاں وہ رہتا ہے، اور کہاں وہ سونپا جاتا ہے سب کچھ ایک صاف دفتر میں درج ہے۔‘‘

(ھود 11:6)

اللہ تعالیٰ کو ہر ایک کے رہنے سہنے کی جگہ کا علم ہے، وہ ہر ایک کو روزی پہنچانے پر قادر ہے۔ وہ روزی رسانی کا ذِمے دار ہے اور اپنی یہ ذمہ داری بہرحال پوری کرتا ہے۔

محترم قارئین! ذرا ایک لمحے کے لیے سوچیے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر کس حد تک یقین ہے؟ تمام تر بے راہ رویوں کی بنیادی وجہ تلاش رزق اور پیٹ کی آگ کو بجھانا ہے۔اسی کے لیےلوگ مختلف پیشے اپناتے ہیں۔ ملال یہ ہے کہ کچھ لوگ روزی کمانے کے لیے حلال وحرام کی تمیز بھی اٹھا دیتے ہیں اور کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو محنت اور جفاکشی سے جی چُراتے اور گداگری کا طریقہ اختیار کر لیتے ہیں، نتیجہ یہ ہے کہ آج ہمارے معاشرے میں بھیک مانگنا بھی ایک پیشے کی صورت اختیار کر چکا ہے حتیٰ کہ بعض لوگ اسے بزنس سمجھ لیتے ہیں، روزنامہ ایکسپریس لاہور کے مطابق: ’’سعودی عرب کے شہر جدہ میں سوسالہ ایک اندھی بھکارن کا انتقال ہوا تو اس کے گھر سے اسی علاقے میں موجود چار عمارتوں کے ملکیتی کاغذات، تیس لاکھ سعودی ریال اور تقریباً دس لاکھ ڈالر کے جواہر اور سونے کے سکے برآمد ہوئے۔‘‘ (روزنامہ ایکسپریس لاہور14-3-17)

آپ بس سٹاپ پر کھڑے ہوں یا سگنل پر،

شہر میں ہوں یا دیہات میں، پیدل ہوں یا سوار، آپ کو ہر جگہ اور ہر موڑ پر گداگروں سے ضرور واسطہ پڑے گا......پھر اس قسم کے جملے آپ کے دامنِ سماعت سے اُلجھتے نظر آئیں گے...... ''اللہ کے نام پر کچھ دے دیں، دو دن سے بھوکا ہوں، میرے گھر میں کھانے کو کچھ نہیں ہے، اسے حقیقت کہیے یا اتفاق کہ بھکاری انسان نفسیات کے اچھے خاصے ماہر ہوتے ہیں۔ انھیں سب معلوم ہوتا ہے کہ انسانی جذبات پر غلبہ پا کر لوگوں سے پیسے کس طرح نکلوائے جاتے ہیں۔ یہ صرف ماہرِ نفسیات ہی نہیں بلکہ اول درجے کے اداکار بھی ہوتے ہیں۔ لوگوں کی توجہ اور ہمدردیاں اپنی طرف مبذول کرنے کے سارے ہنر بخوبی جانتے ہیں۔

بھکاریوں کی چند اقسام

بھکاریوں کی مختلف اقسام ہیں اور ان کا طریقہ واردات بھی مختلف ہوتا ہے، مثلاً:

① جو واقعی معذور ہیں، پیدائشی معذور ہوں یا کسی حادثے کی وجہ سے معذور ہو گئے ہوں۔ یہ لوگ سرِ راہے فٹ پاتھ پر ایک جگہ بیٹھے رہتے ہیں اور وہیں پر لوگ ان کے کشکول میں بھیک ڈال دیتے ہیں۔

② بعض مرد و خواتین جان بوجھ کر جھوٹ موٹ کے معذور بنے ہوتے ہیں۔ ان میں سے کچھ نابینا اور کچھ لوگوں نے جسم پر مصنوعی زخم لگائے ہوتے ہیں۔ لاہور سے گوجرانوالہ جاتے ہوئے جی ٹی روڈ پر امامیہ کالونی پھاٹک کے قریب اکثر اوقات ایک بھکاری نظر آتا ہے۔ بظاہر یہ دونوں بازوؤں سے محروم ہے۔ لوگ اسے معذور سمجھ کر کچھ نہ کچھ دے جاتے ہیں۔ ایک مرتبہ ہم وہاں سے گزر رہے تھے، گرمیوں کا موسم تھا۔ وہ فقیر پسینے سے شرابور تھا، اس کے کپڑے جسم کے ساتھ چپک رہے تھے، اچانک ہمیں اس کے دونوں بازو نظر آگئے جو اس نے بڑی مکاری سے کمر کے پیچھے چھپا رکھے تھے۔ ہم نے گاڑی روکی، اُسے اس کے فریب پر توجہ دلائی تو وہ بجائے شرمندہ ہونے کے ہنس پڑا اور کہنے لگا: یہ میرا معاملہ ہے، اسے مجھ پر چھوڑیں اور تشریف لے جائیں۔ ہم ایسا نہ کریں تو اور کیا کریں؟

③ بعض بھلے چنگے نہایت متمول لوگوں نے خود گداگروں کی ٹولیاں پال رکھی ہیں۔ ان لوگوں کے ضمیر گونگے اور روحیں اندھی ہیں۔ یہ بھکاریوں کو مختلف شاہراہوں پر ''ڈیوٹی'' پر بٹھا دیتے ہیں۔ ان کی دن بھر کی بھیک کی کمائی سے خود اپنا حصہ الگ نکال لیتے ہیں اور اپنی دولت کے ڈھیر میں اضافہ کرتے چلے جاتے ہیں۔ یہ لوگ معذور عورتوں، مردوں یا بچوں کو ریڑھی میں ڈال کر پبلک مقامات پر پہنچا دیتے ہیں۔

④ کچھ بچے ایسے بھی ہیں جو بھیک مانگنے کے فن میں طاق ہیں۔

⑤ اکثر بھکارنیں نومولود بچے گود میں اٹھائے پھرتی ہیں۔ وہ معصوم بچوں کو اس وجہ سے گود میں اٹھاتی ہیں تاکہ لوگ ان پر ترس کھائیں۔

بسا اوقات یہ بھکارنیں نوزائیدہ بچے بھکاری مافیا سے رینٹ پر لے کر آتی ہیں۔ اور بھکاری مافیا یہ بچے کہاں سے حاصل کرتا ہے؟ اس کا جواب نہایت الم انگیز ہے، یہ وہی معصوم بچے ہوتے ہیں جنھیں ماؤں کے آنگن، میٹرنٹی ہوم یا گلی کوچوں سے اغوا کر لیا جاتا ہے۔ یہ لوگ گداگری کے بھیس میں ڈاکو اور قبضہ گر ہیں اور ہمارے معاشرے پر برص کے داغ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ کاش! کوئی حاکم مجاز ان کی تحقیق کرے اور مجرموں کو آہنی شکنجے میں کس کر اصل صورتحال معلوم کرے تو نہایت ہولناک حقائق سامنے آئیں گے۔

⑥ بھکاریوں کی ایک قسم وہ ہے جو مساجد کے دروازوں پر کھڑے ہو کر بھیک مانگتے ہیں اور بعض بھکاری باجماعت نماز ادا کرنے کے بعد نہایت ڈرامائی انداز میں بھیک مانگنے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

⑦ بسوں میں چڑھنے والے وہ افراد جن کے ہاتھ میں کسی مدرسے یا مسجد کی رسید بک، سر پر ٹوپی یا رومال ہوتا ہے۔ یہ لوگ بھیک مانگنے کے لیے دینی شعائر کا حربہ استعمال کرتے ہیں۔

⑧ بعض عورتیں اور مرد جو بس اسٹاپوں پر کھڑے ہوتے ہیں اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے لیے کرایہ مانگ رہے ہوتے ہیں۔ انھیں اگر کہا جائے کہ ہم کنڈیکٹر کو کرایہ ادا کر دیتے ہیں تو وہ اس پر آمادہ نہیں ہوتے۔ یوں اپنے بھکاری ہونے کا بھید کھول دیتے ہیں

⑨ وہ بھکاری جنھیں سوٹڈ بوٹڈ بھکاری کہا جاتا ہے، وہ تھری پیس یا کلف لگا کاٹن پہن کر ہاتھ میں بریف کیس تھامے اپنے علاقے سے دور کسی مسجد یا کسی دکان وغیرہ میں جا کر کہتے ہیں کہ میں فلاں شہر سے آیا ہوں، کسی نے میرے پیسے چرا لیے ہیں مجھے فلاں علاقے تک کا کرایہ چاہیے۔

⑩ بھکاریوں کی ایک قسم ایسی ہے جو صبح منہ اندھیرے اپنے عالی شان بنگلوں سے عمدہ

گاڑیوں میں بیٹھ کر دوسرے شہروں کا رخ کرتے ہیں اور وہاں کسی کار پارکنگ میں اپنی گاڑی کھڑی کرتے ہیں اوراپنا حلیہ تبدیل کر کے شہر کے مختلف مقامات پر بھیک مانگنے نکل کھڑے ہوتے ہیں، یہ لوگ شام تک بھیک مانگتے رہتے ہیں۔ پھر بہترین ڈریس میں ملبوس ہو کر شاہانہ طریقے سے اپنے بنگلوں کا رخ کرتے ہیں۔

⑪ بھکاریوں کی ایک قسم ''شاہ دولے کے چوہے'' کے نام سے منسوب ہے۔ یہ بدعقیدہ لوگوں کی اولاد یا اغوا شدہ وہ معصوم بچے ہوتے ہیں جن کے سر پر سفاک مجاور لوہے کی ٹوپی پہنا دیتے ہیں، جس کی وجہ سے ان کے سر چھوٹے رہ جاتے ہیں اور یہ ذہنی طور پر معذور ہو جاتے ہیں۔ پھر بھکاری مافیا بھیک مانگنے کے لیے انھیں سفاک مجاوروں سے ٹھیکے پر لے جاتے ہیں۔ یوں ان بے چاروں سے بھیک منگوائی جاتی ہے۔

ہمارے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ شاہ دولہ کے چوہے بنانے کے لیے معصوم بچوں کی زندگیاں تباہ کی جا رہی ہیں۔ اس دربار کا مافیا اس قدر طاقتور ہے کہ ان کے خلاف کوئی آواز اٹھاتا ہے تو یہ اسے فوراً منظرِ عام سے ہٹا دیتے ہیں۔

بھکاری مافیا یا بھکاری یونین

بھکاریوں کی ایک یونین ہوتی ہے۔ بھکاری اپنے تمام کام یونین کے سربراہ کی مرضی سے انجام دیتے ہیں۔ انھیں کسی بھی شاہراہ، چوک، چوراہے پر بھیک مانگنے سے پہلے بھکاری مافیا سے اجازت نامہ لینا پڑتا ہے۔ ہر بھکاری سربراہ یونین کو بھتہ یا کمیشن دیتا ہے۔ اگر نہ دے تو اسے کسی جگہ بھیک مانگنے کی اجازت نہیں دی جاتی اور دھکے مار مار کر بھگا دیا جاتا ہے۔ بھکاریوں کی یونین نے بھکاریوں کے لیے گاڑیوں کا انتظام بھی کر رکھا ہے جو انھیں کسی مخصوص مقام پر چھوڑ جاتے ہیں اور پھر رات کے وقت وہاں سے واپس لے جاتے ہیں۔

بھکاری یونین کے ٹریننگ سنٹر

پیشہ ور گداگروں کو ان کے ''گرو'' ایک خاص قسم کی ٹریننگ دیتے ہیں۔ جس میں انھیں ایسے مخصوص التجائی فقرے یاد کرائے جاتے ہیں جن سے معصومیت، مسکینی، قلاشی اور لاچاری ٹپکتی ہے، سننے والے کا دل پسیج جاتا ہے اور وہ ان کی مالی مدد کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔

سنگدل گداگر مافیا معصوم بچوں کو اغوا کر کے انھیں زبردستی معذور بنا دیتا ہے تاکہ لوگوں کی ہمدردی بڑھے اور وہ ترس کھاتے ہوئے انھیں زیادہ بھیک دیں۔ اس طرح انھیں زبردستی گداگری کے جہنم میں جھونک دیا جاتا ہے۔

گداگر مافیا کے سرغنہ کے جرائم پیشہ لوگوں، بردہ فروشوں، تخریب کاروں اور دہشت گردوں سے بھی تعلقات ہوتے ہیں۔ یہ گداگری کی آڑ میں چوری اور قتل جیسے لرزہ خیز جرائم بھی کرتے ہیں۔

بھکاری یونین کا نگرانی سسٹم

بھکاری یونین گداگروں کی کڑی نگرانی کرتی ہے، ان کے کارندے ہر اشارے، چوک اور چوراہے پر موجود ہوتے ہیں جو گداگروں کی نہ صرف نگرانی کرتے ہیں بلکہ ان کے پاس جمع ہونے والی رقم بھی نقد دم وصول کرتے رہتے ہیں۔ اور کسی گداگر کو ادھر ادھر کھسکنے نہیں دیتے۔

یہاں یہ بات بھی یاد رکھنے کی ضرورت ہے کہ دشمن ممالک کی ایجنسیوں کے بعض کارندے بھکاریوں کا روپ دھار کر جاسوسی کرتے ہیں۔ اور پل پل کی خبریں اپنے ممالک کو پہنچاتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ ماضی میں بعض بھکاری جاسوسی کرتے ہوئے عین موقع پر پکڑے بھی گئے ہیں۔

بھکاری مافیا اور دینی شعائر

ایک سوچی سمجھی منصوبہ بندی اور سازش کے تحت دینی شعائر کو مجروح کیا جا رہا ہے۔ دینی حلیہ میں سیکڑوں بہروپیوں کو مختلف چوراہوں، مساجد، بسوں اور دیگر مقامات پر پھیلا دیا گیا ہے۔ جس کا مقصد دینی شعائر کو بدنام کرنا، عوام الناس میں مذہبی لوگوں کا Image خراب کرنا اور ان پر لوگوں کا اعتماد ختم کرنا ہے۔ بعض بھکارنیں برقع اوڑھ کر بھیک مانگتی ہیں۔ اور اس طرزِ عمل سے معاشرے کی معزز، برقع پوش خواتین کا Image خراب کرتی ہیں۔

وطنِ عزیز میں بڑی تیزی کے ساتھ بھکاریوں میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کی روک تھام کے لیے ضروری اقدامات کرے۔

بھیک مانگنا شریعت کی نظر میں

اسلام میں بھیک مانگنے کی شدید مذمت کی گئی ہے اور محنت و مزدوری کر کے حلال روزی کمانے کی ترغیب دی گئی ہے۔

حدیث میں ہے کہ ''وہ سوالی جو ہمیشہ لوگوں سے مانگتا رہتا ہے وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے منہ پر گوشت کی ایک بوٹی بھی نہ ہوگی۔'' (صحيح البخاري:1405)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ صدقہ اور سوال سے بچنے کے متعلق خطبہ دے رہے تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔اوپر والے ہاتھ سے مراد خرچ کرنے والا اور نیچے والے ہاتھ کا مطلب مانگنے والا ہاتھ ہے۔" (صحيح البخاري:1429)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کون ہے جو مجھے ایک چیز کی ضمانت دے تو میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔" راوی حدیث کہتے ہیں کہ وہ چیز یہ ہے کہ اس بات کی ضمانت دے کہ وہ کسی سے سوال نہیں کرے گا۔(سنن النسائي: 2590)

سیدنا حکیم بن حزام کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے کچھ مانگا تو آپ نے مجھے مرحمت فرمایا۔ پھر ایک دفعہ مانگا تو آپ نے مجھے دے دیا اور فرمایا: "اے حکیم! یہ دنیا کا مال دیکھنے میں خوشنما اور مزے میں میٹھا ہے لیکن جو اسے سیر چشمی سے لے تو برکت نصیب ہوگی اور جو جان لڑا کر حرص کے ساتھ لے اس میں برکت نہیں ہوتی۔اس کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی کھاتا ہے مگر سیر نہیں ہوتا۔اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے۔" حکیم بن حزام کہنے لگے : اے اللہ کے رسول! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو سچا نبی بنا کر بھیجا ہے، میں آج کے بعد مرتے دم تک کسی سے کچھ نہیں مانگوں گا۔

محترم قارئین !سیدنا حکیم بن حزام کو رسول اللہ ﷺ سے کئے ہوئے عہد کا اتنا پاس تھا کہ انھوں نے تاحیات سوال تو درکنار کسی سے کوئی بھی عطیہ قبول نہیں کیا۔انھیں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں سالانہ وظیفہ دینے کے لیے بلایا تو انھوں نے وظیفہ لینے سے بھی انکار کردیا۔اسی طرح سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے متعدد بار انھیں وظیفہ دینے کی کوشش کی مگر یہ ہر بار لینے سے انکار کرتے رہے۔ ایک مرتبہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حاضرین سے کہا کہ تم گواہ رہنا کہ میں حکیم بن حزام کو اس کا حق جو غنائم کے مال میں اللہ نے رکھا ہے دیتا ہوں اور وہ نہیں لیتا۔(صحيح البخاري:1403)

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص سوال سے بچ جائے اللہ بھی اسے بچائے گا۔اور جو کوئی (دنیا سے) بے پروائی کرے گا اللہ تعالیٰ اسے بے پروا کردے گا اور جو کوئی کوشش سے صبر کرے گا اللہ اسے صبر دے گا اور صبر سے بہتر اور کشادہ تر کوئی نعمت کسی کو نہیں ملی۔" (صحيح البخاري:1400)

تین استثنائی حالتیں

ناگزیر حالات میں اسلام نے تین طرح کے افراد کو بقدر ضرورت سوال کرنے کی اجازت دی ہے:① از حد فقیر محتاج خاک نشین، یعنی انتہائی غریب مٹی میں ملا ہوا شخص جس کے پاس کچھ بھی نہیں۔ ② بے چینی میں مبتلا قرض دار، یعنی وہ شخص جو قرض کے بوجھ تلے دبا ہو اور اس قرض نے اس کا جینا دوبھر کر دیا ہو۔③ اور وہ مجبور شخص جس پر خون کی دیت لازم ہو۔(سنن أبي داود: 1641)

گداگروں کے ساتھ برتاؤ؟

اس سلسلے میں تین باتیں پیش خدمت ہیں: ① سائل کی تحقیق کرنا، یعنی یہ دیکھنا کہ وہ واقعتاً ضرورت مند ہے یا نہیں؟ لیکن اس میں اس کی عزتِ نفس کا پورا خیال رکھا جائے، اسے سخت سست نہ کہا جائے اور اپنی زبان سے کوئی نازیبا کلمہ نہ نکالا جائے۔اگر تحقیق ہونے پر وہ پیشہ ور یا غیر مستحق نکلے تو پھر بھی اسے ڈانٹ ڈپٹ نہ کی جائے بلکہ احسن انداز سے سمجھا کر اور اسے کچھ نہ کچھ دے کر ہی رخصت کیا جائے۔

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں دو سائل آئے اور انھوں نے صدقے کا سوال کیا، رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کا بغور جائزہ لیا اور انھیں صحت مند پایا، تو فرمایا: "اگر تمھاری مرضی ہو تو تمھیں عطا کردیتا ہوں لیکن اس صدقے میں کسی غنی اور کما کر کھانے والے قوی شخص کے لیے کوئی حصہ نہیں ہے۔" (سنن أبي داود:1633)

② سائل اگر اللہ کے نام پر سوال کررہا ہو، اللہ پاک کا واسطہ دے کر کوئی حلال اور مباح چیز مانگ رہا ہو تو ایسے سائل سے تعاون کرنا چاہیے اور حسبِ استطاعت اسے کچھ نہ کچھ ضرور دے دینا چاہیے۔ حدیث میں ہے کہ "وہ شخص لعنتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات کا واسطہ دے کر سوال کرے، اور وہ شخص بھی ملعون ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی ذات کا واسطہ دے کر سوال کیا جائے، لیکن وہ سائل کو کچھ نہ دے، جب تک کہ وہ کسی بری چیز کا سوال نہ کرے (یعنی اس وقت اسے کچھ نہیں دینا چاہیے)۔" (صحيح الترغيب، حديث:851)

③ وہ سائل جو غیر اللہ کے نام پر سوال کرے، اس قسم کے لوگ مستحق ہوں یا غیر مستحق ان سے تعاون کرنا حرام ہے کیونکہ وہ غیر اللہ کے نام پر مانگتے ہیں، یہ شرک ہے، اور شرک سے دور بھاگنا ہر مسلمان کا پہلا اور فوری فرض ہے۔

وما توفيقي الا بالله عليه توكلت وإليه أنيب.

کاغذ کی کہانی قلم کی زبانی

ڈاکٹر طارق ریاض

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے اُس نے ہمیں کاغذ جیسی نعمت سے نوازا۔ قرآن حکیم، احادیث، تعلیم، تدریس، شاعری، نثرنگاری، کتابیں، اخبارات، خطوط یہ سب کچھ کاغذ کی بدولت ہم تک پہنچا اور ہمیں یہ سب کچھ مطالعہ کرنے اور سمجھنے میں آسانی ہوئی۔ یوں تو اب انٹرنیٹ کی موجودگی نے کتابوں کے مطالعہ کا ذوق کم کرڈالا ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ LCD یا مونیٹر پر اتنی توجہ اور اتنی دیر تک مطالعہ ممکن نہیں۔ کیونکہ آنکھیں جلد تھک جاتی ہیں اور بجلی جیسی نایاب شے بھی استعمال ہوتی ہے جس کا بل بھی ادا کرنا پڑتا ہے۔ پھر انٹرنیٹ کی رسائی ہر جگہ اور ہر وقت ممکن نہیں۔ کتاب ایسی نعمت ہے کہ آپ ہر جگہ اسے اپنے ساتھ رکھ سکتے ہیں۔ کاغذ کی متعدد اقسام ہیں، مثلاً: کرنسی، بانڈز، چیک بک، اخبارات، درسی کتابیں، عام کتابیں، پوسٹرز، اشتہارات، وزیٹنگ کارڈز، شادی کارڈز، رسائل، شماروں کے سرورق، خطوط، پیڈز، رف کاغذ وغیرہ سمیت ایک لمبی تفصیل ہے۔ ٹشو پیپر بھی کاغذ ہے۔ بلاشبہ یہ نعمت ہم پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے۔

کاغذ دراصل ایک پتلا سا میٹیریل ہے جسے لکڑی اور گھاس پھوس وغیرہ سے حاصل شدہ ریشوں کو ایک درجہ حرارت اور مخصوص حالات میں خاص دباؤ پر رکھ کر تیار کیا جاتا ہے۔ کیمیائی اعتبار سے یہ ریشے سیلولوز (Cellulose) کہلاتے ہیں۔ سیلولوز نشاستہ کی ایک قسم ہے جو پودوں کے خلیوں (Cells) میں ان کی بیرونی دیوار یا سیل وال (Cell Wall) بناتے ہیں۔ کاغذ کو انگریزی میں Paper (پیپر) کہتے ہیں۔ یہ لفظ لاطینی لفظ ''Papyrus'' سے نکلا ہے۔ یونانی میں اسے ''Papuros'' کہا جاتا ہے۔ پیپرس ایک مصری گھاس (Cyperus Papyrus) سے قدیم مصریوں نے حاصل کیا۔ جو مخصوص دباؤ پر کاغذ کی شکل اختیار کرگیا۔ جب اسے خشک کیا گیا تو اس پر تحریر کرنا ممکن تھا۔ بس یوں پروردگار عالم نے انسان پر ایک اور احسان کرڈالا۔

تاریخ کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوا ہے کہ کاغذ بنانے کی ابتدا سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے دو سو برس پہلے شروع ہوئی۔ چین کے ایک شخص (تسائی لون) ''Cai Lun'' کے بارے میں خیال ہے کہ پہلی بار اُس نے کاغذ سازی کا آغاز کیا۔ وہ ایک سیاسی شخص تھا۔ تسائی لون نے لگ بھگ دو صدی قبل یہ کام شروع کیا اور دنیا بھر میں اُسے ہی کاغذ کا موجد سمجھا جاتا ہے۔ یوں چٹانوں، پتھروں اور چمڑوں یا پتوں پر لکھنے کے مقابلے میں کاغذ پر لکھنا بے حد آسان ہوگیا۔ اس ایجاد نے علم و تدریس کے عمل کو تیز کردیا اور علمی و تجارتی دنیا میں انقلاب بپا ہوگیا۔ اہل مصر نے اس فن کاغذسازی کو بام عروج تک پہنچادیا۔ مصریوں سے یہ کاغذ بنانے کا ہنر اہل یورپ کو منتقل ہوا۔ 13 ویں صدی میں یورپین نے کاغذ تیار کرنے والی مشین بناڈالی۔ جس نے کاغذ سازی کے عمل کو نہ صرف تیز بلکہ بہتر بھی بناڈالا۔ 1844ء میں کینیڈا کے دو ماہرین نے پلپ (Pulp) یعنی لکڑی کے گودے سے کاغذ بنانے والی مشین متعارف کروادی۔ یوں کاغذ کی کوالٹی بڑھ گئی اور مانگ بھی! بعدازاں کیمیکل اور مکینیکل Pulping کے ذریعے

کاغذ سازی نے ترقی کی۔ کاغذ کی رنگت کو نکھارنے کے لیے ایسے کیمیکلز شامل کیے جاتے ہیں جو چھپائی اور لکھائی کے لیے کاغذ کو عمدہ بناتے ہیں۔ کاغذ بنانے والی مشین میں لکڑی کے گودے یا پلپ (Pulp) کو ڈال کر دبایا جاتا ہے۔ ریشوں کے درمیان سے پانی نکل جاتا ہے اور پھر خشک کر کے ان تہوں کو کاغذ کی شکل دے دی جاتی ہے۔ کاغذ خشک کرنے کے لیے ڈرایئرز (Dryers) استعمال ہوتے ہیں جن کا درجہ حرارت 200F فارن ہائیٹ، یعنی 93 ڈگری سینٹی گریڈ تک ہوتا ہے۔ یہ ڈرایئرز نمی کو کم کرتے کرتے 6 فی صد تک لے آتے ہیں۔ سائزنگ (Sizing) کے عمل سے کاغذ کی نمی کو کم کردیا جاتا ہے تاکہ سیاہی نہ پھیلے اور عمدہ لکھائی اور چھپائی ممکن ہوسکے۔ کاغذ کی کوالٹی بہتر کرنے کے لیے کیلشیم کاربونیٹ یا چائینہ کلے (China Clay) شامل کیا جاتا ہے۔ اس سے کاغذ پر ایک طرح کی Coating ہو جاتی ہے۔ جو کاغذ کی کوالٹی اور قیمت میں اضافہ کردیتی ہے۔ کاغذ میں کیمیائی مادوں کی شمولیت سے ان کو ضرورت کے مطابق ڈھال لیا جاتا ہے۔ کرنسی نوٹ، چیک بک، واؤچرز، بس، ریلوے اور ہوائی جہاز کے ٹکٹ، نوٹ بکس، کتب، اخبارات و رسائل، سکریچ پیپر، خطوط کے پیڈز، سکریپ پیپر، آرٹ پیپر، کارٹون، گتے، کاغذ کے لفافے، پیکنگ کاغذ، لپیٹنے والے (Wrapping) کاغذ، وال پیپرز، کاغذی رومال، کاغذی تھیلے، کاغذی تولیے، ٹشو پیپرز، سوالیہ پرچے، جوابی کاپیاں، بلاٹنگ پیپرز، لٹمس، کارڈز پیپر، فلٹر پیپر، سینڈ پیپرز وغیرہ مختلف اقسام کے کاغذ کی مثالیں ہیں۔

کاغذ کی موٹائی یا ''Thickness'' کی پیمائش کرنے والے آلے کو کیلی پر (Caliper) کہا جاتا ہے۔ جو ایک انچ کے ایک ہزارویں حصے کے برابر ہوتا ہے۔ ایک عام سا کاغذ 0.07 ملی میٹر سے 0.18 ملی میٹر کی موٹائی کا ہوتا ہے۔ کاغذ کو عموماً وزن سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر 90 گرام کا کاغذ، 80 گرام کا کاغذ وغیرہ۔ کاغذ کا وزن درحقیقت پورے رِم (Ream) سے لیا جاتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ فلاں کاغذ 90 گرام کا ہے تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ کاغذ اُس رم سے لیا گیا ہے جس کا وزن تیاری کے بعد 90 گرام تھا۔ عام دفاتر وغیرہ میں استعمال ہونے والے کاغذوں کو شیٹوں کی صورت میں کاٹا جاتا ہے۔ یہ شیٹ A4 یا A3 سائز کی ہوتی ہیں یعنی لیگل سائز وغیرہ۔ کاغذ کی کثافت 250kg/m3 برائے ٹشو پیپر اور 1500kg/m3 نفیس کاغذ کی کثافت لی جاتی ہے۔ اشاعت میں استعمال ہونے والے کاغذ کی کثافت یا (Density) 800kg/m3 ہوتی ہے۔ یہاں یہ بات بھی اہم ہے کہ ویکس پیپر (Wax)، بانڈ پیپر، کاٹن پیپر وغیرہ کی کثافت مختلف ہوتی ہے۔ یہ سپیشل کاغذ ہوتے ہیں۔

قارئین کے لیے یہ حقیقت بڑی حیران کن ہوگی کہ کاغذ کی تیاری ماحول پر برے اثرات مرتب کررہی ہے۔ جوں جوں کاغذ کی اشاعت بڑھ رہی ہے توں توں درختوں کی کٹائی کا عمل تیز ہوتا جارہا ہے۔ جس کی وجہ سے ماحولیاتی آلودگی میں خطرناک حد تک اضافہ ہورہا ہے۔ درختوں کی کٹائی سے جنگلی حیات بھی بری طرح متاثر ہورہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر میں درختوں اور جانوروں کی معدومی کی خبریں آرہی ہیں۔ پھر کاغذ کی تیاری کے دوران پیدا ہونے والی آلودگی سے بھی فضا میں آلودہ مادے شامل ہورہے ہیں۔ یہ آلودہ مادے ''Chlorinated Dioxins'' کہلاتے ہیں۔ یہ مادے انسانوں اور جانوروں کے تولیدی نظام، نشوونما، بڑھوتری، قوتِ مدافعت اور ہارمونل نظام میں پیچیدگیاں پیدا کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ ان آلودہ مادوں کی وجہ سے مچھلیوں، مرغیوں وغیرہ کو بھی نقصان پہنچتا ہے۔ کیونکہ کاغذ سازی کے دوران پیدا ہونے والے زہریلے مادے فضا اور پانی میں ڈال دیے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ماہرین اسے ''Paper Pollution'' کا نام دیتے ہیں۔

بلاشبہ یہ اللہ کریم کی نعمت ہے لیکن اس نعمت سے استفادہ کرنے کا اچھا طریقہ یہ ہے کہ کاغذ کو جلایا نہ جائے۔ کاغذ ری سائیکل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اسے ردی میں ڈال کر فروخت کردیا جائے تاکہ آئندہ بھی یہ کاغذ ری سائیکل ہوکر قابل استعمال رہے اور نیا کاغذ بنانے کے لیے کسی درخت کو کاٹنا نہ پڑے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے فائدہ ضرور اُٹھانا چاہیے لیکن اس طرح کہ نقصان بھی نہ ہو اور ہماری آنے والی نسلیں بھی ان سے استفادہ کرسکیں۔

ماں ہو تو ایسی

حسن تربیت کرنے والی چند نامور مائیں

قاری طارق جاوید عارفی

اللہ تعالیٰ نے جس خاص کام کی صلاحیت عورت کے اندر فطری طور پر ودیعت کی ہے، وہ ہے اولاد کی تربیت۔ عورت یہ کام مرد سے ہزار درجے بہتر طور پر انجام دیتی ہے۔ ایک پھوہڑ عورت بھی بہترین استاد سے افضل ہوتی ہے۔ ایک استاد زیادہ سے زیادہ چند معلومات بچے کو فراہم کرسکتا ہے، لیکن محبت، ایثار، شفقت، ہمدردی، قربانی کے جذبات جو درحقیقت انسانیت اور شرافت سے عبارت ہیں، وہ صرف ایک عورت ہی بچے کے اندر پرورش کرتی ہے۔ انھی خوبیوں کی بنا پر نبی کریم ﷺ نے خواتین قریش کی تعریف فرمائی تھی: «خَيْرُ نِسَاءٍ رَكِبْنَ الْإِبِلَ، صَالِحُ نِسَاءِ قُرَيْشٍ، أَحْنَاهُ عَلٰى وَلَدٍ فِي صِغَرِهِ وَأَرْعَاهُ عَلٰى زَوْجٍ فِي ذَاتِ يَدِهِ» ''اونٹوں پر سفر کرنے والی عورتوں میں سے بہترین قریش کی نیک عورتیں ہیں جو بچے پر اس کی کمسنی میں زیادہ شفقت کرنے والی ہوتی ہیں اور اپنے خاوند کے مال کی زیادہ حفاظت کرتی ہیں۔'' (صحیح مسلم: 2527)

ہسپتالوں، کیئرسنٹرز اور بچوں کے نرسری سکولوں میں جو بچے پرورش پاتے ہیں وہ توانا اور تندرست تو ہوسکتے ہیں، صاف ستھرے رہ سکتے ہیں، مگر شفقت و ہمدردی اور ایثار و قربانی کے عواطفِ عالیہ سے وہ یکسر بیگانہ ہوتے ہیں۔ یہ مشینی انداز کے افراد تو بن سکتے ہیں مگر ہمدرد اور بہی خواہ انسان بننا دشوار ہے۔ ایک شریف، شفیق اور سرمایۂ عالم انسان ماں کی گود میں پل کر جوان ہوتا ہے۔

تربیت کے جو ضروری عناصر اور وسائل ہیں، ان میں پہلا مقام خود انسان کا گھر ہے، جہاں اس کی زندگی کا قیمتی وقت بسر ہوتا ہے۔ لہٰذا اچھے گھر کے لیے ایک صاحب کردار خاتون کا ہونا ضروری ہے تاکہ اس کی آغوشِ محبت میں مستقبل پروان چڑھ سکے۔ اس لیے کہ ماں کی گود اور اس کا پیار و شفقت ہی بچے کو پہلی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ ماں ایک معلّمہ ہے اور ماں ہی بچے کی روحانی اور ذہنی نشوونما کا ذریعہ ہے۔ ایک عربی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

اَلْأُمُّ مَدْرَسَةٌ إِذَا أَعْدَدتَّهَا
أَعْدَدتَّ شَعْبًا طَيِّبَ الْأَعْرَاقِ
اَلْأُمُّ رَوْضٌ إِنْ تَعَهَّدَهُ الْحَيَا
بِالرِّيِّ أَوْرَقَ أَيَّمَا إِيرَاقِ
اَلْأُمُّ أُسْتَاذُ الْأَسَاتِذَةِ الْأُلٰى
شَغَلَتْ مَآثِرُهُمْ مَدَى الْآفَاقِ

''ماں ایک مدرسے کی طرح ہے۔ اگر اسے صحیح طور پر تیار کیا جائے تو گویا آپ نے ایک نسل تیار کردی۔ ماں ایک کھیتی ہے، اسے بھلے طریقے سے سینچ کر ایک بہترین فصل کاٹی جاسکتی ہے۔ ماں اساتذہ کی معلّمہ ہے جس کی گود میں ایک مستقبل پروان چڑھتا ہے۔'' (دیوان حافظ ابراہیم: 230/1)

پہلے دور کے لوگ جس قدر باصلاحیت تھے آج کل اس طرح کی قابلیت خال خال دکھائی دیتی ہے۔ بہادری، جوانمردی اور اس طرح کے دیگر اوصاف حمیدہ میں جس قدر پہلے کے لوگ مالا مال تھے، رفتہ رفتہ وہ خصائل نئی نسل کے لیے اجنبی ہوتے چلے جارہے ہیں۔ اس کی متعدد وجوہات میں سے ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ آج کل تربیت کرنے والی ویسی مائیں نہیں رہیں۔ پہلی مائیں اولاد کی تربیت کے معاملے میں بڑی حساس تھیں اور اس بارے میں کسی ملامت کی پروا نہیں کرتی تھیں۔ ماؤں کی حسنِ تربیت نے انھیں بڑا خوبصورت

مستقبل عطا فرمایا۔ عہد سلف کی مائیں کس انداز سے اپنی اولاد کی تربیت کرتی تھیں، اس کی چند جھلکیاں ہم آپ کو دکھاتے ہیں:

سیدہ صفیہ بنت عبدالمطلب نبی کریم ﷺ کی سگی پھوپھی تھیں۔ سیدنا زبیر بن عوام ؓ ان کے صاحبزادے تھے۔ سیدہ صفیہ ؓا نے اپنے بیٹے کی تربیت بڑے خوبصورت اور سخت انداز سے کی تھی۔ یہ ماں کی حسنِ تربیت ہی کا ثمرہ تھا کہ سخت سے سخت حالات میں بھی سیدنا زبیر قطعاً پریشان نہیں ہوتے تھے۔ جنگِ خندق کے نہایت سنگین حالات میں جب بنوقریظہ کے یہود نے غداری کردی تھی اور مسلمانوں کے خوف کا عالم یہ تھا کہ کلیجے منہ کو آگئے تھے اور آنکھیں گویا پتھرا گئی تھیں، نبی کریم ﷺ نے سیدنا زبیر ؓ کو بنوقریظہ کی طرف معاملے کی تصدیق کے لیے بھیجا۔ وہ جان کی پروا کیے بغیر فوراً چلے گئے اور اہل قریظہ کے متعلق معلومات آپ کو فراہم کیں۔ اس موقع پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا: ”ہر نبی کا ایک حواری (مخلص مددگار) ہوتا ہے اور میرا حواری زبیر ہے۔“ (صحیح مسلم: 4113)

سیدہ صفیہ ؓا بیٹے زبیر کی تربیت کے حوالے سے اکثر سختی سے کام لیتی تھیں۔ ایک دفعہ ان سے کسی نے کہا: اتنی سختی کرتی ہو کیا بیٹے کو مار ڈالو گی؟ وہ فرمانے لگیں: نہیں میں اسے بہادر، جفاکش اور عقلمند بنانا چاہتی ہوں۔

سیدہ اسماء ؓا سیدنا ابوبکر ؓ کی بڑی بیٹی تھیں۔ سیدنا ابوبکر ؓ نے ان کی شادی سیدنا زبیر ؓ سے کردی تھی۔ سیدہ اسماء کو اللہ تعالیٰ نے عبداللہ نامی چاند سا بیٹا عطا فرمایا۔ سیدہ اسماء نے بھی اپنے بیٹے کی اسی خوبصورت انداز سے تربیت فرمائی جس انداز سے عبداللہ کے والد سیدنا زبیر ؓ کی تربیت ہوئی تھی۔ عبداللہ ؓ کی عمر جنگ خندق کے موقع پر بمشکل پانچ سال تھی۔ خندق کی جنگ ایک سنگین اور خطرناک جنگ تھی۔ مسلمان حالتِ دفاع میں تھے۔ دونوں طرف سے تیروں کا تبادلہ ہوتا رہتا تھا۔ اس کے باوجود سیدہ اسماء ؓا اپنے بیٹے عبداللہ کو ایک اونچے ٹیلے پر بٹھا دیتیں تاکہ وہ جنگ سے مانوس ہوجائے اور ان کا دل اور اعصاب مضبوط ہوں۔ پھر واقعی سیدنا عبداللہ ؓ بڑے مضبوط دل کے مالک بن گئے۔ دورِ عثمانی میں کئی ایک فتوحات کا سہرا ان کے سر سجا۔ انھوں نے دشمن پر حملے کی بڑی خوفناک اسکیمیں متعارف کرائیں اور متعدد بار وہ بے خوف وخطر تن تنہا دشمن کی صفوں میں گھس گئے۔ ایک بار وہ بچپن میں اپنے ہم عمر بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ سیدنا عمر ؓ ادھر تشریف لے آئے۔ سب بچے انھیں دیکھ کر بھاگ گئے، لیکن سیدنا عبداللہ ؓ بھاگنا تو درکنار اپنی جگہ سے ذرہ بھر بھی ادھر اُدھر نہ ہوئے۔ سیدنا عمر ؓ کو حیرت ہوئی۔ وہ پوچھنے لگے: عبداللہ! تمھارے سبھی ساتھی بھاگ گئے لیکن تم نہیں بھاگے؟ سیدنا عبداللہ ؓ نے نہایت اعتماد سے جواب دیا: امیر المومنین! نہ تو میں مجرم ہوں کہ بھاگ جاؤں اور نہ راستہ ہی تنگ ہے جسے میں آپ کے لیے کھلا چھوڑ دوں۔ ان کے جواب سے سیدنا عمر ؓ بڑے متاثر ہوئے اور مسکرا کر فرمانے لگے: یہ بھی آخر اپنے باپ زبیر کا بیٹا ہے۔ (بحوالہ عظیم شہسوار)

یہ سیدہ اسماء ؓا کی حسنِ تربیت کا اثر تھا کہ سیدنا عبداللہ ؓ علم وفضل، زہد واتقاء، حق گوئی، شجاعت اور بے خوفی کا ایک مثالی پیکر تھے۔

بعض ماؤں میں یہ کوتاہی ہوتی ہے کہ وہ اپنے بچے کو ایک منٹ کے لیے بھی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیتیں کہ کہیں وہ چوٹ نہ کھالے، اسے کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔ ایسی مائیں سیدہ صفیہ اور سیدہ اسماء ؓا کی تربیت سے سبق سیکھیں۔ بچوں کے زیادہ نازنخرے اٹھانے اور ہر وقت انھیں سینے سے لگائے رکھنے کی بجائے انھیں اپنے طور پر کچھ کرنے دیں۔ ہاں اگر وہ کوئی خرابی پیدا کریں تو ضرور روکیں۔

فضل بن زید ؒ کہتے ہیں کہ میں نے ایک دیہاتی عورت کے بچے کو دیکھا۔ اس کی عجیب و غریب حرکات نے مجھے بڑا متاثر کیا۔ کمال کا ٹیلنٹ تھا اس میں۔ میں زیادہ دیر خاموش نہ رہ سکا۔ اس کی ماں سے اس کے بارے میں پوچھا تو وہ کہنے لگی: جب اس بچے کی عمر پانچ سال ہوگئی تو میں نے اسے ایک استاد کے حوالے کردیا، اس نے اسے قرآنِ مجید حفظ کرایا۔ ساتھ اس نے تجوید وقراءت بھی سیکھ لی۔ پھر اسے عمدہ اشعار یاد کرائے گئے۔ اپنی قوم کے قابلِ فخر کارناموں کی تعلیم دی گئی۔ اس کے آباء واجداد کے قابل قدر کارنامے اسے ذہن نشین کرائے گئے۔ جب یہ بلوغت کی عمر کو پہنچ گیا تو اسے گھوڑوں پر سوار کرایا گیا۔ اس طرح یہ بہترین شہسوار بن گیا۔ پھر یہ ہتھیاروں سے لیس ہوکر محلے کے گھروں کا محافظ بن گیا اور مدد کے لیے پکارنے والوں کی طرف متوجہ ہونے لگا۔ (حقوق وفرائض، ص: 129)

امام سفیان ثوری ایک شہرہ آفاق محدث گزرے ہیں۔ وہ بچپن میں یتیم ہوگئے تھے۔ ان کی پرورش اور تربیت ان کی والدہ نے کی تھی۔ والدہ کی آمدنی کا انحصار چرخے کے سوت پر تھا۔ اس کے باوجود انھوں نے اپنے بیٹے سے کہا: بیٹا! تم علمِ دین حاصل کرو، میں سوت کات کرتمھارے اخراجات پورے کروں گی۔ بیٹے کی ضروریات پوری کرنے کے ساتھ ساتھ وہ ان کے تعلیمی معاملات میں بھی بھرپور دلچسپی لیتی تھیں۔ اس حوالے سے انھیں وعظ و نصیحت کرتیں۔ ایک دفعہ وہ فرمانے لگیں: بیٹا! جب تم احادیث یاد کرلوتو دیکھو کہ تمھاری نیک چلنی اور بردباری میں اضافہ ہوا ہے یا نہیں۔ اگر تمھیں ان معاملات میں بہتری نظر آئے تو سمجھ لینا کہ تمھارا علم تمھارے لیے مفید ہے۔ اگر تمھیں ان خصائل میں اضافہ محسوس نہ ہوتو یہ علم تمھارے لیے بے کار ہے۔ ایسی بصیرت مند ماں کی بے مثال تربیت کا نتیجہ تھا کہ امام سفیان ثوری بعض حلقوں میں امیر المومنین فی الحدیث کے لقب سے مشہور ہوئے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی والدہ کا نام صفیہ بنت عبدالملک شیبانی تھا۔ وہ بڑی دین دار اور پرہیزگار خاتون تھیں۔ امام احمد کے والد ان کی کمسنی ہی میں فوت ہوگئے تھے۔ خود امام احمد کا کہنا ہے کہ میں نے اپنے والد گرامی کو نہیں دیکھا۔ والد کی وفات کے بعد ان کی والدہ بچپن ہی میں ان کو خراسان سے لے کر بغداد آگئیں۔ بغداد علوم و فنون کا بڑا مرکز تھا۔ یہاں ان کی والدہ نے ان کی تربیت کا انتظام فرمایا۔ امام احمد کی والدہ کی نگرانی بڑی کڑی اور سخت تھی۔ ان کی توجہ ہر وقت بیٹے کی تعلیم و تربیت پر مرکوز رہتی تھی۔ ماں کی حسنِ تربیت ہی کا نتیجہ تھا کہ امام احمد بن حنبل امامِ اہل سنت بن گئے وگرنہ باپ کے بغیر بچے کے بگڑنے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔

ایک نامور محدث ہیں اسمٰعیل بن ابراہیم۔ لیکن وہ باپ کی نسبت کی بجائے ماں کی نسبت سے اسمٰعیل ابن عُلَیَّہ کے نام سے زیادہ مشہور ہیں۔ اسماعیل کی والدہ عُلَیَّہ بنت حسان قبیلہ بنوشیبان کی باندی تھیں۔ ان کی شادی ابراہیم بن مِقسم سے ہوئی۔ ابراہیم اصل میں قیقان (قلات بلوچستان) کے رہنے والے تھے مگر بصرہ میں مقیم تھے اور بنوخزاعہ کے غلام تھے۔ غلامی کے باعث اسماعیل کے والد ابراہیم ان کی تعلیم وتربیت پر زیادہ توجہ نہ دے سکے۔ اس لیے ان کی تمام تعلیم و تربیت ان کی والدہ کی نگرانی میں ہوئی۔ اسماعیل کی والدہ عُلیہ باندی ہونے کے باوجود بڑی فاضلہ خاتون تھیں۔ محدث عبدالوارث کا بیان ہے کہ ایک روز عُلَیَّہ بنت حسان اپنے بیٹے اسماعیل کو لے کر میرے درس میں آئیں اور مجھ سے کہا: یہ میرا بیٹا آپ کے پاس رہ کر علم، آداب اور اخلاق سیکھے گا اور اس کو چھوڑ کر چلی گئیں۔ اسماعیل بصرہ کے حسین ترین بچوں میں سے تھے۔ اس کے بعد وہ ہر وقت میرے پاس رہتے تھے۔ گھر میں، درس کی مجلس میں۔ پھر جب وہ تعلیم سے فارغ ہوگئے تو وقت کے بہت بڑے محدث کے طور پر مشہور ہوئے۔ ابراہیم بن حربی کا ان کے متعلق بیان ہے کہ میں نے بصرہ میں ان سے بڑھ کر معتمد اور ثقہ عالمِ دین دوسرا اور کوئی نہیں دیکھا۔ (تاریخ بغداد: 221/2) یہ مرتبہ انھیں ماں کی نگرانی، حسنِ تربیت اور صبر واستقلال کے نتیجے میں حاصل ہوا۔

امام حجاج بن یوسف یتیم پیدا ہوئے۔ وہ ایک بلند پایہ محدث ہونے کے ساتھ نامور شاعر بھی تھے۔ ان کی ساری تعلیم وتربیت ان کی والدہ کی نگرانی میں ہوئی۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میری والدہ نے میرے لیے ایک سو کلیچے (روٹیاں) پکا کر ایک زنبیل (تھیلے) میں بھر کر میرے حوالے کیے اور مجھے تعلیم حدیث کے لیے محدث ابن شبابہ کی خدمت میں بغداد روانہ کردیا۔ میں ان کی مجلس میں پہنچا، درس حدیث سنتا اور روزانہ ایک کلیچہ دریائے دجلہ کے پانی میں بھگو کر کھالیتا۔ اسی طرح سو دن پابندی سے شیخ کے درس میں شریک ہوتا رہا اور درسِ حدیث لیتا رہا۔ جب وہ کلیچے ختم ہوگئے تو دوبارہ والدہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مزید کلیچے لے کر واپس بغداد آگیا۔ (بستان المحدثین بحوالہ الحکمہ از شیخ عمر فاروق)

علمِ حدیث سے معمولی شغل رکھنے والا بھی کوئی شخص امام ابن جوزی کے نام سے ناواقف نہیں ہے۔ ان کا نام عبدالرحمٰن تھا۔ عبدالرحمٰن تین سال کے تھے کہ ان کے والد داغِ مفارقت دے گئے۔ والدہ کی آغوشِ محبت نے بھی زیادہ دیر وفا نہ کی اور یوں ان کی کفالت کی ساری ذمہ داری ان کی پھوپھی پر آپڑی۔ وہ بڑی سمجھدار اور زیرک خاتون تھیں۔ انھوں نے کم سنی ہی میں

عبدالرحمٰن کو علماء کی مجلس میں لے جانا شروع کردیا۔ وہ انھیں درس حدیث لینے والوں کے ساتھ بٹھا دیتیں اور کہتیں: یہ اگرچہ کچھ سیکھنے کی عمر میں نہیں ہے لیکن اس کے کان تو علم سے مانوس ہوں گے ناں۔ مجالسِ علم میں شرکت اور وقت کی پابندی کا نتیجہ یہ نکلا کہ عبدالرحمٰن، ابن جوزی کی کنیت سے معروف ہوگئے اور 10 سال کی معصوم عمر میں وعظ کرنے لگے۔ وعظ ونصیحت اور تصنیف وتالیف میں وہ جادوئی حیثیت کے حامل ہیں۔ ایک قول کے مطابق ان کی تصنیفات کی تعداد 300 کے لگ بھگ ہے۔ یقیناً انھیں اس مقام تک پہنچانے میں ان کی والدہ (پھوپھی) کی حسنِ تربیت کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔

شاعر مشرق علامہ اقبال بھی فضل وکمال کا مرکز اور بنیادی ڈھانچہ ماں ہی کو قرار دیتے تھے۔ اپنے فارسی کے اشعار میں وہ والدہ کی تربیت اور اس کی عظمت کا اعتراف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

جہاں را محکمی از امہات است
نہادِ شاں امین ممکنات است
اگر ایں نکتہ را قومے نداند
نظامِ کاروبارش بے ثبات است
مراداد ایں خرد پرور جنونے
نگاہِ مادر پاک اندرونے

"دنیا میں استقامت ماؤں کی وجہ سے ہے۔ یہ مستقبل کے امکانات کی امین ہیں۔ یہ حقیقت اگر قوم نہیں جانتی تو اس کا اجتماعی نظام بے بنیاد ہے۔ خلوص وللّٰہیت والی ماں نے مجھے یہ جنوں پرور عقل سکھائی ہے۔"

ہر چیز اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہے

باپ بیٹے کی پیاری پیاری باتیں

عمران صارم

ننھا عبداللہ پانچ سال کا ہے۔ ایک دن وہ اپنے گھر کی چھت پر کھڑا تھا۔ اس کے ابو بھی ساتھ تھے۔ رات کی رانی اتر رہی تھی۔ سردی کا موسم خداحافظ کہہ رہا تھا۔ موسم میں تبدیلی کے آثار اپنی بہار دکھارہے تھے۔ نیلگوں آسماں پر بے شمار ستارے چمک رہے تھے۔ یہ چودھویں کی رات تھی۔ چاند بدرِ کامل بن کر جگمگا رہا تھا۔ دور تک چاندنی چھائی ہوئی تھی۔

ننھے عبداللہ نے خوش ہوکر کہا: ابو! آسمان کتنا پیارا لگ رہا ہے! اس کے ابو کہنے لگے: ہاں بیٹا، چاند تاروں نے آسمان کو سجادیا ہے۔ عبداللہ نے پوچھا: ابو! یہ چاند تارے کس طرح بن گئے۔ باپ نے کہا: بیٹا،تم نے بڑا اہم سوال پوچھا ہے۔ ذرا بتاؤ تو سہی تمھارا یہ خوبصورت سویٹر کس طرح بن گیا؟ عبداللہ نے فوراً جواب دیا: یہ سویٹر تو میری امی جان نے بنایا ہے۔ باپ نے کہا: بیٹا! خوب جان لو! کوئی چیز خودبخود نہیں بنتی۔ جس طرح تمھارا سویٹر خودبخود نہیں بنا۔ اسے تمھاری امی جان نے بنایا ہے۔ اسی طرح یہ دنیا اور اس کی ہر چیز اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے بنائی ہے۔ یہ سورج چاند تارے، یہ زمین، درخت، کھیت کھلیان، بڑے بڑے پہاڑ، ندی نالے اور دریا سب کچھ اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے۔ تمھیں، مجھے اور تمام انسانوں کو بھی اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا فرمایا ہے۔

عبداللہ! تمھیں یاد ہے تھوڑے دن پہلے ہم چڑیا گھر گئے تھے؟ ننھا بولا: جی ہاں، وہاں میں نے زرافہ، ہاتھی، شیر، گینڈا، ہرن، شترمرغ اور دوسرے بہت سے جانور دیکھے تھے۔ باپ نے کہا: بیٹا! تم نے مختلف پرندے بھی تو دیکھے تھے۔ ننھا بولا: جی ہاں، طرح طرح کے بہت سے رنگوں کے خوبصورت پرندے تھے۔ باپ نے کہا: ہاں بیٹا، وہ سب جانور اور پرندے بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیے ہیں۔ اور ان میں سے بہت سے جانوروں کو انسان کے تابع کردیا ہے۔ لوگ ان جانوروں سے بہت سے کام لیتے ہیں، کوئی ان پر سواری کرتا ہے، کوئی ان پر اپنا سامان لاد کر لے جاتا ہے۔ یہ تمام بڑے بڑے جانور اور چھوٹے چھوٹے جاندار، جیسے مکھی اور مچھر وغیرہ سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ ان سب کو پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی کچھ نہیں بنا سکتا،

یہاں تک کہ مچھر اور مکھی کا پر بھی نہیں بنا سکتا۔

باپ نے بیٹے کو ایک اور بات یاد دلائی، اس نے کہا: ہم پچھلے ہفتے پھولوں کی نمائش بھی دیکھنے گئے تھے، وہاں پارک میں تم نے طرح طرح کے پھل، پھول اور درخت بھی دیکھے تھے۔ عبداللہ بولا: ہاں ابوجان، وہاں بہت خوبصورت پھول تھے، کوئی پھول سرخ، کوئی سفید، کوئی نیلا، کوئی پیلا اور کوئی گلابی رنگ کا تھا۔ درختوں میں بھی کوئی لمبا تھا اور کوئی چھوٹا۔ کوئی گول چھتری جیسا اور کوئی چوڑا اور پھیلا ہوا تھا۔ وہاں خوبصورت رنگوں کی پیاری پیاری تتلیاں بھی اڑ رہی تھیں۔ باپ نے کہا: بالکل ایسا ہی تھا، یہ سب پھول، تتلیاں اور درخت بھی اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیے ہیں۔ اسی نے ہمارے لیے بہت سے مزیدار پھل بھی پیدا کیے ہیں۔ باپ بیٹا ابھی انھی باتوں میں مصروف تھے کہ اچانک تیز ہوا چلنے لگی، آسمان پر بادل چھا گئے۔ اور بجلی چمکنے لگی۔ باپ نے عبداللہ سے کہا: بیٹا! چلو نیچے چلیں۔ ایسا لگتا ہے جیسے بارش ہونے والی ہے۔

عبداللہ اپنے ابو کے ساتھ نیچے پہنچا ہی تھا کہ موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ عبداللہ پوچھنے لگا: ابو یہ ہوائیں کون چلاتا ہے؟ یہ بادل کس نے بنائے ہیں اور یہ بارش کون برساتا ہے؟ اس کے ابو نے کہا: بیٹا! ہوائیں بھی اللہ تعالیٰ چلاتا ہے اور بادل بھی اللہ ہی نے بنائے ہیں۔ اسی کی پاک ذات ہے جو بارش برساتی ہے۔ یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ جو کچھ چاہے پیدا کر سکتا ہے۔ جو چیز چاہے بنا سکتا ہے۔ ہم سب انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا تو ہمارے لیے بے شمار نعمتیں بھی پیدا کر دی ہیں۔ ہر انسان کو چاہیے کہ اپنے پروردگار کی نعمتوں کا شکر ادا کرے۔ میرے بیٹے! تم بھی جب کھانا کھاؤ تو اللہ پاک کا شکر ادا کیا کرو۔ جو شخص اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اللہ پاک اسے اور زیادہ نعمتیں عطا فرماتا ہے۔ پھر عبداللہ کے ابو نے گھڑی دیکھی تو ننھے عبداللہ سے کہا: اب سو جاؤ، ایسا نہ ہو صبح فجر کی نماز میں دیر ہو جائے۔ اور ہاں سوتے وقت کی دعا پڑھنا مت بھولنا۔

ننھے عبداللہ نے کہا: ابو! آپ نے بہت اچھی اچھی باتیں بتائی ہیں۔ میں بھی اللہ کا شکر ادا کروں گا اور اذان ہوتے ہی نماز پڑھا کروں گا۔

❀❀❀❀

اپریل فول کی ایک قباحت

غیر مسلموں کی نقل میں ہمارے ہاں بہت سارے تہوار منائے جاتے ہیں۔ ان تہواروں میں سے ایک تہوار ''اپریل فول'' بھی ہے۔ اس تہوار کی بے شمار قباحتیں ہیں۔ ان قباحتوں میں سے ایک یہ ہے کہ مختلف طریقوں سے دوسرے مسلمان بھائیوں پر گھبراہٹ طاری کی جاتی ہے۔ یہ ایک گھناؤنا جرم ہے جس کا ارتکاب ہم کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ وہ کسی مسلمان پر گھبراہٹ طاری کرے۔''

(سنن أبي داود: 5004)

حافظ آباد کی سوغات

سپیشل
مردانہ گرم چادریں

عمدہ اور نفیس رنگوں میں ......

تیار کردہ

حافظ کلاتھ ہاؤس ڈاکخانہ روڈ، حافظ آباد
054-7520829

آپ کے تأثرات

ایڈیٹر

محترم ومکرم جناب عبدالمالک مجاہد، چیف ایڈیٹر ماہنامہ ''ضیائے حدیث''

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کسی کے توسط سے ماہنامہ ''ضیائے حدیث'' کا ایک شمارہ ملا۔ قارئین نے آپ کی کاوشوں کو خوب سراہا اور آپ کو علم دوستی کی داد دی۔ اس وقت ایسا معیاری اور علمی مجلّہ شائع کرنا آپ ہی کو جچتا ہے۔ قارئین نے مطالبہ کیا کہ ایسے علمی مجلّہ سے ہماری لائبریری محروم نہیں رہنی چاہیے۔

جزاکم اللہ خیرا احسن الجزاء فی الدارین۔

والسلام: عبداللہ بلوچ

انچارج پبلک لائبریری، کھپرو ضلع سانگھڑ، سندھ

****

جناب ایڈیٹر صاحب! ماہنامہ ضیائے حدیث لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

میں آپ کے شمارے ''ضیائے حدیث'' کا مطالعہ کرنے میں شوق رکھتا ہوں۔ اس کی وجہ ایک تو اس میں معیاری تحریریں اور دوسرا اس کا طباعتی معیار کا عمدہ ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دن دگنی رات چگنی ترقی عطا فرمائے۔ آمین

محبکم: آپ کا بھائی

محمد ارسلان ملک

****

جناب ایڈیٹر صاحب! ماہنامہ ضیائے حدیث لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

بفضل خدا آنجناب کا مؤقر مجلّہ ''ضیائے حدیث'' باقاعدگی سے دستیاب ہو رہا ہے۔ الحمد للہ ظاہری و باطنی خوبیوں سے مزین ہے۔ دل کی گہرائیوں سے دعا نکلتی ہے کہ ۔

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

ہاں ہمارے لائق صد احترام فضیلۃ الشیخ مولانا عبدالمالک مجاہد مجلّہ کے چیف ایڈیٹر اور دارالسلام کے روح رواں ﷾ کی خدمت میں سلام مسنون عرض خدمت کرنا۔ امید ہے بعافیت ہوں گے۔

والسلام مع العزوالاکرام

آپ کا عقیدت کیش: مولا بخش محمدی غفرلہ

P.O رحمان آباد، وایا نوکوٹ، ضلع تھرپارکر، سندھ

****

جناب ایڈیٹر صاحب! ماہنامہ ضیائے حدیث لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

امید ہے کہ موصوف بفضلہٖ تعالیٰ خیریت سے ہوں گے۔ ماہنامہ ''ضیائے حدیث'' ترقی کی منازل طے کرتے ہوئے جماعت کے مؤقر و معتبر جرائد ورسائل میں اپنا تشخص منوا چکا ہے۔ جسے بھی ایک دفعہ ''ضیائے حدیث'' دیا اس نے دوبارہ اصرار ضرور کیا ہے۔ مولانا یوسف سلفی صاحب کی لگن اور جستجو نے اسے ملک کے کونے کونے میں پہنچا دیا ہے۔ اب لوگ اس کے شدت سے منتظر رہتے ہیں۔ میرے احباب مسجد میں 20 کے قریب افراد کے پاس ضیائے حدیث آ رہا ہے۔ ایک بار پھر داد تحسین آپ کی پوری ٹیم کو جو معیاری مضامین اور خوبصورت طباعت سے آراستہ کر کے ''ضیائے حدیث'' کو عوام الناس تک پہنچا رہے ہیں۔

والسلام مع الاکرام...... احقر العباد

محمد حسن سلفی

جنرل سیکرٹری اہلحدیث یوتھ فورس ضلع ساہیوال

روس، ایران اور ہم مذہب ملیشیا کا حمایت یافتہ شام کا علوی حکمران طبقہ ''بشار اینڈ کمپنی'' کی شام میں لگائی ہوئی آگ نے خطے میں عراق اور لبنان کو مکمل طور پر اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔اب نوبت بایں جارسید کہ یہ آگ لبنان کی پارلیمنٹ کے دروازوں پر دستک دے رہی ہے۔ لبنان میں حالیہ ہفتوں کے دوران پے در پے دھماکوں سے ممبر آف پارلیمنٹ اور ایرانی سفارت کار سمیت درجنوں شہری اس آگ کی لپیٹ میں آ چکے ہیں۔جس کے نتیجے میں لبنانی سیاست دو واضح حصوں میں تقسیم ہوتی ہوئی نظر آ رہی ہے۔اسی طرح 28 دسمبر کو عراقی صوبے الانبار میں سنی اراکین پارلیمنٹ کی گرفتاری پر الانبار، رمادی اور فلوجہ پر سنی اسلامی عسکریت پسندوں اور مقامی لوگوں نے قبضہ کر کے وہاں سے حکومتی فورسز کو پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔اس ناگہانی پسپائی پر عراقی وزیر اعظم نوری المالکی نے پوری دنیا میں دہائی دینا شروع کر دی کہ دہشت گردوں کے مقابلے میں میری مدد کی جائے تو سب سے پہلے امریکہ نے فوری طور پر ہیل فائر میزائل اور جاسوس ڈرون طیاروں کی پہلی کھیپ روانہ کر دی تاکہ عسکریت پسندوں اور ان کے مقامی نہتے شہریوں کو نشانہ بنایا جا سکے اور 6 جنوری کو ایران کی سرکاری خبر رساں ایجنسی کے مطابق ایران کے ڈپٹی چیف آف آرمی اسٹاف جنرل حجازی نے نوری المالکی کو ہر قسم کی فوجی امداد و اسلحہ اور تربیت کی فوری پیشکش کر دی ہے۔ 14 جنوری کو اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل بان کی مون نے اپنے دورہ عراق کے دوران نوری المالکی سے ملاقات کے بعد کہا کہ انھیں عراق کے کچھ حصوں میں سلامتی کی بگڑتی ہوئی صورت حال پر خصوصی فکر لاحق ہے۔ اس قبضے کی آڑ میں نوری المالکی نے پورے عراق میں آپریشن شروع کر دیا ہے۔جس سے پورے ملک میں خانہ جنگی شروع ہو چکی ہے۔جس کے نتیجے میں صرف ایک ماہ میں ایک ہزار سے زائد عراقی موت کی آغوش میں چلے گئے ہیں۔ آج ایک طرف اسلامی عسکریت پسندوں کے عراق وشام میں بڑھتے ہوئے قدموں نے، تو دوسری جانب کابل میں حالیہ ہفتوں کے دوران طالبان کی طرف سے امریکہ کے مضبوط ترین قلعوں پر کامیاب یلغاروں، نیز حکومت پاکستان اور TTP کے درمیان ہونے والے سنجیدہ مذاکرات نے تل ابیب و تہران سے لے کر واشنگٹن تک سب کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ عراقی فورسز کی پسپائی کے بعد ان کی کارکردگی پر بھی انگلیاں اٹھنے لگی ہیں، کیونکہ افغان حکومتی فورسز کو بھی امریکی فورسز ہی نے

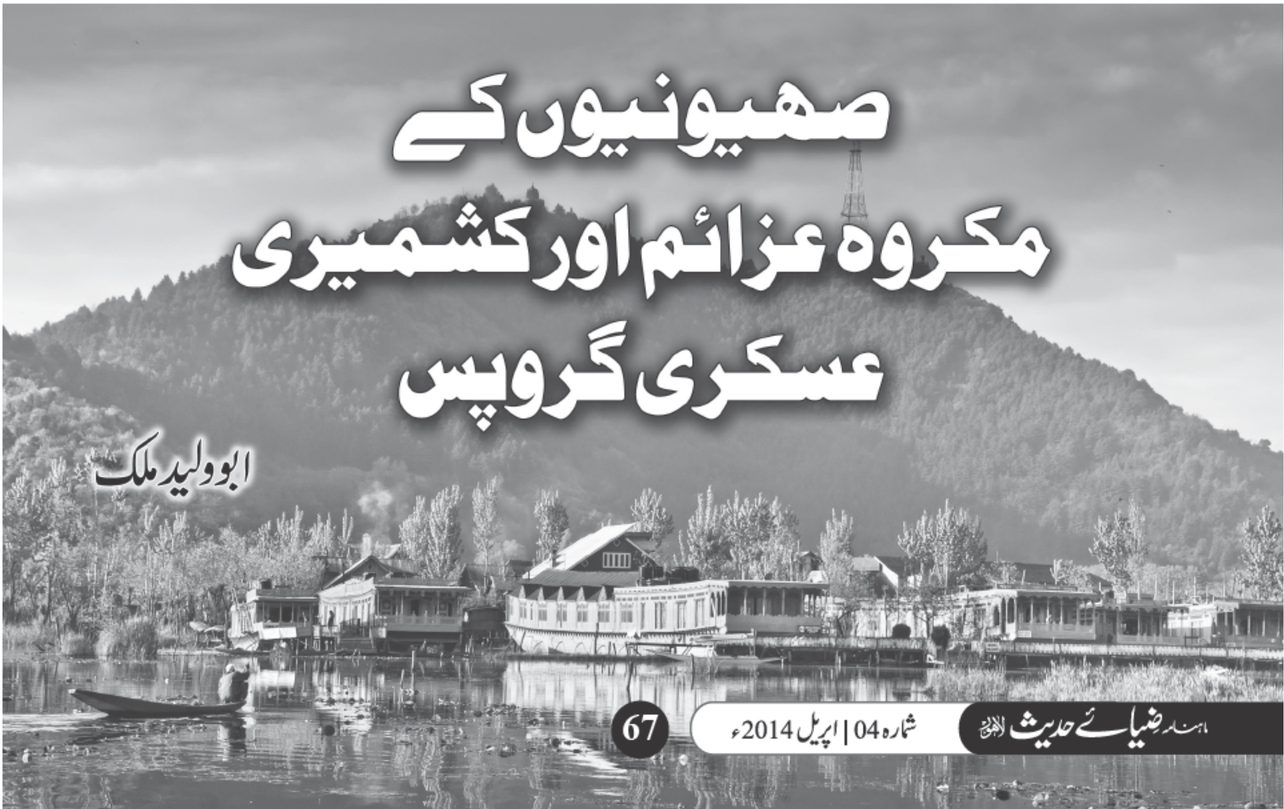

صہیونیوں کے مکروہ عزائم اور کشمیری عسکری گروپس

ابو ولید ملک

تربیت دی ہے۔ ان تمام حالات نے امریکہ بہادر پر واضح کردیا ہے کہ اگر اس کی فوجیں مکمل طور پر افغانستان سے نکل جاتی ہیں تو کابل حکومت چند ماہ یا ہفتوں کی مہمان ہوگی۔ اس کے بعد کا منظر یہود وہنود کے لیے انتہائی وحشت ناک ہوگا کیونکہ افغانستان سے لے کر کشمیر تک اور سرزمین شام سے شمالی افریقہ تک اسلامی عسکریت پسندوں کی کارروائیاں اپنے عروج پر ہوں گی۔

تل ابیب کا خوف

اسرائیل کی انٹیلی جنس کے ایک سینئر عہدیدار نے 24 جنوری کو نام ظاہر نہ کرنے کی شرط پر (AP) سے گفتگو کرتے ہوئے خبردار کیا کہ شام میں بشار حکومت کے خلاف لڑنے والے اسلامی عسکری وسلفی گروپس کے جنگجوؤں کی تعداد میں تیزی کے ساتھ اضافہ ہورہا ہے۔ اب اسرائیل بھی اپنے وجود کو خطرات میں گھرا ہوا محسوس کر رہا ہے، شام کی اس خانہ جنگی کے اثرات اب براہ راست ہمارے دروازے پر دستک دے رہے ہیں۔ اس کا کہنا تھا کہ یہ ایک ''گلوبل جہاد'' ہے جو بین الاقوامی دہشت گردی کا ایک حصہ ہے۔ فی الحال ان گروپوں کی مکمل توجہ بشار حکومت کے خاتمے پر لگی ہوئی ہے۔ یہ اسرائیل کی دانشمندی ہے کہ وہ اس تنازعے سے دور رہ کر ان دونوں حریف فورسز کو مصروف رہنے دیں کہ وہ اسرائیل کی طرف دھیان نہ دیں، لیکن اب یہ صورت باقی نہیں رہی کیونکہ جہادیوں نے اسرائیل کے ساتھ ملنے والے شام کے سرحدی علاقوں پر کنٹرول حاصل کر لیا ہے اگرچہ انھوں نے ابھی تک یہودی ریاست پر کوئی راکٹ یا میزائل فائر نہیں کیا۔ اسرائیلی سینئر عہدیدار نے مزید کہا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ بشار جس کی پشت پر ایران اور حزب اللہ ہے ایک مشکل دشمن ہے لیکن بشار اپنے باپ کی طرح امریکی پالیسیوں پر سمجھوتہ کرتا ہوا نظر آتا ہے، کہ جس کے دورِ حکومت میں اسرائیل اور شام کا کوئی خاص جھگڑا نہیں ہوا۔ ناجائز صہیونی ریاست ''اسرائیل'' کی خفیہ ایجنسیاں یک زبان ہو کر برملا اس بات کا اظہار کر رہی ہیں کہ شام کے بعد اسلامی تنظیموں کا اگلا ہدف اسرائیل ہے۔ گو کہ مصر اور شام کی جانب ناجائز صہیونی ریاست نے ہائی ٹیک الیکٹرونکس آلات نصب کر رکھے ہیں اور دونوں سرحدوں پر آہنی باڑ اور غزہ کی طرف ایک مضبوط کنکریٹ کی دیوار بھی تعمیر کر چکا ہے لیکن اس سارے بندوبست کے باوجود بھی ناجائز صہیونی ریاست شدید خوف و ہراس میں مبتلا ہے۔ کیونکہ اگر اسلامی عسکریت پسند ناجائز صہیونی ریاست کے خلاف کوئی محاذ کھولتے ہیں تو اندر سے عرب مسلمان ناجائز صہیونی ریاست کے لیے ایک بڑا خطرہ بن سکتے ہیں۔

افغانستان

محترم قارئین کے لیے 8 ستمبر 2013ء کو افغانستان میں پاکستان کے سابق سفیر اور افغان امور کے ماہر رستم شاہ مہمند کا کیا گیا یہ انکشاف کسی دھماکے سے کم نہیں ہوگا کہ اس وقت افغانستان میں 500 کے قریب اسرائیلی شہری (موساد کے ایجنٹ) پاکستان کے نیوکلیئر اثاثوں کے خلاف کریک ڈاؤن کرنے کے لیے تیار بیٹھے ہیں جو امریکا، فرانس، جرمن اور کینیڈا کے پاسپورٹ پر سفر کرتے ہیں اور مختلف NGO's وامریکی فورسز کے ساتھ مل کر کام کر رہے ہیں۔ 2014ء کے بعد 9000 امریکی فوجی اور 5000 اتحادی فوجی افغانستان میں موجود رہیں گے۔ جس کے پاس 9 ملٹری BASES ہوں گے۔ جبکہ CIA کی ایک بڑی تعداد بھی موجود رہے گی۔

17 جنوری کو امریکی اخبار ''واشنگٹن پوسٹ'' کی رپورٹ کے مطابق امریکی فوج کے ایک اعلیٰ عہدیدار نے سماعتی کمیٹی کو بتایا کہ افغانستان سے فوجی انخلاء کے بعد خطے میں امریکی سیکورٹی منصوبے کو بھرپور طریقے سے عملی جامہ پہنانے کے لیے بحرین میں جاسوسی سنٹر کا قیام عمل میں لایا جا رہا ہے۔ اس خبر کو ''یو، ایس، اے ٹوڈے'' نے اس طرح بیان کیا ہے کہ امریکی بحریہ مشرقِ وسطیٰ میں ایک ہنگامی فوجی بحری اڈے کے قیام کی منصوبہ بندی کر رہی ہے۔ جس کا مقصد مشرقِ وسطیٰ میں امریکی مفادات کے تحفظ کے ساتھ ساتھ خطے میں جاری بحرانوں سے نمٹنے میں مدد فراہم کرنا ہے۔ یہ ہنگامی بحری بیڑہ بحرین کے ساحل پر مستقل بنیادوں پر رہے گا۔ جہاں سے کچھ ہی فاصلے پر امریکہ کا پانچواں بحری بیڑہ موجود ہے۔ اس فوجی اڈے پر افغانستان اور مشرقِ

وسطیٰ کے مختلف محاذوں پر سروسز فراہم کرنے والے فوجیوں کو تعینات کیا جائے گا۔

اسی طرح 24 دسمبر اردو ٹائمز کی رپورٹ کے مطابق امریکہ نے عندیہ دیا ہے کہ کرزئی کی جانب سے سیکورٹی معاہدے پر دستخط نہ کرنے کی صورت میں گرین بیریٹس فورس (GREEN BYRYTS FORCE) تعینات کی جائیں گی۔ جو افغان فوج کی تربیت کے علاوہ، لیبیا، صومالیہ، اور عراق کی طرح دہشت گردوں کے خلاف آپریشن بھی کرے گی۔اور ہم اسی طرز پر دنیا بھر میں کام کر رہے ہیں۔اگر معاہدہ نہ ہوا تو علاقے میں بڑی تباہی کا پیش خیمہ ثابت ہوسکتی ہے جبکہ اس سے دو روز قبل نیٹو نے بھی اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ وہ دس سے بارہ ہزار کے قریب فوجی افغانستان میں رکھنا چاہتا ہے۔تو دوسری جانب امریکی سیاستدان انڈیا میں ایسے انٹیلی جنس اڈوں کے قیام کی باتیں کر رہے ہیں کہ جن کے ذریعے پاکستان کے معاملات کو کنٹرول کیا جا سکے ، یہی وہ محرکات تھے جن کی بنا پر انڈیا پاکستان کے اندر بار بار سرجیکل اسٹرائیک کرنے کی دھمکیاں دے رہا تھا، تو کبھی داؤد ابراہیم کو ایبٹ آباد جیسے آپریشن کے ذریعے پاکستان سے لے جانا چاہتا ہے اور آخر میں انڈیا کا AGENDA پاکستان کی نظریاتی سرحدوں کے امین جہادی قیادتوں کو اغوا یا نقصان پہنچانے کا پروگرام شامل ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انڈیا ایسا نہیں کرسکتا، لیکن سیانے کہتے ہیں کہ دشمن کو کبھی بھی کمزور نہیں سمجھنا چاہیے اور ہندو چانکیہ کی مکاریاں تو پوری دنیا میں مشہور ہیں۔ وہ تو امریکہ اور اس کے اتحادیوں سے ایسا کروائے گا۔ اس کی واضح مثالیں کراچی، پشاور اور خاص کر بلوچستان میں بڑھتے ہوئے بم دھماکوں اور تخریبی کارروائیوں سے لی جاسکتی ہیں۔ اور اب نیٹو کے سیکرٹری جنرل آندرے نے کرزئی کو سیکورٹی معاہدے پر دستخط نہ کرنے کی صورت میں دھمکی دیتے ہوئے کہا کہ ''کرزئی آگ سے کھیل رہے ہیں۔'' باخبر ذرائع کے مطابق امریکہ نے کرزئی کو سزا دینے کے لیے اس کے خلاف فوجی بغاوت کا منصوبہ تیار کر لیا ہے۔ آخر یہ سب یہود و ہنود افغانستان میں قیام کرنے میں اتنا زور کیوں دے رہے ہیں؟

امریکی صدر اوبامہ نے اسٹیٹ آف یونین سے خطاب کے دوران کہا کہ 2014ء کے بعد بھی ہم نیٹو فورسز کے ہمراہ محدود پیمانے پر افغانستان میں موجود رہیں گے۔ تاکہ انسداد دہشت گردی کی کارروائیاں جاری رکھی جاسکیں۔ اس وقت سب سے بڑا خطرہ القاعدہ سے منسلک گروہوں کا ہے، جنھوں نے مختلف ملکوں میں جڑ پکڑ لی ہے۔ خصوصاً یمن، صومالیہ، مالی اور عراق وغیرہ میں ہمیں اپنے پارٹنرز کے ساتھ ان Networks کو اکھاڑنا ہوگا۔ درحقیقت اپنے اس بیان میں اوبامہ نے مستقبل میں افغانستان میں قیام و جاری آپریشن اور دوسرے ملکوں، خاص طور پر جہاں اسلامی عسکریت پسند برسر پیکار ہیں، کے خلاف کھل کر اپنی جارحانہ پالیسی کا اعلان کر دیا ہے۔ اور خود ساختہ لاحق خطرات کو بغضِ اسلام وحبِ ابلیس کی آڑ میں کچلنے کا عندیہ دے دیا ہے۔جس کا صاف مطلب ہے کہ اسلام کے ماننے والوں (دہشت گردوں) کے خلاف صہیونی وصلیبی جنگ جاری رہے گی۔'' ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ امریکہ کا صدر اوبامہ ہو یا کوئی اور، ری پبلیکن سے ہو یا پھر ڈیموکریٹس سے ہو، امریکی صدر اپنے دفاعی اور پالیسی ساز اداروں کی سفارشات اور فیصلوں پر عمل درآمد کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ بلکہ بسا اوقات امریکی صدر ایک مہرے کی طرح کام کرتا ہے۔ کیونکہ امریکہ میں اصل فیصلہ سازی کا اختیار یہودیوں کے پاس ہے۔

خفیہ صہیونی عزائم

امریکی یہودی افغانستان میں رہنے کے لیے آئے ہیں جانے کے لیے نہیں، جب تک وہ اپنے سامراجی مکروہ عزائم کی تکمیل نہیں کر لیتے۔جس میں ان کو انڈیا کا بھرپور تعاون حاصل ہے۔ (اگر اوبامہ نے یہاں سے مکمل انخلاء کرنے کی کوشش کی تو یہودی اس کی حکومت کے لیے سنگین مسائل کھڑے کر دیں گے) دراصل یہ اسی دجالی سلطنت کے پروگرام کا ایک حصہ ہے جس کی ایک شق کے مطابق پاکستان، افغانستان اور ایران کے بلوچستان کو ملا کر ایک الگ آزاد ریاست بنائی جائے تاکہ بلوچستان کے قدرتی وسائل پر قبضہ کیا جاسکے۔

اسی سلسلے میں فروری میں امریکی اعلیٰ حکام نے لندن میں مقیم علیحدگی پسند بلوچ رہنماؤں سے ملاقاتوں کا سلسلہ اچانک بڑھا دیا اور فنڈنگ سمیت ہر قسم کی مدد کی یقین دہانی کرا دی گئی ہے۔ حالیہ ایک رپورٹ کے مطابق امریکی وزارت خارجہ اور ارکان کانگریس کا ایک گروپ بلوچستان میں علیحدگی پسندوں کی حمایت اور معاملے کو عالمی سطح پر اٹھانے کے لیے متحرک ہو گیا ہے۔ بلوچستان کے علیحدگی پسندوں کو صرف امریکی یہودی نہیں بلکہ انڈیا اور بعض مغربی ممالک کے خفیہ ادارے بھی سپورٹ کر رہے ہیں۔

ہمیں پاکستان اور افغانستان میں جاری اس کشمکش کو وسیع تر تناظر میں دیکھنا ہوگا ، یہ تو ''تہذیبوں کے تصادم'' یا پھر'' صہیونی تحریک'' کے اس محاذ کا ایک حصہ ہے جس کا سلسلہ شمالی افریقہ، مشرقِ وسطیٰ اور جنوبی ایشیا تک پھیلا ہوا ہے۔ تو دوسری جانب یہودیوں نے صہیونی میڈیا اور اپنی حلیف سیاسی جماعتوں کے ذریعے پورے یورپ اور خاص کر برطانیہ میں مقیم مسلمانوں واسلام کے خلاف مذہبی دہشت گردی شروع کروا رکھی ہے۔ اور مسلمانوں سے مطالبہ کیا جارہا ہے کہ وہ قرآن پاک سے جہاد سے متعلقہ آیات سے لاتعلقی کا اعلانیہ اظہار کریں، اور باقاعدہ ایک مہم چلا کر اس پر سب مسلمانوں کے دستخط لیے جائیں اور ساتھ ساتھ ان آیات کو نعوذ باللہ غلط، ناقابل عمل اور غیر اسلامی بھی کہنا ہوگا۔ یورپ میں مساجد کی موجودگی کو ایک بڑی غلطی قرار دیا جارہا ہے۔

اسی طرح جب قومی اسمبلی میں انسدادِ دہشتگردی اور تحفظ پاکستان بل پیش کیا گیا تو سب سے زیادہ خوشی کا اظہار انڈیا کی طرف سے کیا گیا، کیونکہ اس بل کی آڑ میں سب سے زیادہ متاثر ہونے والے کشمیری عسکری گروپس ہیں اور یہی اس بل کی سب سے بڑی خامی ہے جس کو اگر بروقت درست نہ کیا گیا تو آنے والے وقت میں کشمیر کی آزادی کے لیے کی جانے والی کاوشوں کو خاطر خواہ نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے، خاص کر کشمیری مزاحمتی تحریکوں کو۔

حاصل

شمالی افریقہ، افغانستان، عراق وشام کے خطوں کا اگر ایک غیر جانبدارانہ تجزیہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان علاقوں میں کفر اپنے پورے لاؤ لشکر کے ساتھ اب بھی دیواروں کے ساتھ فقط ٹکریں ہی مار رہا ہے۔ اور بغیر کسی کامیابی کے اپنی عسکری قوت میں مسلسل اضافہ ہی کیے جارہا ہے۔لیکن دوسری جانب کشمیر و ہند کے محاذ کی طرف مسلسل خاموشی سے یہود و ہنود کو یہ پیغام مل رہا ہے کہ یہاں پر انھوں نے دشمن کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اس علاقے میں بڑھ چڑھ کر اپنے مکروہ عزائم کی تکمیل کر رہا ہے اور کشمیری جہادی تنظیموں کو BACK پر دھکیلنے میں کامیاب ہوگیا ہے۔ یہی وہ مناسب وقت ہے کہ کشمیری جہادی بھرپور انداز میں اپنی موجودگی کا احساس دلائیں۔ کیونکہ دشمن باقی تین اطراف سے شدید دباؤ میں ہے۔ صرف یہی ایک طرف راستہ اس کے لیے کھلا ہوا ہے، یہ نہ ہو کہ دشمن اس کھلے ہوئے راستے پر قبضہ کر کے مستقل بنیادوں پر ایک مضبوط عسکری بیس بنا کر ایشیا اور مشرقِ وسطیٰ کو کنٹرول کرنا شروع کر دیں اور ہند و کشمیر کا راستہ بند کر دیں۔ قدرت ایسے مواقع بار بار فراہم نہیں کرتی۔

اگر کشمیری مزاحمتی تحریک اس وقت پوری قوت کے ساتھ دوبارہ سیاسی وعسکری مزاحمت بھرپور طریقے سے شروع کر دیں تو دشمنانِ اسلام پوری دنیا میں چاروں اطراف سے سمٹ کر واپس اپنے اپنے ملکوں کی طرف لوٹ جانے پر مجبور ہو جائیں گے۔ اس طرح دنیائے اسلام میں شروع کیا گیا صہیونی کھیل خود بخود اپنی موت مر جائے گا اور اس کے گماشتے تاریخ کے اوراق میں گم ہو جائیں گے۔ اس وقت امریکہ کی اس خطے میں سب سے بڑی کمزوری پاکستان کے مشرقی BORDER کو مکمل خاموش رکھنا ہے، موجودہ کامیاب صہیونی پالیسی کا یہی راز ہے جس کو ہر حالت میں توڑنا ہوگا۔ لیکن سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا کشمیری مزاحمتی عسکری گروپس اس موقع سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہیں یا پھر مصلحت کوشی کا شکار ہو کر جاری جہاد کے ماضی کا ایک حصہ بن کر کہیں کونے کھدرے میں بیٹھ جاتے ہیں۔ اور پھر اس جہادی رزمگاہ کا کوئی اور مالک بن جائے گا۔ کیونکہ یہ تو حکمِ الٰہی ہے کہ ''اگر تم جہاد کے لیے نہ نکلو گے (نعرے یا دعوے نہیں بلکہ عملی طور پر) تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کسی اور کو لے آئیں گے۔''

جمہوریہ ترکی

شاندار ماضی، قابل فخر حال اور روشن مستقبل رکھنے والا اسلامی ملک

محسن فارانی

قسط: 2

بیٹے کا نرالا خط باپ کے نام

848ھ/1444ء میں چھٹے عثمانی سلطان مراد ثانی (53-1421ء) نے سلطنت کی باگ ڈور اپنے بیٹے محمد ثانی کے سپرد کر دی۔ اس وقت محمد ثانی کی عمر 16 سال سے زیادہ نہ تھی۔ اسی سال یورپ کے عیسائیوں نے متحد ہو کر سلطنت عثمانیہ پر حملہ کر دیا۔ صلیبی لشکر میں ہنگری و پولینڈ، ٹرانسلوینیا (رومانیہ)، جرمنی، فرانس، اٹلی، چیک اور اسپین کی افواج شامل تھیں۔ گویا پورا یورپ عثمانی سلطنت پر اُمڈ پڑا تھا۔ اس پر عثمانی دارالسلطنت ادرنہ میں مجلس شوریٰ منعقد ہوئی جس نے مراد ثانی کو پیغام بھیجا کہ آ کر سلطنت کا دفاع کریں مگر ایشیائے کوچک کے گوشۂ عافیت میں مقیم مراد ثانی نے انکار کر دیا۔ تب سلطان محمد ثانی (محمد فاتح) نے اپنے والد کے نام ایک پُرحکمت خط روانہ کیا جس میں لکھا تھا: ''اگر ہم بادشاہ ہیں تو ہم آپ کو حکم دیتے ہیں کہ اپنا لشکر لے کر آئیں، اور اگر آپ بادشاہ ہیں تو بھی آئیں اور آ کر اپنی سلطنت کا دفاع کریں۔'' یہ خط پڑھ کر مراد ثانی فوراً یورپ پہنچا اور محمد ثانی کو حکومت سے الگ کیے بغیر اس نے 40 ہزار کا لشکر جمع کر کے جنگ وارنا میں صلیبیوں کے متحدہ لشکر کو عبرتناک شکست دی۔ شاہِ ہنگری و پولینڈ لیڈ سیلاس اور نائب پوپ کارڈینل جساریني مارے گئے اور جان ہنیاڈی (شاہِ ٹرانسلوینیا) نے بھاگ کر جان بچائی۔ 90 ہزار عیسائی قید ہوئے اور ہزاروں مارے گئے جبکہ 150 ترک مجاہدین نے شہادت پائی جن میں مراد ثانی کا داماد بیگلر بیگ قرہ جہ پاشا بھی شامل تھا۔

جب خشکی پر جہاز چلے

855ھ/1451ء میں سلطان مراد ثانی نے وفات پائی اور محمد ثانی جانشین بنا تو اس نے اپنے پردادا بایزید یلدرم کے فتح قسطنطنیہ کے خواب کو عملی جامہ پہنانے کی ٹھان لی۔ اُموی اور عباسی خلفاء نے کئی بار رومی دارالسلطنت قسطنطنیہ فتح کرنے کی کوشش کی تھی مگر کامیابی نہ ہوئی تھی۔ بُحیرۂ مرمرہ اور شاخِ زرّیں (Golden Horn) نامی خلیج پر واقع قسطنطنیہ کا دفاع بہت مضبوط تھا کیونکہ اسے دو اطراف سے سمندر نے گھیر رکھا تھا، شاخِ زریں (جسے آج کل ترکی زبان میں صرف خلیج Halic لکھا جاتا ہے) کے دہانے میں آہنی زنجیر لگی ہوئی تھی اور خشکی کی جانب مضبوط فصیل تھی۔ چوبیس سالہ سلطان محمد نے شہر قیصر کو فتح کرنے کی ایک نادر ترکیب سوچی۔ اس نے شاخِ زرّیں کے دہانے کی آہنی زنجیر کو چھوڑ کر آبنائے باسفورس کی طرف سے خشکی پر چوبی تختے بچھوائے اور ان پر چربی مل کر 67 ہلکے بحری

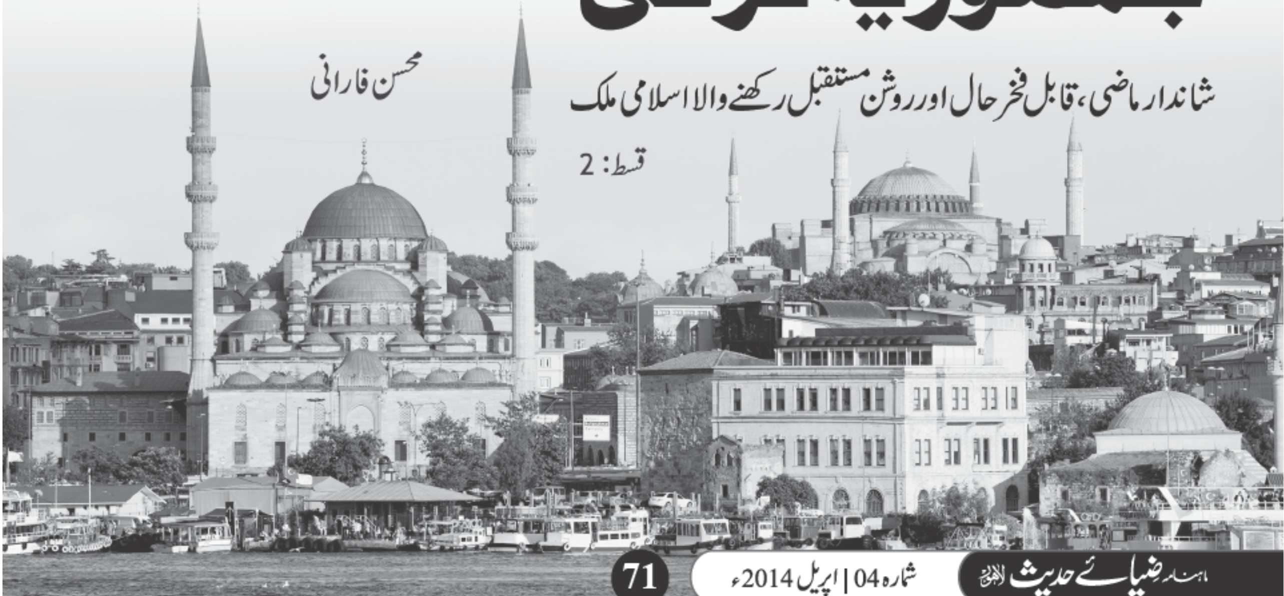

جہاز اُن پر سے گھسیٹ کر شاخِ زرّیں میں پہنچا دیے۔ ان جہازوں کے مل کر لنگر انداز ہونے سے شاخِ زرّیں پر پُل سا بن گیا اور اس کے ذریعے سے لشکر قسطنطنیہ کی فصیل کے پاس جا اُترا۔ ایک زوردار معرکہ برپا ہوا جس میں آخری قیصر قسطنطین دواز دہم (XII) لڑتا ہوا مارا گیا۔ یوں 20 جمادی الاولیٰ 857ھ/29 مئی 1453ء کو قسطنطنیہ فتح ہوگیا۔

اسلامبول اور استنبول

سلطان محمد فاتح نے قسطنطنیہ کو دارالسلطنت بنالیا اور عالم اسلام کے سربراہوں کو خطوط لکھ کر انھیں فتح قسطنطنیہ کی بشارت دی۔ شریف مکہ، سلطانِ مصر سیف الدین اینال اور سلطانِ ہند بہلول لودھی کو بھی خطوط پہنچے۔ قسطنطنیہ کا کنیسۃ الحواریّین جامع (مسجد) الفاتح قرار پایا۔ محمد فاتح نے قسطنطنیہ کو اسلامبول (اسلام کا شہر) کا نام دیا، مگر عوام کی زبان پر اس کا یونانی نام استنبول (دراصل آئس ٹین پولن یعنی اندرونِ شہر) ہی معروف رہا۔ ایاصوفیا نامی تاریخی گرجا بھی مسجد بنالیا گیا جسے پونے پانچ سو سال بعد اتاترک نے عجائب گھر بنا کر اس کی اسلامی شناخت ختم کردی۔

سلطان محمد فاتح کی عظمت اور رحلت

محمد فاتح اس قدر بارُعب ترک سلطان تھا کہ یورپ کے تمام بادشاہ اور حکمران اس سے دبتے تھے۔ اس نے کریمیا (یوکرین)، سربیا، بوسنیا، البانیہ، یونان اور وینس کے مقبوضات بھی فتح کر لیے۔ اس کے عہد میں بعض اطالوی ریاستوں نے سکّے جاری کیے تھے جن پر لکھا تھا: ''سلطان محمد عثمانی بیزنطی بادشاہ 1481ء'' اور ''سلطان محمد شاہ ترکان'' اس کے امیر البحر گدیک احمد پاشا نے جنوبی اٹلی میں فوج اتار کر اترانتو کے قلعے پر قبضہ کرلیا مگر عین اس وقت جب محمد فاتح روم (اٹلی) پر حملے کی تیاری کر رہا تھا، اسے خونیں پیچش نے آلیا۔ یہ اس زہر کا اثر تھا جو اس کو ایاکوپو (Iacopo) نامی وینسی طبیب کھلاتا رہا تھا۔ ایاکوپو نے بظاہر اسلام قبول کر کے اپنا نام یعقوب پاشا رکھا ہوا تھا۔ مئی 1481ء میں محمد فاتح اس زہر کی وجہ سے شہادت پا گیا۔ بدبخت ایاکوپو نے سلطان محمد کے فوت ہوجانے کی خبر ان الفاظ میں روم بھیجی: ''عظیم گدھ مرگیا!'' اور پوپ کے حکم سے یورپ کے گرجوں میں تین دن گھنٹیاں بجتی رہیں۔

عثمانی سلطنت سے عثمانی خلافت تک

سولھویں صدی عیسوی کے شروع میں پرتگالی مسیحی مشرقی افریقہ، عدن (یمن)، ہرمز (ایران)، سورت، لنکا اور جزائر شرق الہند (East Indies) پر قبضہ کرنے کے بعد مدینہ منورہ پر قابض ہونے کی دھمکیاں دے رہے تھے، لہٰذا نویں عثمانی سلطان سلیم اوّل (20-1512ء) نے 17-1516ء میں مصروشام اور حجاز کے نااہل مملوک حکمرانوں کو شکست دے کر ان ملکوں کو عثمانی سلطنت میں شامل کرلیا۔ یوں بغداد کی تباہی (656ھ/1258ء) کے بعد قاہرہ (مصر) میں 1261ء میں مملوکوں کے زیرِ حمایت جو عباسی خلافت قائم ہوئی تھی، اس کی جگہ عثمانی خلافت نے لے لی۔ عثمانی سلاطین اب خلفاء بھی کہلانے لگے اور قسطنطنیہ خلافت کا مرکز بن گیا۔

سلطان سلیمان اعظم کی فتوحات

سلطان سلیم اول کا جانشین سلیمان (66-1520ء) بنا جسے ترک سلیمان قانونی اور اہل یورپ ''سلیمان ذی شان'' کہتے ہیں۔ اس نے 1521ء میں بلغراد، 1522ء میں جزیرہ روڈس، 1526ء میں ہنگری اور 1534ء میں بغداد فتح کر لیے۔ جنگِ موہاکس (1526ء) میں شاہ ہنگری لوئی دہم اور 2 لاکھ جنگجو مسیحی مارے گئے۔ شاہ آسٹریا فرڈی ننڈ نے 1533ء میں خراج دینا منظور کیا۔ 1541ء میں ہنگری باقاعدہ عثمانی سلطنت میں ضم ہوگیا۔ عثمانی امیر البحر پیری رئیس نے عدن پرتگالی صلیبیوں سے آزاد کرالیا۔ امیر البحر خیرالدین باربروسا نے ہسپانویوں کو طرابلس (لیبیا)، تیونس اور الجزائر کی بندرگاہوں سے نکال باہر کیا اور ان تینوں ملکوں کا الحاق سلطنت عثمانیہ سے کردیا۔ فقہ اسلامی کو قانونی شکل دینے کے باعث سلطان سلیمان کو ''قانونی'' کہا گیا۔

وی آنا کا پہلا محاصرہ

936ھ/1529ء میں خلیفہ سلیمان ڈھائی لاکھ لشکر لے کر شاہ آسٹریا فرڈی ننڈ سے نمٹنے کے لیے نکلا تھا جو شاہ سپین چارلس پنجم کا بھائی

تھا۔ فرڈی ننڈ نے ہنگری کے جو علاقے چھین لیے تھے وہ ترکوں نے دوبارہ فتح کر لیے، پھر وی آنا کا محاصرہ کرلیا۔ فرڈی ننڈ شہر سے فرار ہوگیا تھا۔ وی آنا کا دفاع کونٹ ڈی سام کر رہا تھا۔ موسم کی شدت اور مشرق میں ایرانیوں کی پیش قدمی کے باعث اگلے ماہ سلیمان کو محاصرہ اٹھالینا پڑا۔ اس پر آسٹروی سفیر نے لکھا: ''ترک ہمیں ضرور آدباتے مگر ہمارے اور تباہی کے درمیان ایرانی حائل ہیں۔''

عثمانی لشکر ماسکو میں

سلطان سلیم ثانی (74-1566ء) کے عہد میں قبرص فتح ہوا اور عثمانی سلطنت کی باجگزار ریاست کریمیا کے مسلم تاتاری حکمران خان محمد گرائی نے ایک لاکھ 20 ہزار کے تاتاری و عثمانی لشکر سے روس پر حملہ کیا۔ وہ ذی الحجہ 979ھ / مئی 1571ء میں ماسکو میں داخل ہوگیا۔ 8 ہزار روسی مارے گئے اور 15 ہزار قیدی بنالیے گئے۔ 980ھ/ 1572ء میں گرائیوں نے روس پر دوسرا حملہ کیا۔ زارِ روس آئیون چہارم جو ''دہشت ناک'' (Terrible) کہلاتا تھا، ماسکو سے فرار ہوگیا۔ روسیوں نے 60 ہزار طلائی لیرے سالانہ خراج ادا کرنا قبول کیا۔ آئیون چہارم 55-1552ء میں مسلم تاتاری ریاستوں قازان اور استراخان پر قبضہ کر چکا تھا۔

ملکہ الزبتھ اول کا مکتوبِ تشکر

انگلستان کی ملکہ الزبتھ اول (1558ء تا 1603ء) نے شاہ سپین فلپ دوم کے خلاف عثمانی خلیفہ مراد ثالث سے مدد چاہی اور ولیم ہیربون کو سفیر بنا کر قسطنطنیہ روانہ کیا، چنانچہ انگلستان اور سپین کی بحری جنگ (1588ء) میں عثمانی بحری بیڑے نے انگریزوں کی مدد کی۔ جنگ میں ہسپانوی بیڑا ''آرمیڈا'' تباہ ہونے سے سپین کی بحری برتری ختم ہوگئی۔ اس کامیابی کے بعد ملکہ الزبتھ نے عثمانی خلیفہ کو شکریے کا خط لکھا۔ مراد ثالث کو کیا پتہ تھا کہ اڑھائی تین صدیوں کے بعد انگریز خلافت عثمانیہ سے کیا برتاؤ کریں گے۔

بغداد پر صفوی قبضہ اور واپسی

1033ھ/1623ء میں شاہ ایران عباس صفوی (1577ء تا 1628ء) نے تین ماہ کے محاصرے کے بعد بغداد پر قبضہ کرلیا۔ اس نے بغداد کے سنیوں پر مظالم توڑے۔ قاضیٔ بغداد نوری آفندی اور خطیب جامع مسجد عمر آفندی کو پھانسی دے دی۔ خلیفہ مراد رابع (1623ء تا 1640ء) آخری جنگجو عثمانی سلطان تھا۔ اس نے یلغار کرکے 1049ھ/ 1639ء میں ایرانیوں سے بغداد واپس لے لیا۔ مراد اور اس کا بہنوئی وزیراعظم (صدراعظم) حافظ احمد پاشا دونوں شاعر تھے۔ محاصرۂ بغداد کے دوران میں مراد رابع نے خود ایک بڑے بہادر ایرانی پہلوان کو تہ تیغ کیا۔ 1632ء میں باغی فوج نے حافظ احمد پاشا اور مفتی اعظم یحییٰ کو قتل کردیا جبکہ خلیفہ پُرنم آنکھوں سے اپنے صدر اعظم کو قتل ہوتے دیکھ رہا تھا۔ تب خلیفہ نے باغیوں سے خطاب کیا تھا: ''اے خونخوار انسانو! ان شاء اللہ تم ایک روز سخت عذاب میں گرفتار ہوگے۔'' اور پھر خلیفہ مراد نے ایک خفیہ منصوبے کے تحت بغاوت میں شریک لوگ چُن چُن کر قتل کرادیے۔

سلطنتِ عثمانیہ کا عروج

عثمانی سلطنت بارہویں سلطان مراد سوم کے عہد (95-1574ء) میں وسعت اور شان و شوکت کے لحاظ سے اپنے عروج کو پہنچ گئی۔ یہ ایک طرف وسطی افریقہ تک پھیلی ہوئی تھی اور سلطنت فاس (مراکش)، سلطنت بورنو (نائیجیریا)، سلطنت ممباسا (کینیا) اور سلطنت آچے (انڈونیشیا) اس کی باجگزار تھیں۔ یورپ میں اس کی وسعت ماسکو اور وی آنا (آسٹریا) کے قرب و جوار تک تھی۔ جارجیا (گرجستان) اور آذربائیجان بھی فتح ہوچکے تھے۔ تب عثمانی سلطنت کا مجموعی رقبہ ایک کروڑ 99 لاکھ 2 ہزار 191 مربع کلومیٹر تھا۔ دریائے ڈینیوب، دریائے ڈون، دریائے نیل اور دجلہ وفرات اس کے اندر بہتے تھے۔ عثمانی بیڑے دنیا کے تمام سمندروں میں رواں تھے۔ 1668ء میں عثمانیوں نے بحیرۂ روم کا جزیرہ کریٹ بھی فتح کرلیا تھا۔

جب روس مسلم کریمیا کا باجگزار تھا

1046ھ/ 1636ء میں روسی قزاقوں (Cossacks) نے کریمیا کے علاقے میں ازوف کی بندرگاہ پر قبضہ کرلیا تھا۔ ان دنوں

کریمیا عثمانیوں کی باجگزار ریاست تھا جبکہ زارِروس خانِ کریمیا کو خراج ادا کرتا تھا۔ 1642ء میں خان کریمیا نے ایک لاکھ تاتاریوں کے ہمراہ ترکوں کے دوش بدوش یلغار کر کے ازوف سے قزاقوں کو مار بھگایا۔ زارِ روس مائیکل رومانوف نے معذرت کی۔ قزاق باز نہ آئے تو خان کریمیا رُوس اور اس کے اتحادی پولینڈ پر حملہ کر کے 40 ہزار عیسائیوں کو گرفتار کر کے لے آیا۔ اُس زمانے میں کریمیا آج کے تقریباً سارے یوکرین پر مشتمل تھا اور چنگیز خاں کی نسل سے مسلم تاتاری یہاں حکمران تھے مگر آج کل کریمیا صرف اس جزیرہ نما کو کہتے ہیں جو یوکرین میں بحیرۂ اسود کے ساحل پر واقع ہے۔ آخرکار 1771ء میں روس نے مسلم اکثریتی ریاست کریمیا پر قبضہ کرلیا اور وہاں اب مسلم آبادی 12 فیصد سے کچھ اوپر ہے جبکہ روسی مسیحی 58 فیصد ہیں۔

دوسرے محاصرۂ وی آنا کی ناکامی

خلیفہ محمد رابع (87-1648ء) کے عہد میں 1676ء میں ترکوں نے پوڈولیا (پولینڈ) اور پولش یوکرین پر قبضہ کرلیا۔ 1682ء میں ہنگری کے مسئلے پر آسٹریا سے جنگ چھڑ گئی اور عثمانی صدرِ اعظم قرہ مصطفیٰ نے پیش قدمی کر کے جولائی 1683ء میں وی آنا کا محاصرہ کرلیا۔ شاہ آسٹریا لیوپولڈ نے شاہ فرانس سے مدد مانگی مگر بے سود۔ ترکوں نے فصیل میں سرنگیں لگا کر وسیع جنگی کارروائیاں کیں مگر جان سوبیسکی کی پولش فوج اور چارلس آف لورین کی جرمن فوج کی کمک پہنچنے کے باعث ترکوں کو محاصرہ اُٹھانا پڑا۔ یہاں سے یورپ میں ترکوں کی پسپائی کا آغاز ہوا، وی آنا میں اس کی یادگاری تختی لگی ہے۔ اگلے سال آسٹریا، وینس، مالٹا اور پولینڈ نے ترکوں کے خلاف مقدس لیگ بنا کر صلیبی جنگ کا اعلان کردیا۔ پولش اور جرمن فوجوں کی مدد سے آسٹریا نے 1686ء میں ہنگری کے دارالحکومت بوڈا پر قبضہ کرلیا۔ اگلے سال دوسری جنگ موہاکس میں ترکوں نے شکست کھائی۔ یوں ہنگری ترکوں کے قبضے سے نکل گیا۔ 1102ھ/1691ء میں صدر اعظم مصطفیٰ کوپریلی آسٹریا کے خلاف جنگ میں بہادری سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔

زارِ روس پیٹر اعظم کی معافی

1122ھ/1710ء میں ترکی اور روس میں جنگ چھڑ گئی کیونکہ زارِ روس پیٹر اعظم (1689ء تا 1725ء) سلطان کی عیسائی رعایا کو بغاوت پر ابھار رہا تھا۔ خلیفہ احمد ثالث (30-1703ء) کے صدرِ اعظم بلتان جی محمد پاشا نے پیٹر اعظم کو دریائے پرتھ اور ایک وسیع دلدل کے درمیان گھیرلیا۔ پیٹر کو اپنی ہلاکت یا گرفتاری کا پورا یقین تھا۔ تب اس کی والدہ محمد پاشا کے پاس رحم کی درخواست لے کر پہنچی جو عاقبت نااندیش محمد پاشا نے منظور کرلی، حالانکہ روس سے شکست خوردہ شاہ سویڈن چارلس دوازدہم، جو عثمانی دربار ''باب عالی'' (Sublime Porte) میں پناہ گزیں ہوا تھا، اس صلح کے خلاف تھا۔ صلح نامہ پرتھ پر برہم ہو کر خلیفہ نے محمد پاشا کو قتل کردیا۔

جنگ کریمیا (55-1854ء) میں روسی شکست

جولائی 1853ء میں روس نے عثمانی علاقوں مولڈیویا اور ولاچیا (رومانیہ) پر قبضہ کرلیا۔ اس پر اکتوبر میں دونوں ملکوں میں جنگ چھڑ گئی۔ یہ خلیفہ عبدالمجید اول (61-1839ء) کا دور تھا۔ جنرل عمر پاشا نے روسیوں کو شکست دی جبکہ روسی بحریہ نے سینوپ کی بندرگاہ پر حملہ کر کے عثمانی بیڑا غرق کردیا۔ اس پر برطانیہ اور فرانس جو روسی توسیع کے خلاف تھے، ان کے بحری بیڑے بحیرۂ اسود میں داخل ہوگئے اور ستمبر 1854ء میں جنگ کریمیا کا آغاز ہوا۔ جزیرہ نما کریمیا میں الما اور بلکلاوا کی جنگوں (نومبر 1854ء) میں اتحادیوں نے روس کو شکست دی۔ صلح نامہ پیرس (مارچ 1856ء) کی رو سے مولڈیویا، ولاچیا اور قارص (اناطولیہ) روس نے خالی کردیے مگر کریمیا پر قبضہ برقرار رکھا۔ 1861ء میں ولاچیا اور مولڈیویا متحد ہوکر رومانیہ کہلائے۔ روس ترکی جنگ (78-1877ء) کے بعد رومانیہ اور سربیا آزاد ہوگئے جبکہ بوسنیا ہرسیگووینا پر آسٹریا نے قبضہ کرلیا۔ برطانیہ قبرص پر قابض ہوگیا جبکہ 1881ء میں فرانس نے تیونس ہتھیالیا۔

یورپ کا مردِ بیمار

1683ء میں دوسرے محاصرۂ وی آنا کی ناکامی سے خلافت عثمانیہ کے زوال کا آغاز ہوا

تھا اور پھر اگلی دو صدیوں میں یورپی طاقتوں روس، آسٹریا، برطانیہ اور فرانس نے اسے بار بار جنگوں میں الجھایا۔ اس دوران میں ہنگری، مولڈیویا، کریمیا، یونان، عدن (یمن)، الجزائر، رومانیہ، بلغاریہ، جزیرہ قبرص، جزیرہ کریٹ، مقدونیہ، سربیا، بوسنیا و ہرسی گووینا، کوسوو، مصر و سوڈان، تیونس وغیرہ اس کے ہاتھ سے نکل گئے، حتی کہ اسے ''یورپ کا مردِ بیمار'' کہا جانے لگا۔ اسی دوران میں خلیجی ریاستیں بھی برطانیہ کے زیرِ اثر آ گئیں۔

عثمانی خلافت کے خلاف سازش

خلیفہ عبدالحمید ثانی (1876-1909ء) نے جب یہودیوں کے ایک وفد کا یہ مطالبہ ٹھکرادیا کہ فلسطین میں یہودیوں کی ایک ریاست قائم کردی جائے تو سلطان عبدالحمید کے خلاف سازش ہوئی، صہیونی یہودی لیڈروں نے ترک جرنیلوں کو گانٹھا اور 1909ء میں سلطان کو خلافت سے دست برداری پر مجبور کردیا گیا۔ 1908ء میں بلغاریہ اور 1911ء میں البانیہ نے آزادی حاصل کرلی۔ اسی سال اٹلی نے طرابلس (لیبیا) میں فوجیں اتار دیں۔ پھر پہلی جنگ عظیم میں سلطنت عثمانیہ کو ایک سازش کے تحت الجھایا گیا، اس کی شکست کے بعد اس کے مزید حصے بخرے ہوئے اور عراق اور فلسطین و اُردن پر برطانیہ اور شام و لبنان پر فرانسیسی قابض ہوگئے۔ تاہم مصطفیٰ کمال کی فوج نے گیلی پولی کی جنگ میں اتحادیوں کو شکست دی اور سمرنا (ازمیر) وغیرہ سے یونانیوں کو نکال کر قسطنطنیہ اور خاص ترکی کا پورا پورا دفاع کیا۔

اُردو شہر کہاں ہے؟

بہت لوگوں کو شاید علم نہ ہو کہ شمالی ترکی میں بحیرۂ اسود کے ساحل پر اُردو (Ordu) نام کا شہر واقع ہے جو اسی نام کے صوبے کا صدر مقام ہے۔ دراصل ترکی لفظ ''اُردو'' کے معنی ہیں ''لشکر'' یا ''چھاؤنی۔'' ہندوستان میں ترکی زبان بولنے والے مغلوں کی فوج (اردو) میں ترکی، فارسی، پنجابی، ہندی وغیرہ کے اختلاط سے جو ملی جلی زبان پروان چڑھی اس کا نام بھی اُردوئے معلی یا ''اُردو'' پڑ گیا۔

اتاترک کے ناروا اقدامات

مصطفیٰ کمال پاشا نے یورپی سامراجیوں کو شکست دے کر ترکی کی آزادی کا تحفظ کیا، اس لیے قوم نے اسے اتاترک (ترکوں کا باپ) کا خطاب دیا۔ اس نے ملک کو سلطنت کے بجائے جمہوریہ قرار دیا۔ اتاترک کے درج ذیل اقدامات امتِ مسلمہ کے مفادات میں نہیں تھے:

* اتاترک نے ملّت اسلامیہ کی وحدت کی علامت ''خلافت'' کا خاتمہ کردیا۔
* ملک پر سیکولرزم مسلط کیا اور فرانس اور سوئٹزر لینڈ کی طرز پر آئین نافذ کیا۔
* شرعی قوانین ختم کردیے۔
* اس نے ترکی زبان کا رسم الخط (عربی) بدل کر لاطینی رسم الخط مسلّط کردیا جس کے نتیجے میں ترک قوم فارسی و عربی کے قیمتی علمی ورثے اور عربی رسم الخط کی ترکی کے گرانقدر ذخیرے سے بے بہرہ ہوگئی۔ ع س مسلم بتاتے ہیں کہ استنبول کی ایک مسجد میں نوجوان ترک گائیڈ سیاحوں کے سامنے دیواری عربی خطاطی کو اپنا نیشنل ہیریٹج (قومی ورثہ) بتا رہا تھا مگر جب مسلم صاحب نے کہا کہ ذرا یہ نیشنل ہیریٹج پڑھ کر سُنا دو تو وہ بغلیں جھانکنے لگا، حالانکہ وہ سورۂ فاتحہ تھی۔
* اتاترک نے عربی کی تعلیم اور عربی اذان پر پابندی لگادی۔

اسلام کے تین شہید

1951ء تک سرکاری جبر کے تحت پورے ملک میں ترکی زبان میں اذانیں دی جاتی رہیں۔ اس سے پہلے 1950ء میں ڈیموکریٹک پارٹی کی حکومت قائم ہوئی تھی اور عدنان میندرس وزیراعظم بنے تھے۔ انھوں نے یہ ظالمانہ پابندی اٹھالی تو اسی روز ملک بھر میں عربی اذانیں دی جانے لگیں۔ لیکن مصطفیٰ کمال کے تیار کردہ سیکولر جرنیلوں نے مئی 1960ء میں ڈیموکریٹک پارٹی کے لیڈروں صدر جلال بایار اور وزیراعظم عدنان میندرس کا تختہ الٹ دیا اور امریکی تربیت یافتہ جنرل جمال گرسل نے آرمی چیف اور صدر مملکت کا منصب سنبھال لیا۔ وزیراعظم میندرس، وزیر خارجہ فطین رشتو زورلو اور وزیر خزانہ حسن فولادخان تینوں کو پھانسی دے دی جبکہ جلال بایار کو بڑھاپے کی بنا پر عمر قید کی سزا سنائی گئی۔ وہ تینوں اسلام کے شہید تھے۔ وزیرداخلہ نامق گدیک نے تشدد کے زیراثر جیل میں خودکشی کرلی تھی۔